تاریخ امارت
یعنی
علماء ہند کے فریضہ اقامت دین
اور قیام امارت شرعیہ کی جد و جہد
کی تقریباً ڈیڑھ سو سال کی دینی
اور ملی تاریخ
از
مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی
نائب امیر شریعت
صوبہ بہار و اڑیسہ

کتاب العشر والزکوٰۃ

کتاب العشر والزکوٰۃ کو ملک میں جو قبول عام ہوا، اور علم کے دربار سے جو گراں قدر رائیں اسکو ملیں، ان سب کے ملخص ذکر کی بھی یہاں گنجائش نہیں ہے چند رایوں کی تلخیص بلفظ حرف بحرف ہے

مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی | مسلمانان بہار کا حتمی فریضہ ہے کہ وہ امارت شرعیہ کی بقا و تقویت کے لئے اپنی تمام مساعی وقف کر دیں اور اس کتاب کو حرز جان بنا کر اس کے مضامین پر عمل کریں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب۔ مراد آباد | احقر کی نظر میں یہ کتاب اپنے موضوع میں کامیاب ہے۔ مضامین کی تفصیل و دلائل کی قوت اقوال و فقہاء رحمہم اللہ اجمعین کا صحیح اندراج۔ پھر نتائج کا اخراج۔ ایسی صفائی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ بے اختیار زبان سے نکلتا ہے کہ اس کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی سجادہ نشین خانقاہ مونگیر | زکوٰۃ و عشر کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی بحث ہے۔ اور اس کی قرآن حکیم، احادیث نبوی، مستند کتب فقہ اور ائمہ مجتہدین کے اقوال سے تصدیق ہے۔ جو اہل علم کے انشراح صدر کا باعث ہے۔

قیمت للعہ/

ملنے کا پتہ

مکتبہ امارت شرعیہ پھلواری شریف ضلع پٹنہ۔ صوبہ بہار

فہرست مضامین تاریخ امارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبع ثانی

"تاریخ امارت" پہلی مرتبہ حضرت امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ۱۳۶۳ھ میں طبع ہوئی تھی۔ اب دوسری مرتبہ پریس میں ایسے وقت طباعت کیلئے دی جارہی ہے۔ کہ حضرت امیر شریعت ثانی رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما چکے ہیں۔ اس لئے اب طبع ثانی میں امیر شریعت ثالث حضرت مولانا شاہ محمد قمر الدین صاحب مدظلہ کے انتخاب کی کارروائی کے اضافہ کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

عبد الصمد رحمانی
(نائب امیر شریعت صوبہ بہار)

دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ
۱۸ر شعبان المعظم ۱۳۶۷ھ

بسم اللہ تعالےٰ

عرض حال

۱۳۶۰ھ کے جریدہ نقیب میں "تاریخ امارت" کا انقلابی اور آئینی دور۔ اور کچھ مضمون "لائحہ عمل" کا قسط وار شائع ہوا تھا۔ کہ دفتر امارت شرعیہ کے ایک ضروری کام سے میں سفر میں چلا گیا۔ اور یہ سلسلہ بند ہوگیا۔ وقت کی نامساعدت اور دوسرے ضروری کاموں کے باعث اس امر کا موقع نہ ملا۔ کہ پھر اس سلسلہ کو شروع کیا جاتا۔

کامل دو سال کے بعد جب کہ کاغذ کی گرانی ہولناک درجہ کو پہنچی ہوئی ہو "ادارہ امارت شرعیہ" اپنے ناظرین کے ہاتھوں میں کس طرح یہ رسالہ دے رہا ہے۔ اس کا جواب صرف یہ ہو کہ یہ خدائے کارساز کی امتنان فرمائی کا صدقہ ہی۔ جس کے باعث اس کی توفیق ہوئی کہ نظر ثانی کرکے معمولی ترمیم و اضافہ کے بعد ہم ادارہ امارت شرعیہ سے کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

اس کتاب کے مضامین کے تین حصے یا تین باب ہیں۔ پہلے باب میں "امارت شرعیہ کے قیام" کے متعلق ان خدمات کا بیان ہے جو ہمارے "اکابر" رحمہ اللہ تعالےٰ نے "عزیمت" کی راہ اختیار کرکے انجام دئے ہیں جن کو "انقلابی دور" سے ہم نے تعبیر کیا ہے دوسرے باب میں "قیام امارت شرعیہ" کے متعلق ان خدمات کا بیان ہے۔ جنکو ہمارے دور سے تعلق ہی۔ اور اسکو ہم نے "آئینی دور" سے تعبیر کیا ہی۔ جو عزیمت سے فروتر ہونے کے باعث انقلاب حال کے درجہ میں تو نہیں ہی۔ لیکن نتیجہ انقلاب کے لئے اصلاح

حال کے درجہ میں ضرور ہے اور شرعاً یہ درجہ بھی اپنے ماحول کے اعتبار سے اسی نظریہ کے ماتحت مطلوب و مقصود ہے۔

تیسرے باب میں امارت شرعیہ کے نظام کے "لائحہ عمل" اور ضمنی طور پر اس کے مقاصد اور مختصر خدمات کا بیان ہے۔

ہم بڑے ناسپاس ہوں گے۔ اگر اس کا ذکر نہ کریں کہ اس تالیف کے بعض ضروری گوشے نامکمل رہ جاتے۔ اگر قاضی سید احمد حسین صاحب سے (جو حضرت نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمیشہ کے رفیق کار رہے ہیں) بعض تاریخی مواد نہ ملتے۔

یہ رسالہ اپنے موضوع پر چونکہ پہلی کتاب ہے، اس لئے بہت ممکن ہے کہ بحث کا کوئی گوشہ ایسا رہ گیا ہو جس کو اس کی تنگ دامانی میں جگہ نہ ملی ہو، لیکن پھر بھی اس کے محدود اوراق میں اجمالی طور پر سہی۔ ناظرین کو ۱۹۰۸ء سے ۱۹۴۳ء تک کی اسلامی ہند کی اس انقلابی اور آئینی جد وجہد کی تاریخ ملے گی جس کی بنیاد سراسر اسلامی نقطۂ نظر سے اسلامی مفاد پر رکھی گئی۔ اور کتاب و سنت کی روشنی میں کتاب و سنت کے "ابدی نظام شرعی" کے احیاء کے لئے بروئے کار لائی گئی۔ ففی ذلک حیوۃ۔ فلیتنافس المتنافسون۔

عبدالصمد رحمانی

دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ
۲۱ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً و مصلیاً و مسلماً

تاریخ امارت کا پہلا دن

بدبخت ہندوستان پر جب وہ منحوس وقت آپہنچا۔ کہ ۱۸۰۳ء میں "شاہ عالم" کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور حدود دہلی کے اندر محصور بادشاہ سے معاہدہ لکھوایا گیا۔ اور تاج دہلی کے اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے دہلی میں یہ اعلان کرایا گیا۔ کہ

"ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا"

تو ارباب ہوش کے نزدیک "تاریخ امارت" کا وہ پہلا دن تھا۔ مسلمانوں کے کانوں نے جب یہ سنا کہ "حکم کمپنی بہادر کا" تو دلوں کے ریشہ ریشہ سے اسلامی روح نے پکار کر پوچھا۔ کیا دار الاسلام آج سے دار الکفر ہو گیا؟ کیا اسلامی سیاست، اسلامی حقوق، اسلامی مفادگی، نگہداشت اور صیانت کے لئے آج سے امان اٹھ گیا؟ کیا اسلامی اور اجتماعی اصول و فروع اور اس کے احکام کو بروئے کار لانے کے لئے عملی بندوبست کا

خاتمہ ہوگیا؟ کیا فرزندان اسلام کے وظیفہ فرائض اسلامی کا نقشہ آج سے بدل گیا؟

تاریخ کے صفحات میں اس کا جواب موجود ہے۔ کہ پایہ تخت دہلی کے اس خانوادہ نے جو اسلامی شریعت، اسلامی طریقت اسلامی سیاست، اسلامی تمدن، کا واحد علمبردار تھا۔ اور تمام اسلامی ہند کا علمی، روحانی۔ دینی حیثیت سے مرکز اور نقطۂ مطاع تھا۔ اس لئے بروقت بدلے ہوئے حالات کا صحیح جائزہ لیا۔ اور بلاخوف و خطر یہ اعلان کردیا کہ ہندوستان دارالاسلام سے دارالکفر ہوگیا۔ اور ابلاغ عام کے لئے خاندان ولی اللہی کے چشم و چراغ اور سب کے مخدوم و مطاع حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا اپنا مشہور فتویٰ شائع کیا اور مسلمانوں کو ان کی جدید ذمہ داریوں کی طرف فوراً توجہ دلایا۔ حالانکہ خطرات کے وہ سارے بادل ان کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ جو ٹوٹ ٹوٹ کر اس خانوادہ پر برس چکے تھے۔ اور اس وقت بھی ہلاکت و بربادی کے پورے سروسامان کے ساتھ برسنے کے۔ لئے تیار تھے۔

حضرت شاہ صاحب اس کو بھولے نہ تھے۔ کہ وہ سیاسی پرخاش ہی تھا۔ جس لئے ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کے پہنچے اتروا کر ہاتھ بیکار کرادئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کرسکیں۔ پھر وہ بھی سیاسی عتاب ہی کا نتیجہ تھا جو تاریخ کے صفحات پر

سیاہ حرفوں میں آج بھی لکھا ہوا ہے کہ اس آسمان نے یہ دردناک تماشہ بھی دیکھا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب کو دہلی سے اس طرح نکالا گیا تھا کہ یہ دونوں بزرگ مع مستورات کے شاہدرہ تک پیدل آئے تھے۔ اس کے بعد مستورات کو تو کسی طرح سواری مل سکی تھی جس سے وہ پھلت (مظفر نگر) چلی گئی تھیں۔ مگر ان دونوں بھائیوں کو سواری بھی نہیں ملی تھی۔ شاہ رفیع الدین صاحبؒ پیدل لکھنؤ گئے تھے۔ اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ جونپور گئے تھے۔ اور اس حال میں گئے تھے کہ دونوں بھائیوں کو نہ ساتھ رہنے کا حکم تھا، نہ سواری پر سوار ہونے کی اجازت تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو راہ میں لو لگ گئی اور ان کی آنکھوں کی بینائی پر اثر پڑ گیا۔ پھر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے معاملہ کی سنگینی یہیں پہنچ کر ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کے ساتھ ہر تعذیب جسمانی کے علاوہ ایک موقع پر جان لینے کا بھی سودا کیا گیا تھا۔ یعنی دو مرتبہ زہر دیا گیا۔ اور ایک مرتبہ چھپکلی کا ابٹن سارے جسم پر ملوا دیا گیا۔ جس سے آپ کو جذام اور برص ہو گیا تھا۔

بہرحال حضرت شاہ صاحب کا فتوی شائع ہوا اور ہندوستان کی اسلامی دنیا نے ایک نئی کروٹ لی۔ اور شاہ صاحب کے فتوے کی روح کو سمجھا۔ اور اس پر عمل کرنے کے لئے راہ پیدا کرنے کی صورتیں سوچی جانے لگیں شاہ صاحب کے فتوے کے الفاظ یہ ہیں:-

قیام امارت پر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فتویٰ

در کافی می نوسیدان المراد بدار الاسلام بلاد یجری فیہا حکم امام المسلمین ویکون تحت قہرہ۔ وبدار الحرب بلاد یجری فیہا امر عظیمہا وتکون تحت قہرہ انتہیٰ۔

دریں شہر حکم امام المسلمین اصلا جاری نیست۔ وحکم رؤسا، نصاریٰ بے دغدغہ جاری گست۔

ومراد از اجرار احکام کفر این است که در مقدمہ ملک داری وبندوبست رعایا واخذ خراج وباج وعشور اموال تجارت وسیاست قطاع الطریق وسراق وفیصل خصومات وسزائے جنایات، کفار بطور خود حاکم باشند۔ آرے اگر بعضے احکام اسلام را مثل جمعہ وعیدین واذان وذبح بقر تعرض

کافی میں مسطور ہے کہ دار الاسلام سے مراد ایسے بلاد ہیں۔ جہاں مسلمانوں کے امام کا حکم جاری ہو۔ اور اسی کے تصرف میں ہو۔ اور دار الحرب سے مراد ایسے شہر ہیں۔ جہاں اسی کے صاحب اقتدار کا حکم جاری ہو اور اسی کے قہر و تصرف میں ہو۔ (انتہیٰ)

اس شہر (دہلی) میں مسلمانوں کے امام کا حکم بالکلیہ جاری نہیں ہے۔ نصاریٰ کے رؤسا کا حکم بغیر کسی دغدغہ کے جاری ہے۔

کفر کے حکم کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ ملکی معاملات کے مقدمہ میں اور رعایا کے بندوبست میں اور خراج باج (یعنی مالگذاری و لگان) اور اموال تجارت کے عشور (یعنی جو موجودہ دور میں بشکل چنگی ہے۔) اور چوروں ڈاکوؤں

نہ کنند نہ کردہ باشد لیکن اصل الاصول این چیز ہا نزد ایشان ہباد ہدر ست۔ زیرا کہ مساجد را بے تکلف بہدم می نمایند وہیچ مسلمان یا ذمی بغیر استیمان ایشاں دریں شہر و در نواح اں نمی تواند آمد۔ برائے منفعت خود وارد ین و مسافریں وتجار مخالفت نمی نماید۔

اعیان دیگر مثل شجاع الملک و لائتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمی توانند شد۔ وازیں شہر تا کلکتہ عمل نصاری ممتدست۔

کی نگرانی۔ مقدمات کے فیصلے تعزیرات کی سزائیں کفار بطور خود حاکم ہوں۔ ہاں اگرچہ اسلام کے بعض احکام مثل جمعہ و عیدین۔ اذان اور ذبح گاؤ میں تعرض نہ کرتے ہوں نہ کریں۔ کیونکہ درحقیقت یہ چیزیں ان کے نزدیک ناقابل لحاظ ہیں۔ کیونکہ مساجد کو بے تکلف ڈھاتے ہیں۔ اور کوئی مسلمان اور کوئی آدمی اس شہر میں اور اس کے نواح میں بغیر ان کی پناہ کے نہیں آسکتا ہے۔ اور اپنی منفعت کے لحاظ سے تجار اور مسافریں اور وارد ہونے والوں سے مخالفت نہیں کرتے ہیں۔

(ان کے علاوہ) دوسرے لوگ جیسے شجاع الملک و لائتی بیگم' ان کے حکم کے بغیر اس شہر میں داخل نہیں ہو سکتے ہیں۔ یہاں سے لے کر کلکتہ تک نصاریٰ کی فرمانروائی پھیلی ہوئی ہے۔

آیے در چپ و راست مثل حیدرآباد
و لکھنؤ و رامپور۔ احکام خود جاری
نکردہ اند۔ بہ سبب مصالحت و طاعت
مالکان آن ملک۔ و از روئے احادیث
و تتبع سیرت صحابہ کرام و خلفائے
عظام ہمیں مفہوم می شود۔ زیراکہ
در عہد حضرت صدیق اکبر ملک
بنی یربوع را حکم دار الحرب دادند۔
حالانکہ جمعہ و عیدین و اذان در انجا
جاری مگر انکار حکم زکوٰۃ کردہ بودند۔
و ہمچنیں یمامہ و گرد و نواح آں را حکم
دار الحرب دادند۔ باوجودیکہ مسلمان
دران بلاد موجود بودند۔ وعلیٰ ہذا
القیاس در عہد خلفائے کرام ہمیں
طریق مسلوک بود۔ بلکہ در عہد
حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فدک
و خیبر را حکم دار الحرب فرمودند۔
حالانکہ تجار اہل اسلام بلکہ بعض سکنہ انجا
نیز دران مکانات در وادی القریٰ

دائیں بائیں، جیسے حیدرآباد، لکھنؤ
رامپور میں اپنی حکمرانی ان ملکوں کے
مالکوں کی اطاعت اور مصالح کے
سبب سے جاری نہیں کیا ہے۔
(میں نے جو کچھ لکھا ہے) احادیث کی
رو سے اور خلفائے عظام اور صحابہ کرام
کی سیرت کے تتبع سے یہی سمجھا جاتا ہے۔
اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت
میں ملک بنی یربوع کو صحابہ کرام نے
دار الحرب قرار دیا تھا۔ درانحالیکہ جمعہ اور
عیدین اور اذان وہاں جاری تھی۔ مگر
ان لوگوں نے زکوٰۃ کے حکم کا انکار کیا تھا۔ اسی
طرح یمامہ اور اسکے گرد و نواح کو صحابہ کرام
نے دار الحرب کا حکم دیا تھا۔ باوجود اسکے
کہ مسلمان ان شہروں میں موجود تھے۔
اسی طرح تمام خلفائے کرام کے زمانہ میں
یہی طریقہ جاری تھا۔ بلکہ خود حضرت پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فدک اور خیبر کو
دار الحرب کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ مسلمان تاجر بلکہ

مشرف بہ اسلام بودند۔ فدک و خیبر را
کمال اتصال بود با مدینہ منورہ۔ الخ
(فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۶)
دوسری جگہ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔
اقامت جمعہ در دار الحرب
اگر از طرف کفار والی مسلمانان در مکانے
منصوب باشد باذن او درست ہست
والا مسلمانان را باید کہ یک کس را کہ
امین ومتدین باشد رئیس قرار دہند کہ
باجازت وحضور او اقامت جمعہ و اعیاد
وانکاح من لا ولی من الصغار وحفظ
مال غائب وایتام وقسمت ترکات تنازع
فیہا علی حسب السہام می نمودہ باشد لیکن آنکہ
در امور ملکی تصرف کند ومداخلت نماید۔
(فتاویٰ عزیزی صفحہ ۳۲ ج ۱)

بعض وہاں کے رہنے والے بھی اس جگہ اور
وادیٔ قری میں مشرف بہ اسلام تھے اور مدینہ
منورہ سے فدک اور خیبر کو کمال اتصال تھا۔ الخ
دار الحرب میں جمعہ کی اقامت اگر کفار کی
طرف سے مسلمان والی ہو۔ تو اسکی اجازت
سے درست ہے۔ اور اگر نہیں ہو تو مسلمانوں
کو لازم ہے کہ ایک شخص کو جو امین ومتدین
ہو امیر قرار دیں۔ کہ اسکی اجازت اور
حضور سے جمعہ اور عیدین کی اقامت اور
ایسے نابالغ جن کے ولی نہ ہوں نکاح
کرانا۔ اور یتامیٰ اور غائب کے مال کی
حفاظت اور متنازع فیہ ترکے حسب سہام
شرعی انجام پائیں۔ بغیر اس کے کہ امور
ملکی میں تصرف اور مداخلت کرے۔

سعی وعمل کے دو پہلو

انقلابی اور آئینی

قدرت کے اس اصول کے ماتحت کہ ہر زمانہ کے ساتھ کچھ ایسے خصوصیات

ہوتے ہیں جن کا اثر ملک کے ماحول پر ہوتا ہے۔ اور ناگزیر طور پر اس ماحول کے بسنے والے اس سے متاثر ہوتے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی سعی و عمل کا پہلو اور فکر و نظر کا رخ ایک خاص نہج پر لگ جاتا ہے۔ اور یہ اثر اتنا ہمہ گیر ہوتا ہے کہ جد و جہد کی ہر صورت اسی قالب میں ڈھل جاتی ہے۔ اور ملک میں ہر طرف اسی کا استیلاء عام ہوتا ہے۔

پھر قدرت کے طے شدہ انداز پر جب زمانہ کا یہ دور پورا ہو جاتا ہے۔ اور زمانہ کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے، جو پہلے دور کا نتیجہ ہوتا ہے۔ تو اسکے خصوصیات بھی بدل جاتے ہیں۔ اور اس بہت سے ملک کا ماحول بھی بدل جاتا ہے۔ اور ملک کے بسنے والوں میں بھی خاصہ تبدل و تغیر ہو جاتا ہے۔ ماحول کی تبدیلی کے ساتھ ان کے غور و فکر کا طریقہ بدل جاتا ہے۔ سوچنا، راہ نکالنے کی صورتیں الگ ہو جاتی ہیں۔ عملی تگ و دو اقدام و سعی کی نوعیت جداگانہ ہو جاتی ہے۔ اور پچھلے دور کو پہلے دور سے جہاں تک صورت اور ڈھانچہ کا تعلق ہوتا ہے یکسانیت سے بالکل بیگانگی ہوتی ہے۔ چاہے مقاصد اور حقیقت کا اتحاد جوہری اور معنوی حیثیت سے اپنے اندر کوئی تفاوت نہ رکھتا ہو۔

ہندوستان کی آج کی دنیا۔ اور اس کے جس دور سے ہم گذر رہے ہیں یہ آئینی دور ہے۔ جس کو اپنے دور کے ماحول کے اثرات کے ہاتھوں ہم نے ۱۹۱۷ء سے شروع کیا ہے! ور ہماری ہر تحریک اسی آئینی تحریک میں ڈھلی ہوئی ہے۔ آج ہم ملک کی آزادی کیلئے یا ملک کے کسی حق کی آزادی کیلئے یا قومی اور جماعتی

مطالبہ کی آزادی کیلئے یا کلچر اور تمدنی اور مذہبی آزادی کے لئے یا تقریر و تحریر یا پریس یا اس طرح کے دوسرے مقاصد کی آزادی کے لئے جو کچھ سوچتے ہیں۔ اور جو کچھ کرتے ہیں۔ وہ سب آئینی شکل میں سوچتے ہیں۔ اور آئینی قالب میں انجام دیتے ہیں۔ اور آج ملک پر اسی کا استیلا رہے۔ اسی کا تسلط ہے۔ یہی ہمارے دماغوں پر چھایا ہوا ہے۔ اور اسی کی روشنی میں ہم ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ اور اسی کی روشنی میں چلتے ہیں۔ اور اسی کی روشنی میں ہر تحریک کو چلاتے ہیں اور صحیح معنوں میں وقت کا مقتضا بھی یہی ہے۔

ٹھیک اسی طرح ہندوستان کی وہ دنیا اور ہندوستان کا وہ قدیم دور جو ۱۸۰۳ء سے شروع ہوتا ہے۔ اور ہندوستان ایک نئے انقلاب سے دوچار ہوتا ہے۔ اس کا ماحول سراسر انقلابی ہو جاتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اس دور میں جو چیز سوچی گئی۔ انقلاب کی شکل میں سوچی گئی۔ اور جو تحریک کھڑی کی گئی اور اٹھائی گئی وہ انقلاب کی شکل میں اٹھائی گئی۔ اس زمانہ میں نہ تو یہ آئین تھے نہ یہ آئینی جکڑ بندیاں تھیں۔ نہ اس زمانہ کے ماحول پر آج کی آئینی پابندیوں کا کوئی اثر تھا۔ نہ اس زمانہ میں آئینی طریقۂ کار کا کوئی دھندلا سا نشان تھا۔ اس لئے اس زمانہ میں جو کچھ ہوا وہ انقلابی شکل میں ہوا۔ سیاسی سرگرمی ہوئی تو انقلابی شکل میں ہوئی۔ ملکی سرگرمی رونما ہوئی تو انقلابی شکل میں ہوئی۔ مذہبی جد و جہد بروئے کار آئی تو انقلابی شکل میں آئی۔ حتی کہ امارت شرعیہ کی دینی اور ملی تحریک اٹھائی گئی تو قدرتی طور پر وہ بھی انقلابی شکل میں اٹھائی گئی۔ کون کہہ سکتا ہے

کہ آج کی ملکی سرگرمی، سیاسی سرگرمی، وطنی تحریک اور آزادی کی جد وجہد وغیرہ وغیرہ کو کل کی سرگرمیوں سے۔ کل کی تحریکوں سے۔ کل کی جد وجہد سے اپنی صورت اور ڈھانچہ کی حیثیت سے کوئی تعلق کوئی یکسانیت ہے۔ مگر اس کا کون انکار کرسکتا ہے۔ کہ مقاصد اور حقیقت کے اعتبار سے دونوں میں جوہری اور معنوی حیثیت کی وحدت اور یکسانیت نہیں ہے۔ گو دونوں دور کے مقاصد کے اظہار میں بھی تعبیر اور عنوان کے اندر ماحول کے اثرات کی وجہ سے عبارت و ادا میں طرز خطاب اور لب ولہجہ میں نمایاں فرق ہو۔

بہرحال تاریخ کی یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج سے پہلے کا دور جس کی ابتدا ۱۸۰۳ء سے ہوئی۔ وہ انقلابی دور تھا۔ اُس دور کی ہر تحریک انقلابی شکل میں تھی۔ تاریخ کے صفحات اس کے شاہد ہیں۔ اور تاریخ کا ہر طالب علم اس کا یقین رکھتا ہے۔ اور اس کو جانتا ہے۔ مجھکو اپنے موضوع بحث سے نکل جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اُس دور کی ہر طرح کی تحریکوں کی نشان دہی کرتا۔ اور بتاتا کہ کس طرح اس دور کی ہر تحریک انقلابی رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ اور ہر جد وجہد اسی سانچہ میں ڈھلی ہوئی۔ جس میں ہماری امارت شرعیہ کی دینی تحریک بھی تھی۔ جو آج ملک کی ہر تحریک کی طرح خصوصیات ماحول کے ماتحت آئینی شکل میں ہے۔ اور وقت کا مقتضا یہی ہے۔ کہ آئینی شکل میں رہے۔

تاریخ امارت کا انقلابی دور

میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ سنہ ۱۸۰۳ء میں جب دہلی میں انقلاب کے ہاتھوں نیا دور شروع ہوا اور دہلی میں جس وقت یہ اعلان کرایا گیا کہ "ملک، بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا" تو ارباب ہوش کے لئے "تاریخ امارت" کا وہ پہلا دن تھا۔ چنانچہ اس کے بعد ارباب حل وعقد نے ہندوستان کے "دارالکفر" ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ اور مسلمانوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اور "امارت شرعیہ" کے قیام کی طرف بروقت ہدایت کی تھی۔ جو آئین اسلامی کی رو سے ان پر تبدیلی ماحول سے واجب ولازم تھا۔

اب مجھکو بتانا یہ ہے۔ کہ اس انقلابی دور میں اس فریضہ پر کیونکر عمل کیا گیا۔ اور وقت کے ارباب حل وعقد نے اس فریضہ کی دائیگی کے لئے کیا صورت اختیار کیا۔

انقلابی دور کا پہلا امیر

حضرت سید احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ

جن لوگوں نے حضرت سید شہیدؒ کی حالت کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کو معلوم ہوگا کہ سید صاحب، کا وطن رائے بریلی تھا۔ مگر تلمذ کا شرف خاندان دہلی ہی سے حاصل تھا۔ سترہ سال کی عمر میں غالباً دہلی تشریف لائے۔

اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید کا ترجمہ اور حدیث و تفسیر وغیرہ پڑھی۔ بائیس (۲۲) سال کی عمر میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے مقدس ہاتھ پر بیعت کی اور کچھ ہی عرصہ میں خلعت خلافت سے سرفراز کئے گئے اور وطن تشریف لے آئے۔

دوسری مرتبہ ۱۸۱۶ء میں دہلی پہونچے تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے بجائے ان کو نقطۂ مطاع بنایا۔ اور سب سے پہلے اپنے پورے خاندان کو ان کے ہاتھ پر بیعت کرایا۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید حضرت مولانا عبدالحی صاحب مولانا وجیہ الدین صاحب حکیم مغیث الدین صاحب۔ مولانا محمد یوسف صاحب۔ نبیرہ شاہ اہل اللہ صاحب۔ (برادر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب) وغیرہ ارباب حل و عقد کی جماعت نے مع اہل و عیال کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اس کے بعد جملہ ارباب حل و عقد کی دو جماعت میں تقسیم ہوئی۔ ایک جماعت مرکز میں رہی۔ اور دوسری جماعت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تمام اکناف ہند میں دورہ کے لئے نکلی۔ جس میں حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شہید اور حضرت مولانا عبدالحی صاحب وزیر و نائب کی حیثیت رکھتے تھے جس کا انقلابی مقصد صرف اس فتویٰ کی تعمیل تھا۔ جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے ہندوستان کے دارالاسلام سے دارالحرب ہونے کا دیا تھا۔ مگر انقلابی رنگ میں تھا۔ جو اس دور کا ماحول تھا۔

چنانچہ سید صاحب نے اکناف ہند کا دورہ ختم کرنے کے بعد بحیثیت امیر اور امام کے مفوضہ فریضہ کو انجام دینے میں مصروف ہوئے۔ جس کا حاصل ڈاکٹر ہنٹر کے الفاظ میں یہ تھا۔ کہ ان کی تبلیغ تھی کہ غیر اسلامی اقتدار کے ماتحت مسلمانوں کو زندگی گذارنے کی شرعاً اجازت نہیں۔ پھر اس سلسلہ میں عُشر و زکوٰۃ کی بھی آپ نے تنظیم کی۔

عُشر و زکوٰۃ کی تنظیم و تحصیل

عشر و زکوٰۃ کی تنظیم و تحصیل کی روداد پر بحث تو یہ حضرت سید شہید رحمتہ اللہ علیہ کے سوانح حیات کا وظیفہ ہے۔ اس لئے اس کی تفصیل اسی میں مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس جگہ ہم محض اس مسئلہ کی اہمیت کے اعتبار سے اپنوں کی زبان سے نہیں غیروں کے قلم سے محض اس نشان دہی کے لئے ایک حوالہ نقل کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قیام امارت اور نصب امیر کے بعد اسلامی فریضہ یہ ہے کہ عشر و زکوٰۃ کی رقم شرعاً امیر کو ادا کرنا چاہیئے۔ اور اسی کے نظم کے ماتحت اس کے مصارف میں اس کو خرچ کرنا چاہیئے۔ ڈاکٹر ہنٹر صاحب لکھتے ہیں:۔

اس کی تحصیل عشر و زکوٰۃ کا طریقہ بہت سادہ اور مکمل تھا۔ اس نے مالگذاری کی حیثیت سے متعدد گاؤں مجموعوں میں تقسیم کردئے تھے۔ ہر مجموعہ پر ایک خاص محصل مقرر تھا۔ یہ افسر اپنی جگہ پر ہر دیہات کے لئے ایک تحصیلدار مقرر تھا۔ آئی ہوئی رقموں کو

وہ جا نچتا اور ضلع کے مرکز کو بھیجدیتا ۔ قانوناً ہر دیہات میں ایک محصل مقرر تھا ۔ لیکن جن دیہاتوں میں آبادی زیادہ ہوتی ۔ وہاں اس کام کے لئے ایک عملہ رکھنا پڑتا تھا ۔ جس میں کچھ دین کے سردار ہوتے تھے ۔ جو نماز پڑھاتے تھے اور چندہ وصول کرتے تھے ۔ کچھ عام منتظم دنیا کے سردار ہوتے تھے ۔ جو دنیاوی امور کا انتظام کرتے تھے اور ایک افسر جو خطرناک خطوط اور بغاوت کے پیغام پہنچاتے تھے ۔

سید شہید رحمۃ اللہ علیہ جب تک حیات رہے وقف انقلاب رہے مگر مشیت الٰہی کا فیصلہ غلامی کے عذاب میں ہندوستان کو مبتلا کرنا تھا ۔ تحریک کامیابی کے پروان نہ چڑھی اور سید شہید رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے علاقہ میں جہاد کرتے ہوئے اور ان ہی کے ساتھ ان کے وزیر ان کے دست و بازو حضرت شاہ محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شہید ہو گئے اور یہ شیرازہ بکھر گیا ۔

انقلابی دور کا دوسرا امیر

شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ

حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد گو اجتماعی شکل تو نہ رہی لیکن اکناف ہند میں حضرت سید شہیدؒ نے دورہ کر کے خدمت دین اور جہاد حق کی جو روح مسلمانوں میں پھونک آئے تھے ، اور جگہ جگہ پر

اپنے خلفاء چھوڑ آئے تھے وہ اپنی اپنی جگہ پر انقلاب کی سعی میں سرگرم
تھے اور اس سلسلہ میں خصوصیت سے قابل ذکر مولانا ولایت علی صاحب
اور مولانا عنایت علی صاحب ہیں، جو ہمارے پٹنہ کے رہنے والے تھے
جنہوں نے اپنی زندگی کے آخری دم تک وہی کیا۔ جو سید شہید
رحمۃ اللہ علیہ نے بطور اسوہ اُن کے سامنے پیش کیا تھا۔

لیکن پھر بھی قیام امارت اور نصب امیر کی اجتماعی شکل بروئے کار
نہ آئی۔ اور ملک میں انقلابی جرگہ کو اجتماعی شکل میں بروئے کار نہ لاسکے۔
یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء کے مشہور انقلاب کا وقت آپہونچا اور تمام اکناف
ہند میں انقلابی تحریک کی خفیہ مکمل تنظیم اور پوری بصیرت اور بحث وتمحیص
کے بعد ارباب حل وعقد نے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ
صاحب قدس سرہٗ کو امام وامیر منتخب کیا۔ دار القضا کا قیام عمل میں آیا
اور اس کی خدمت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے سپرد
کی گئی۔ اور امیر عسکر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو قرار دیا گیا۔ اور تھانہ
بھون کو دار الاسلام بنا کر انقلاب کے لئے عملی حیثیت سے اقدام کیا گیا۔
اور قصبہ شاملی ضلع مظفر نگر کو فتح کر کے دار الاسلام میں ملحق کر لیا گیا۔

مگر انقلابی تحریک کے لئے جس ٹھوس، مضبوط، نظم وضبط کی ضرورت
تھی، اس ہمہ گیر انقلابی تحریک میں جو بنگال اور بہار، اودھ
پنجاب، یوپی، سب کو محیط تھا۔ قابو نہ پائی جا سکی۔ اور بارائے
ضبط بعض صوبہ میں ہاتھ سے نکل گیا۔ اور نظام میں ترتیب اور ہم آہنگی

نہیں رہنے کی وجہ سے انتشار پیدا ہوگیا۔ اور ناکامی سے ہمکنار ہونا پڑا۔ اور اس کا رد عمل اتنا سخت ہوا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو ہندوستان سے ہجرت کرجانا پڑا۔ گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ سارا تھانہ بھون برباد کردیا گیا۔ بااثر متمول خاندان تباہ کردیا گیا۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کو گرفتار کیا گیا۔ اور آپ چھ ماہ قید و بند میں زندان خانہ کے مہمان رہ کر رہا ہوئے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب تین دن روپوش رہنے کے بعد باہر نکل آئے تو وارنٹ آپ کے نام دیوبند اس وقت آیا کہ آپ چھتہ کی مسجد میں ٹہل رہے تھے۔ انسپکٹر نے آپ ہی سے پوچھا، کہ "محمد قاسم کہاں ہیں" آپ اپنی جگہ سے چند قدم ہٹ کر پوری طمانیت کے ساتھ فرمادیا کہ "ابھی تو یہاں تھے" انسپکٹر نے مسجد دیکھی اور بھی ادھر اُدھر دیکھا اور اس وقت چلا گیا۔ ابھی آپ کی تفتیش جاری ہی تھی کہ معافی کا اعلان عام ہوگیا۔ اور اس طرح قدرت نے آپ کو بچا لیا۔ مگر مگر اس انقلاب عظیم کے بعد حالات انتہا درجہ ناساز گار ہوگئے۔ علماء خصوصیت کے ساتھ تباہ و برباد کئے گئے۔ زبان و قلم پر جبروتی مہر لگادی گئی اور اس جماعت کو اس قدر دہشت زدہ بنادیا گیا، کہ ان کے لئے مدرسہ کی چہار دیواری مسجد کے گوشہ میں خاموشی کے ساتھ پناہ لینے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا اور پے در پے انقلابی تحریک کے ناکامی کے رد عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ایسا ماحول پیدا ہوگیا۔ کہ انقلابی تحریک کے لئے کوئی صورت باقی نہیں رہی اور ۱۸۵۷ء کے

بعد سے جدید دور کا آغاز ہوا اور آئینی طریقے اجاگر ہونے لگے۔

پھر بھی علماء کا ایک طبقہ اس معاملہ میں فکرمند رہا اور اس مقصد عظیم کی مبادیات کی تحصیل میں مشغول و منہمک رہا اس کے لئے شرعی نقطہ نظر سے وہ معذور تھا، اور اس کی آزاد طبیعت جو ہنوز آئینی اصول و طریق کار کا خوگر نہیں تھی، اس کی سمجھ میں بجز انقلاب کے حصول مقصد کے لئے کوئی دوسری راہ آتی ہی نہیں تھی۔

انقلابی دور کا تیسرا امیر

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کا یہ وہ زمانہ تھا، جب آپ دارالعلوم دیوبند میں (جو سارے ہندوستان کا دینی مرکز تھا، اور اس وقت کے ہر دینی تحریک کا سرچشمہ تھا، شیخ الحدیث تھے۔ اور جو لوگ واقعات کا صحیح علم رکھتے ہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں، کہ وہ محض شیخ الحدیث ہی نہیں تھے بلکہ پیر بھی تھے، جن کے ہاتھ پر رشد و ہدایت کی ہی بیعت نہیں کیجاتی تھی بلکہ جہاد کی بھی۔ اور اس بیعت میں محض علماء ہی کی جماعت نہ تھی، بلکہ آزاد خیال تعلیم یافتہ اصحاب کی جماعت بھی تھی۔

تیسری انقلابی تحریک کی نوعیت

اس موقع میں ہم صفائی کے ساتھ اس کے لکھنے اور اعتراف کرنے میں اپنے قلب کے اندر کوئی انقباض نہیں پاتے ہیں۔ کہ یہ تیسری تحریک نہ تو مظاہرہ کے ساتھ انقلابی رنگ میں تھی اور نہ مظاہرہ کے ساتھ آئینی رنگ میں تھی، اور نہ اس کے لئے ملک کے اندر انقلابی تحریک کی وہ ہمہ گیری پیش نظر تھی۔ جو اب سے پہلے دونوں تحریکوں میں بروئے کار لائی گئی تھی۔ اسی وجہ سے دنیا کو حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی امامت و امارت کا علم ہو سکا۔ اور حضرت شیخ الہند کی امامت و امارت کا علم بجز خاص خاص حریم راز کے باریاب ہونے والے حضرات کے دوسروں کو نہیں ہوا۔

حضرت سید شہیدؒ کی امارت کی نوعیت

حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی امامت و امارت کا مسئلہ گو ابتدائی مخصوص ارباب حل وعقد کی مجلس میں ۱۲۳۱ھ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کے حضور میں طے پایا تھا۔ لیکن تمام اکناف ہند کے دورہ ختم کرنے کے بعد جب کہ مجاہدین کا پڑاؤ دریائے اباسین کے پر فضا مقام میں تھا۔ ۱۲۴۲ھ میں پھر عمومی بیعت امامت ہوئی تھی جس کی باضابطہ اطلاع ہندوستان کے علماء کو دی گئی تھی۔ اور علماء ہند نے آپ کی امامت کو تسلیم کیا تھا۔ سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی امامت کے متعلق سیرت سید احمد شہید میں ہے، کہ

علماء لشکر کا بالاتفاق فیصلہ ہوا کہ سب سے زیادہ اور ضروری اور مقدم کام یہ ہے کہ اپنا امام مقرر کر لیا جائے۔ تاکہ اسکی قیادت و امامت میں شرعی جہاد ہو محض بلوہ اور لوٹ مار نہ ہو منظم جنگ ہو، مال غنیمت کی شرعی تقسیم ہو، احکام شریعت قوانین وحدود شرعیہ کا اجراء قضاۃ و محتسبین کا تقرر و انتظام ہو۔ اور جو نافرمانی کرے وہ باغی اور خارج از جماعت ہو۔ چنانچہ ۱۲ رجمادی الآخر ۱۲۴۲ھ کو بالاتفاق سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت امامت وخلافت کر لی گئی۔ جمعہ میں آپکے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سردار یار محمد خاں، سلطان محمد خاں، پیر محمد خاں۔ حاکمان پشاور نے بذریعہ خطوط آپ کی امامت کو قبول کیا۔ ہندوستان میں اس کی اطلاع دی گئی۔ اور علماء ہندوستان نے آپ کی امامت کو تسلیم کر لیا۔

(سیرت سید احمد شہید ص ۱۵۰)

سید شہیدؒ کا خط

بیعت کے بعد سید صاحبؒ تمام علاقہ اور ہندوستان میں جو اطلاع نامے جاری کئے تھے اس میں علاوہ ذکر بیعت امامت کے فضائل جہاد اور اسکی اہمیت اور ضرورت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ امامت سے جو حصہ متعلق ہے وہ بلفظہ حسب ذیل ہے۔

اللہ کا شکر و احسان ہے کہ اُس نے اپنے فضل سے اس فقیر یعنی سید احمد کو پہلے اشارات غیبی اور الہامات بلاریبی سے اس منصب شریف کی بشارت دی۔ پھر مومنین صادقین، سادات وعلماء عظام، مشائخ کرام، خوانین عالی مقام اور خواص و عام کی ایک جماعت

کثیر کا دل مائل کر کے مجھ کو اس منصب شریف سے مشرف فرمایا چنانچہ بروز پنجشنبہ بتاریخ ۱۲ رجادی الثانی ۱۲۴۲ھ محض مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نے جس میں خادی خاں ۔ اشرف خاں فتح خاں ۔ سعادت خاں ۔ بہرام خاں ۔ اور دوسرے علمار و سادات و خوانین تھے ۔ اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت امامت کی اور فقیر کو اپنا امام قرار دیا ۔ اور اسکی امامت و ریاست کو تسلیم کیا ۔ اور اطاعت کا حلقہ اپنی گردنوں میں ڈالا ۔ اور اسی مہینہ کی ۱۹ تاریخ کو جو جمعہ کا دن تھا ۔ خطبہ میں فقیر کا نام داخل کیا ۔ انشاء اللہ عنقریب اس سنت کی ادائیگی کی برکت سے مظفر و منصور ہوں گے ۔

اُن مسلمانوں کو بھی جو یہاں موجود نہیں لازم ہے ۔ کہ جہاد کے لئے اور کفر و فساد کو مٹانے کے لئے کمر ہمت باندھیں ۔ اور اس فقیر کی امامت کی بیعت اس کے نائبوں مثلاً سعادت مآب کمالات انتساب اخوی اعزی شیخ صابر صاحب کے ہاتھ پر کریں اور پوری توجہ، دلچسپی و بلند ہمتی سے جہاد میں مشغول ہوں ۔ اور فقیر کے نام کا خطبہ پڑھیں تاکہ کفار سے جنگ اور جمعہ و عیدین کی نماز مشروع طریقہ پر ہوں ۔ اور دنیا و آخرت میں ثمرات جلیلہ اور اجور جزیلہ کے موجب ہوں ۔

(سیرت سید احمد شہید ۱۸۱ ص)

علمار کی موتمر

ان اطلاع ناموں کے جاری کرنے کے بعد سید صاحب نے علمار کی ایک موتمر طلب کیا۔ جس میں علمار نے سید صاحب کی امامت، وجوب اطاعت کا ایک فتویٰ لکھا اور ایک عہد نامہ مرتب کیا۔ "سیرت سید احمد شہیدؒ" کے الفاظ یہ ہیں:۔

اس کے بعد سید صاحب نے قرب وجوار کے تمام ضلاع کے علمار کو پنجتار میں دعوت دی۔ دو ہزار علمار اور دو ہزار طلبہ کے قریب شریک ہوئے آپ نے اشرف خاں اور خادی خاں کو بھی دعوت دی، وہ بھی آئے جمعہ کی نماز کے بعد آپ نے ایک نہایت بلیغ اور مؤثر تقریر کی جس میں، جہاد کی اہمیت و ضرورت۔ پنجاب کی حالت۔ اور علمار کے فرائض اس طرح بیان کئے۔ کہ لوگوں پر ایک وجد سا طاری تھا۔ بعض بالکل بیہوش تھے۔ اور رو رہے تھے۔ خود آپ پر اتنی رقت طاری تھی کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور حمیت اسلامی کا دریا سینہ میں جوش مار رہا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ میں جاتا ہوں۔ آپ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی گفتگو سنیں مولانا نے مثالوں سے خود ان کی زبان سے کہلوا دیا۔ کہ بیشک امام کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہے۔ اس کے بعد مخالف کا حکم پوچھا۔ اور کہا کہ فقہ کی فلاں فلاں کتابوں کے فلاں فلاں باب فلاں فلاں فصل میں دیکھو۔ وہ

سب کتابیں علماء کے پاس اسوقت موجود تھیں۔ انھوں نے دیکھیں سب نے اطاعت و فرمانبرداری کا عہد کیا۔ علماء نے عربی میں عہد نامہ لکھا۔ اور اپنی مہریں لگائیں۔ خوانین نے فارسی میں عہد نامہ لکھا۔ اور اپنی مہریں ثبت کیں۔ پھر شاہ صاحب نے علماء کو ایک استفتاء لکھ کر دیا جس میں عام عاصی اور باغی کے احکام پوچھے۔ انہوں نے اس کو مفصل و مدلل جواب لکھا۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ سید صاحب کی امامت از روئے قوانین شرعیہ و تعامل ثابت و برحق ہے۔ آپ کی اطاعت فرض ہے۔

(سیرت سید احمد شہید رح ص ۱۶۷)

حضرت حاجی صاحب کی امارت کی نوعیت

حضرت سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی امارت کی طرح شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی امارت و امامت ابتدا ہی میں بغیر کسی اخفاء حال کے ہوئی تھی۔ اس لئے ان دونوں امارت و امامت کا علم خصوصی اور عمومی طور پر ہونا۔ اور تاریخ کے صفحات پر آنا۔ لازمی امر تھا۔ جس کی مختصر تفصیل انقلابی دور کے دوسرے امیر کے بیان میں گذر چکی ہے۔

حضرت شیخ الہند کی امارت کی نوعیت

انقلابی دور کے ان دونوں اماموں سے جداگانہ تیسرے امام کی امارت و امامت کا حال یہ تھا۔ کہ حریم راز میں باریابی رکھنے والوں کی راز داری کا نقشہ یہ تھا۔ کہ ؎ یکے باز دیدہ بردوختہ ٭ دگر باز را بال و پر سوختہ۔ مگر ان سارے جتن کے باوجود قدرت اپنا یہ فیصلہ کر چکی تھی۔ کہ انقلابی دور کے اس آخری امام و امیر کی خدمات کو حریم راز سے باہر کرے گی۔ اور اس نے اس کے لئے سب سے بہتر وثیقہ رولٹ کمیٹی کی رپورٹ کی شکل میں حکومت کی ذمہ داریوں کے ساتھ لکھوایا۔ اس کے بعد اب اس کا منظر عام پر لانا نہ تو راز داری کے خلاف ہوگا۔ اور نہ اب مجھ کو قصور وار سمجھا جائے گا۔ بلکہ قدرت کے منشار کی تعمیل پر محمول کیا جائے گا۔

بہر حال حضرت شیخ الہند ایسے ماحول میں تھے کہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کی ناکامی کے بعد ہندوستان کے اندر انقلابی تحریک کی سکت اور صلاحیت مفقود پاتے تھے۔ خصوصًا ایسی حالت میں کہ ہندوستان اسلحہ سے نہتھا کر دیا گیا تھا۔ بندوق رائفل تو درکنار برچھی، بلم، وغیرہ کی بھی اجازت نہیں رہی تھی۔ اور دو دہری ناکامیوں نے عام قلوب کو دہشت زدہ بنا رکھا تھا۔

ایسی صورت میں حضرت شیخ الہند کے انقلابی اسکیم کا اصلی مواد اندرون ملک سے باہر تھا۔ جس کے ثبوت کے لئے سب سے معتبر وثیقہ حکومت کا وہ

نوشتہ ہے۔ جس کو دنیا رولٹ کمیٹی رپورٹ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ جس کے چند اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

رولٹ کمیٹی رپورٹ کے اقتباسات

(۱) اگست ۱۹۱۶ء میں اس سازش کا انکشاف ہوا جو گورنمنٹ کے کاغذات میں ریشمی خطوط کی سازش کہلاتی ہے۔

یہ ایک تجویز تھی جو ہندوستان ہی میں تیار کی گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ شمالی مغربی سرحد سے ایک حملہ ہو۔ ادھر ہندوستان کے مسلمان اُٹھ کھڑے ہوں۔ اور سلطنت برطانیہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ اس تجویز پر عمل درآمد کرنے اور اس کو تقویت دینے کے لئے ایک شخص مولوی عبیداللہ نے اپنے تین رفقاء فتح محمد اور محمد علی کو ساتھ لے کر اگست ۱۹۱۵ء میں شمالی مغربی سرحد کو عبور کیا۔ عبیداللہ سکھ سے مسلمان ہوا ہے اور صوبہ جات متحدہ کے ضلع سہارن پور میں مسلمانوں کے مذہبی مدرسہ دیوبند میں اس نے مولوی کی تعلیم پائی تھی، وہاں اس نے اپنے جنگی اور خلاف برطانیہ خیالات عملہ مدرسہ کے بعض لوگوں اور کچھ طلبا کو متاثر کیا۔ اور سب سے بڑا جس پر اُس نے اثر ڈالا وہ مولانا محمود حسن تھا۔

رولٹ کمیٹی کے ارکان کا یہ آخری بیان کہ مولانا محمود حسن پر مولوی عبیداللہ نے اثر ڈالا۔ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ بلکہ واقعہ کی صحیح شکل یہ ہے۔ جس کو مولانا سندھی نے خود اپنے قلم سے لکھ کر پریس کو دیا ہے۔ جو الجمعیۃ وغیرہ میں شایع

ہوچکا ہے۔ یعنی وہ شیخ الہند کے تابع تھے۔ متبوع نہ تھے۔

۱۹۱۵ء میں شیخ الہند کے حکم سے کابل گیا۔ مجھے کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا۔ اس لئے میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہ کرتی تھی۔ لیکن تعمیل حکم کے لئے جانا ضروری تھا۔ خدا نے اپنے فضل سے نکلنے کا راستہ صاف کر دیا۔ اور میں افغانستان پہنچ گیا۔

دہلی کی سیاسی جماعت کو میں نے بتایا کہ میرا کابل جانا طے ہوچکا ہے، انھوں نے بھی اپنا نمائندہ بنا دیا۔ مگر کوئی معقول پروگرام وہ بھی نہ بتا سکے۔

کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ جس جماعت کے نمائندہ تھے۔ اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں تعمیل حکم کے لئے تیار ہے۔

(۲) عبید اللہ اور اُس کے دوست پہلے ہندوستانی مجنونان مذہبی کے پاس گئے۔ اور اس کے بعد کابل پہنچے۔ وہاں وہ ترکی جرمنی کے ممبروں سے ملے۔ اور ان سے تبادلہ خیالات کیا۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد ان کا دیوبندی دوست مولوی محمد میاں انصاری بھی آن ملا۔ یہ آدمی مولانا محمود الحسن صاحب کے ساتھ عرب گیا تھا۔ اور ۱۹۱۶ء میں وہ اعلان جہاد ساتھ لے کر آیا جو حجاز کے ترکی فوجی حاکم "غالب پاشا" نے مولانا محمود الحسن کو دیا تھا۔

اثنار راہ میں "محمد میاں" اس تحریر (جو غالب نامہ سے مشہور ہے) کی نقلیں ہندوستان اور سرحدی قوموں میں تقسیم کرتا ہوا آیا۔

(۳) عبید اللہ اور اس کے ساتھی سازشی لوگوں نے ایک تجویز تیار کی تھی کہ جب سلطنت کو مٹا دیا جائے تو ہندوستان میں ایک عارضی حکومت قائم کی جائے۔

(۴) غالب پاشا جس نے "غالب نامہ" پر دستخط کئے تھے۔ آج کل جنگی قیدی ہے۔ اور وہ اس امر کا اقبال کرتا ہے۔ کہ اس نے اس کاغذ پر دستخط کئے تھے۔ جو محمود الحسن پارٹی نے اس کے روبرو پیش کیا تھا اس کے ضروری حصہ کا ترجمہ یوں ہے۔

" ایشیا، یورپ۔ اور افریقہ کے مسلمان ہر قسم کے اسلحہ سے آراستہ ہو کر خدا کی راہ میں جہاد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ خدائے قادر اور قیوم کا شکر ہے کہ ترکی فوج اور مجاہدین دشمنان اسلام پر غالب آگئے ہیں۔ اس لئے اے مسلمانو! اس ظالم عیسائی حکومت پر حملہ کردو۔ جس کی قید میں تم پڑے ہو۔

بہت جلد عزم صمیم سے اپنی تمام کوششوں کو دشمن کے مار ڈالنے کے لئے وقف کردو۔ اور ان سے نفرت اور دشمنی ظاہر کرو۔"

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ مولوی محمود الحسن آفندی جو پہلے ہندوستان کے مدرسہ دیوبند میں تھے۔ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے مشورہ لیا۔ ہم نے اس خیال میں ان کی تائید کی اور

انھیں ضروری ہدایات دے دی ہیں۔ اگر وہ تمہارے پاس آئیں، تو تم ان پر اعتماد کرو۔ روپے اور ہر چیز سے جو وہ طلب کریں ان کی امداد کرو۔

یہ اقتباسات اتنے واضح ہیں کہ کسی تشریح کی حاجت نہیں۔ میرا مقصد ان کی نقل سے محض یہ ہے کہ یہ آخری انقلابی تحریک کا اصلی مواد ہندوستان سے باہر تھا۔ اور اس انقلابی تحریک کے امام اور امیر حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

مگر حضرت شیخ الہند کے لئے بھی اس تحریک میں مشیت الٰہی یہی تھی کہ کامیابی نہ ہو حالانکہ وہ اس سلسلہ میں گورنر مکہ معظمہ غالب پاشا سے ملنے کے بعد مدینہ طیبہ میں انور پاشا اور جمال پاشا سے بھی مل چکے تھے اور انور پاشا کی ہدایت اور مشورہ کے مطابق یہ طے پایا تھا کہ اطراف بغداد سے بحری راستہ سے روانہ ہوکر مکران ہوتے ہوتے ہوئے حضرت آزاد قبائل میں پہنچیں اور اپنے پہنچنے سے پہلے انور پاشا کا تحریر فرمودہ وثیقہ آزاد قبائل میں پہنچا دیں۔ مگر اس کے قبل کہ حضرت شیخ مکہ معظمہ سے روانہ ہوں، شریف حسین کے ہاتھوں عربوں میں بغاوت ہوئی اور آپ گھر گئے اور مقررکردہ اوقات پر روانہ نہ ہوسکے۔ بالآخر مشیت کے ہاتھوں مکہ معظمہ میں گرفتار کئے گئے۔ اور وہاں سے مصر روانہ کردئے گئے۔ اور پھر وہاں سے ۱۵ر فروری ۱۹۱۷ء کو مالٹا روانہ کردئے گئے اور ۲۱ر فروری ۱۷ء کو وہ مالٹا میں لاکر قید کرلئے گئے۔ انقلابی دور کی

تحریک کا یہاں پہنچکر ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔

چار برس کی اسارت اور قید و بند کے بعد ۱۲ مارچ ۱۹۲۰ء یوم جمعہ کو حضرت شیخ الہند مالٹا سے سرکاری حفاظت میں روانہ کیئے گئے اور ۲۰ر جون رمضان المبارک کمبئی پہنچے۔ اسُ وقت معلوم ہوا کہ آپ آزاد ہیں۔ بمبئی میں چند دن قیام رہا۔ خلافت کمیٹی کے کارکنوں سے ملاقاتیں ہیں ہندوستان کی سیاسی حالات سے واقفیت ہوئی، اور آپنے ہندوستان کے ماحول کو یکسر بدلا ہوا پایا۔ ۲۵ر رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو دہلی پہنچے۔ ڈاکٹر انصاری صاحب مرحوم کی کوٹھی پر قیام فرمایا۔

ڈاکٹر انصاری صاحب کی کوٹھی پر مولانا محمد علی۔ ڈاکٹر انصاری۔ حکیم اجمل خان مرحومین سے حالات حاضرہ پر گفتگو فرمائی۔ اور آپ نے یہ ہدایت فرمائی۔

آئینی اور پر امن تحریک میں ہندوستان کا لیڈر کسی ہندو کو ہونا چاہیئے تاکہ تحریک کا بار جو اتبک ہر مرتبہ مسلمان ہی ٹھاتے رہے بقدر حصہ اکثریت پر رہ سکے۔ (عبدالصمد رحمانی)

اس کے بعد آپ دیو بند تشریف لے گئے، صحت پر اثر مالٹا ہی میں پڑ چکا تھا، ہندوستان پہنچ کر اس نے دق کی شکل اختیار کرلیا۔ ۱۰ر ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۰ر نومبر ۱۹۲۰ء کو اس جہان فانی سے دار باقی کو رحلت فرما گئے۔

سے علمار ہند کی شاندار ماضی ملخص صفحہ ۱۸۵ ج ۴

اور انقلابی دور کے آخری امام کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

ایک سوال کا جواب

اس جگہ قدرتی طور پر ایک متفکر دماغ میں یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ انقلابی دور کے آخری امام کے ذہن میں ہندوستان کے اندر "آئینی اور پُر امن تحریک" کا تصور کیونکر پیدا ہوا۔ جبکہ انقلابی زندگی کا ہر لمحہ اس فکر مندی میں گذرا تھا۔ کہ ہندوستان کے اندر انقلاب کا سیلاب ہندوستان کے باہر کے عالم اسلامی کی امداد سے لایا جائے۔ آخر یہ کن اثرات کا نتیجہ تھا؟

اس کا جواب تاریخ کے صفحات پر جو ملتا ہے۔ وہ نہایت اندوہناک ہے، کہ یہ نتیجہ یورپ کے مسموم نظریۂ قومیت کی تحریک" کا تھا۔ جس سے یہ تمام عالم اسلامی مسموم ہو چکا تھا۔ اور انقلابی دور کے اُس آخری امام کے کانوں نے بلاد اسلامیہ عربوں سے "العرب للعربیں" (عرب عربوں کے لئے ہے) کا نعرہ سنا تھا۔ اور آنکھوں نے اس کے پس منظر کا معائنہ کیا تھا۔ اور ترک لوگ اتحاد اسلامی کی بجائے اپنی پناہ اور سلامتی "تورانی قومیت" کی دعوت ہی میں سمجھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اور اس فیصلہ پر پہنچ کر انھوں نے وہ سب کچھ کیا۔ جس پر آج جدید ترکی کی بنیاد ہے۔

حاصل یہ کہ انقلابی دور کے اس آخری امام کا یہ فیصلہ اس حال میں ہوا تھا کہ بصارت کے مشاہدہ کے ساتھ بصیرت نے عالم اسلامی کے مزاج کے فساد کی بنا پر یہ یقین دلا دیا تھا۔ اب موجودہ حالت میں جب تک کہ پھر اتحاد اسلامی کا

نظریہ اور تخیل بروئے کار نہ آئے۔ اُس وقت تک ہم کو اپنے لئے جو کچھ سوچنا اور کرنا پڑے گا، وہ یا ہوسے آنکھ بند کرکے اپنے ہی مقتضائے حال کو پیش نظر رکھ کر کرنا پڑے گا۔

تفصیل سے قطع نظر کرکے عربوں اور ترکوں کی تحریک قومیت کے متعلق ہم چند اقتباس پر اس باب کو ختم کرتے ہیں جس سے ہر شخص اس نتیجہ تک پہونچنے پر مجبور ہوگا۔ جس کا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری فیصلہ میں اظہار فرمایا۔

عربوں اور ترکوں کی قومیت کی تحریک

اس سلسلہ میں مظاہرہ اور پوری تنظیم کے ساتھ عربوں کی قومیت کی تحریک کا وہ اعلان ہے جو "جمعیۃ وطنیہ عربیہ" نے (عرب نیشنل کمیٹی) ۱۸۹۵ء میں شایع کیا تھا جس کا قیام پیرس میں زیر قیادت مصطفیٰ کامل پاشا مصری عمل میں آیا تھا اس اعلان میں جمعیۃ کے مقاصد یہ تھے۔

اہل عرب.... اپنی قومی، تاریخی اور نسلی یکجہتی سے واقف ہو گئے ہیں۔ اور وہ حکومت عثمانیہ سے جدا ہو کر اپنی آزاد سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں، یہ نئی عربی حکومت اپنی قدرتی حدود تک وسیع ہوگی۔ یعنی دجلہ و فرات کی وادیوں سے لے کر نہر سوئز تک اور بحیرہ روم سے لے کر بحیرہ عمان تک ایک عربی سلطان کی آزاد اور دستوری حکومت ہوگی الخ (عربوں کی قومی تحریک صفحہ ۲)

بیسویں صدی کے آغاز میں تحریک زور پکڑنے لگی۔ مختلف انجمنیں اور سیاسی جماعتیں قائم ہوئیں۔ بیروت میں داخلی آزادی کے حصول کے لئے ۸۴ ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔ نیز اسی غرض سے بیروت میں ایک "ریفارم کلب" کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۰۴ء کے لگ بھگ پیرس میں ایک جمعیت کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کی دعوت "عرب عربوں کے لئے" کے اصول پر تھی۔ ۱۸۹۵ء کی عرب نیشنل کمیٹی اور اس کے مقاصد بالکل متحد تھے۔ نجیب عاذوری اُن کا رہنما تھا۔ (عربوں کی قومی تحریک صفحہ ۱)

ترکوں کی "تورانی قومیت" کی تحریک کا اندازہ اسی اقتباس سے کیجئے۔

امیر شکیب ارسلان مدظلہ ان چند عرب لیڈروں میں سے تھے۔ جنہوں نے عربوں کی عام بغاوت کے باوجود آخر دم تک ترکوں کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

عربوں کی بغاوت پر ملامت کرنا اتنا آسان نہیں۔ جتنا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ بغاوت کے گوناگوں اسباب اور عوامل تھے۔ جو اندر اندر اپنا کام کر رہے تھے۔ اور جن سے معمولاً ہندوستان کے مسلمان تقریباً ناواقف ہیں۔ اور سب سے اہم سبب "تورانی سیاست" تھی۔ جس پر انجمن اتحاد و ترقی انقلاب کے بعد چلنا چاہتی تھی۔ حقیقت یہ ہے۔

کہ اس پالیسی کے باعث عربوں اور ترکوں کے درمیان منافرت کی خلیج وسیع ہوتی گئی۔ اور دونوں فریقوں نے اس سلسلہ میں افسوسناک غلطیاں کیں۔ اور یورپ کے خطرہ سے غافل ہو کر باہم دست بگریباں ہو گئے۔ (عربوں کی قومی تحریک صفحہ ۳۲)

خالدہ ادیب خانم نے بھی اپنے لکچر میں جو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں دیا تھا۔ اور وہ اب "ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ ترکوں کی قومیت کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے اس کا اعتراف کیا ہے۔

اور ترک اس پر مجبور رہتے۔ کہ وہ اپنی تنظیم ایک علیحدہ قوم کی حیثیت سے کریں۔ دوسری قوموں سے انہیں کوئی پرخاش نہ تھی۔

(صفحہ ۹)

انقلابی تحریک کی قربانیوں کا نتیجہ

"نتائج کے اعتبار سے انقلاب دور از اول تا آخر بظاہر ناکامیوں کا دردناک مرقع ہے۔ اور علمائے ملت کی قربانیوں کی حسرتناک داستان ہے۔ جس میں بجز ان کی بربادیوں کے۔ قید و بند کے۔ کوڑوں کی مار کے، سفاکانہ تعذیب جسمانی کے، خون کی چھینٹوں کے، بے رحمانہ سلوک کے۔ لوہے کے پنجرے، دل کے ارمان و ارادے کے خون کے اور جبر و دوریہ شعور کے محسوسات کی خوگر نگاہوں کے لئے کوئی دوسری چیز لذت نگاہ نہیں ہے۔ مگر ایک مفکر کے لئے عبرتناک

اور دردانگیز سرگذشت، ہیں وہ سب کچھ ہے جو ہر زمانہ میں امت مسلمہ کی تاریخ
میں روشن باب بن کر مشعل راہ رہی ہے۔ اور سب سے بڑی چیز یہ کہ
اس دردناک مرحلے کے پیش نظر ہو جانے کے بعد ان اکابر کے متعلق یہ
سوء ظن کی راہ نہ رہی۔ کہ انہوں نے دار الاسلام کو دار الکفر بنتے دیکھا اور
بننے کے بعد اس کو خوشگواری کے ساتھ سہار لیا۔ اور اس فریضہ کی ادائگی
سے جو شرعاً کتاب وسنت کی روشنی میں ان پر قیام امارت اور نصب امیر
واجب تھا۔ اس سے منہ موڑ لیا۔ اور راحت کوشی اور تنعم کیشی، رخصت پسندی
یہودیانہ حیلہ سازی اور عدم استطاعت و ناسازگاری ماحول کے بہانہ سے
اپنے نفس کو اور دنیا کو فریب دیا۔ کیونکہ انہوں نے عزیمت کے ساتھ اس
راہ میں وہ سب کچھ کیا، جو اس جماعت کے شایاں شان تھا۔ اور اسی طرح
پامردی، جاں سپاری، للہیت اور فدائیت کے ساتھ کیا جو ان کا حق تھا۔
جس کی آج ہندوستان کی تاریخ میں دوسری نظیر نہیں ہے۔ اور اس کے
متعلق بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ خدا کی وہ دین اور سعادت
تھی جو انہی کے حصہ کی تھی۔ اور انہی کے حصہ میں آئی۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر بوالہوس کے واسطے دار و رسن کہاں

لیکن اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی ناقابل فراموش ہے کہ انہی انقلابی تحریک
کی قربانیوں سے اس کفرزادہ ہند کے مایوس، مجبور، شکست خوردہ مسلمانوں
کے دماغوں میں "اسلامی سیاست" کا تصور اور صحیح شعور مرکوز ہو گیا۔

اور اسلامی سیاست اور امارت اور امیر کے الفاظ دل و دماغ سے نکل کر زبان پر آنے لگے۔ اور اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھکر عمل کی دنیا میں قیام امارت اور نصب امیر کی طرح کی بنیاد پڑ گئی۔ اور یہ اس زمانہ کے ماحول کے اعتبار سے سب سے بڑی چیز ہوئی جس نے مسلمانوں کے لئے صحیح راہ کھول دی۔ اور آج یہ کہنا حقیقت واقعیہ کا اظہار کرنا ہے کہ ہمارا موجودہ حال ان ہی ماضی کی قربانیوں کا نتیجہ اور ثمرہ ہے جس کو حقیقت شناس ضمیر سمجھ کر پکار اٹھتا ہے کہ ؎

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

تاریخ امارت کا آئینی دور

تاریخ امارت کا آئینی دور کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے متعلق صاف اور واضح چیز یہ ہے کہ جس تاریخ کو انقلابی دور کی تحریک کی انتہا ہوئی تھی۔ دراصل اسی تاریخ سے آئینی دور کی ابتدا ہے اور ہم یہ بتا آئے ہیں، کہ انقلابی دور کے آخری امام حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ کو ۱۲ فروری ۱۹۱۷ء کو مالٹا میں لاکر نظر بند کیا گیا تھا۔ جہاں پہنچ کر انقلابی دور کی تحریک کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا تھا۔

اس اجمال کی تفصیل مختصر لفظوں میں ہے کہ ۱۹۱۷ء میں ہندوستان سیاسی تداخل کے عجیب کشمکش میں مبتلا تھا۔ انقلابی تحریک کے جاںباز طین

دار کان کچھ تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رفیق سفر بن کر اور کچھ آپ کی روحانیت کی روشنی میں آپ کے سفر سے پہلے ہندوستان چھوڑ چکے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، مولانا حسرت موہانی وغیرہم جیسی ذمہ دار ہستیاں جو ہندوستان میں تھیں وہ حکومت کی نظر عنایات سے حضرت شیخ الہند کی گرفتاری کی خبر سے پہلے نظر بند کی جاچکی تھیں، سوائے زمانہ میثاق لکھنو ۱۹۱۶ء جو حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلی کی اس تنبیہ کے باوجود کہ یہ میثاق مسلمانوں کی سیاسی موت ہے۔ مسلم لیگ کے ہاتھوں مسٹر جناح کی قیادت میں منظور کیا جاچکا تھا۔ اور مسلمان اپنی اکثریت کے صوبہ میں بھی اقلیت میں آکر سیاسی وزن کھو چکے تھے۔ جس سے سیاسی بصیرت رکھنے والے مفکر دماغ اپنی جگہ پر بے چین مضطرب تھے۔ اور ابھی اس سے افاقہ بھی نہیں ہوا تھا کہ ۱۸ اگست ۱۹۱۷ء کو حکومت خود اختیاری کا شاہی اعلان ہوا۔ اور اس نے آئینی فکر و نظر کا ایک نیا باب کھول دیا۔ لیکن مسلمانوں کی سیاست دینیہ کے بجے بجائے علمبرداروں اور ارباب ہوش پر نیم خفیہ قسم کی جماعت اور حزب اللہ کے قیام کا خمار ہنوز باقی تھا۔ اور اسی کو مسلمانوں کے درد کا صحیح مداوا سمجھتے تھے۔ اور آئینی طریق سے مسلمانوں کی سیاست دینیہ کی طرف فکرمندی کی کوئی نگاہ کنکھیوں سے بھی دیکھنے کے لئے تیار نہ تھی۔

اس دور کا مفکر اول

لیکن قدرت کی جو یہ آفرینی کی یہ عجیب کارپردازی تھی کہ میں اپنی

حالات میں جبکہ ہندوستان سیاسی تداخل کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اور ہندوستان کے سیاسی افق میں نئے دور کے ابھرنے والے آثار اجاگر ہو رہے تھے۔ قدرت صوبہ بہار کے ایک گوشہ میں ایک متفکر دماغ کی تربیت کر رہی تھی۔ جو خاموشی کے ساتھ انتہائی فکر و نظر اور تدبر و تعمق سے نئے پیدا ہونے والے حالات کے ان آثار کو جو سیاسی افق پر ابھر رہے تھے فکر مندی کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا۔ کہ ان حالات میں اسلامی ہند کے لئے۔ ان کی دینی سیاست کے لئے، اسلامی حقوق و مفاد کی نگہداشت کے لئے اور اسلام کے اجتماعی اصول و فروع اور اس کے احکام کو بروئے کار لانے کے لئے اور بقدر وسعت اس کے اجرا و تنفیذ کے مواقع پیدا کرلینے کے لئے۔ ماحول کا مقتضا کیا ہے؟

اور وہ متفکر دماغ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب کی ذات تھی۔

وہ حضرات جن کو مولانا کے ساتھ رہنے اور استفادہ کا شرف حاصل رہا ہے، وہ جانتے ہیں کہ ۱۹۱۷ء میں جبکہ مولانا عملاً انوار العلوم گیا میں درس و افتار کی پرسکون زندگی میں مشغول تھے۔ اور حالات کا فکر مندی سے مطالعہ کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے میثاق لکھنؤ کی آئینی شکست سے نہایت دل گرفتہ اور مضطرب تھے۔ اور اس اضطراب میں اضافہ بھی نہیں ہوا تھا کہ ہندوستان میں یہ خبر پہنچی کہ انقلابیوں کے آخری امام حضرت مولانا محمود الحسن

صاحب قدس سرہ، شریف حسین مکہ کے ہاتھوں گرفتار ہو کر انگریزوں کے حوالہ کر دیے گئے۔ اور ۲۱ر فروری ۱۹۱۷ء کو مالٹا میں لاکر نظر بند کر دیے گئے۔ اس خبر سے مولانا کے خرمنِ ضبط پر بجلی گر گئی۔ اور فکر و نظر کے پرسکون سمندر میں عمل کی تموج اور شورش پیدا ہو گئی۔ اور انقلاب کے آخری امام کی نظر بندی کے چند ہی مہینوں کے بعد ۱۹۱۷ء میں حالات کے اقتضاء نے جن کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں، مجبور کر دیا کہ فکر و نظر کی خلوت گاہ سے نکل کر عمل کی پرشور دنیا میں اور سیاست کی پر خار وادی میں یکہ و تنہا عزیمت و استقلال، ثبات و استقامت کی فوج لے کر ایسی حالت میں قدم رکھیں۔ جبکہ مسلمانوں کی دین اور اسلام کے اصول و فروع اور اس کے احکام کو بروئے کار لانے اور اس کے اجرا اور تنفیذ کے موقع کے پیدا کرنے کا کوئی سر و سامان نہ تھا۔ اس وقت تک نہ تو جمعیۃ علماء ہند کا وجود عمل میں آیا تھا۔ اور نہ خلافت کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ نہ آزادی کی تڑپ رکھنے والوں کی صحیح معنوں میں کوئی جماعت تھی، نہ آئینی طور پر دینی سیاست کی شیرازہ بندی کا کسی کو خیال تھا۔

سیاست دینیہ کی پہلی آئینی جدوجہد

"سعی و عمل کے دو پہلو" کے عنوان کے ماتحت میں اس کی طرف اشارہ کر آیا ہوں کہ تحریک کی صورت انقلابی ہو یا آئینی، ڈھانچہ اور صورت کے تفاوت کے باوجود مقصد اور حقیقت کے اعتبار سے دونوں کی جوہری اور

معنوی حیثیت میں یکسانیت اور وحدت ہوتی ہے۔ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کے سامنے بھی مقصد کے لحاظ سے کوئی نئی چیز پیش نظر نہ تھی، بلکہ ان کا مقصد بھی وہی تھا جو انقلابی دور کے اماموں کا تھا۔ یعنی اسلامی حقوق مفاد کی نگہداشت، اسلامی اصول و فروع اور اس کے احکام کو بروئے کار لانے۔ اور بقدر وسعت اس کے اجراء اور تنفیذ کے مواقع پیدا کرنے کا مسئلہ تھا۔ جس کی اجمالی تعبیر آئین اسلامی کے الفاظ میں قیام امارت شرعیہ یا "نصب امیر" ہے۔

لیکن گذشتہ دور میں اس کے حصول کا طریقہ انقلابی تھا، اور مولانا کے نزدیک اس کے حصول کا طریقہ موجودہ دور کے مخصوص حالات کے ماتحت آئینی تھا۔

اور چونکہ اس طریقہ کار میں سب سے پہلے ضرورت اس بات کی تھی کہ علماء کو صوفیاء کو اور معتمد حضرت کو (جن کو اسلامی تعبیر میں ارباب حل و عقد کہتے ہیں) یعنی موجودہ حالات میں ان اشخاص و افراد کو جو دینی سیاست اور دینی قیادت اور مسلمانوں کی جماعتی امور کے علمبردار تھے۔ اور جن کے پیچھے مسلمانوں کی جماعت تھی، مگر سب کے سب حالات زمانہ کی ناmساعدت سے شیرازہ کے بجائے انتشار کی حالت میں تھے۔ ان کو ایک نقطہ پر جمع کیا جائے۔ اور ان کی شیرازہ بندی کرکے جماعتی شکل دی جائے۔ کیونکہ اصول اجتماعات کے اعتبار سے تاریخی حوادث اور انقلابات کے ماتحت ملک کا یہ مزاج پیدا ہو چکا تھا کہ وہی آواز آواز ہے جو موجودہ دور کے آئینی شکل میں بولی گئی ہو یعنی جماعتی رنگ اور کمیٹی کی شکل اختیار کرکے وہ آواز اٹھائی

گئی ہو۔ ملک کے اندر کسی ایسی آواز کی قیمت باقی نہیں رہی تھی، جو منظم اور مشکل جماعت کی آواز کے ڈھانچہ میں نہ ہو۔ اور اس چیز کا ملک کے مزاج پر اتنا استیلائے عام ہو چکا تھا کہ ملک کی اجتماعی ضرورت ہو، یا کسی قوم یا فرقہ کا اجتماعی مفاد ہو۔ یا کسی شخص و فرد کا شخصی اور انفرادی حق ہو جب تک اس کو آئینی دور کے طریقہ پر منظم اور مشکل صورت میں پیش نہ کیا جائے، اس آواز پر نہ حکومت کان دھرنے کو تیار ہوتی تھی، نہ ملک میں وہ لائق توجہ اور قابل اعتنا سمجھی جاتی تھی، اور ملک کے اس مزاج کا اثر موجودہ دور کی خصوصیات کے ماتحت اتنا عام ہو چکا تھا کہ ملک کا ہر طبقہ اس سے متاثر تھا۔ اس میں نہ تو ہندو مسلمان کی تفریق رہی تھی، نہ حکومت اور غیر حکومت کا امتیاز باقی رہا تھا۔

بہرحال اب وقت کا تقاضا یہ تھا کہ جو کچھ سوچا جائے آئینی شکل میں سوچا جائے۔ اور جو کچھ کیا جائے وہ آئینی شکل میں کیا جائے اور جو جد و جہد بروئے کار لائی جائے وہ آئینی شکل میں لائی جائے۔ اور اقدام و عمل کا جو قدم بھی اٹھایا جائے وہ آئینی شکل میں اٹھایا جائے۔ اور قوم و ملک کے سامنے جو کچھ پیش کیا جائے وہ آئینی شکل میں پیش کیا جائے۔ اور جو راہِ عمل بھی اس کے لئے نکالی جائے، وہ آئینی شکل میں نکالی جائے۔ اور اپنے سر سے غیر شرعی آئین کا استیصال بھی آئینی ہی شکل میں کیا جائے۔ کیونکہ کام کرنے والے کیلئے کام کرنے کی کوئی دوسری راہ اس ماحول میں نہیں تھی۔ اس آئینی طریقہ کار کے اختیار میں غیر شرعی آئین کا اپنے اوپر اپنے اختیار سے لادنا اور گوارا کرنا نہ تھا۔ چنانچہ آئینی دور کے امام اور اس تیرہویں صدی کے مجدد حضرت مولانا

ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ نے وقت کی صحیح نبض شناسی کرکے "قیام امارت شرعیہ" اور "نصب امیر" کے شرعی اور دینی مسئلہ کو جو وقت کا سب سے اہم مسئلہ تھا۔ اور آئین اسلامی کی رو سے واجب اور ناگزیر فریضہ تھا، اسی آئینی طریقہ سے شروع کیا۔ جس کا مقصد مسلمانوں کی صحیح مذہبی تنظیم۔ اور ان کی اسلامی زندگی کی استواری۔ اسلامی حقوق و مفاد کی نگہداشت۔ اسلامی اصول و فروع اور اس کے احکام کو بروئے کار لانے اور بقدر وسعت اس کے اجراء اور تنفیذ کے مواقع پیدا کرنا تھا۔ اور نکاح و طلاق، میراث و خلع کے احکام کی صحیح شرعی صورت میں اقامت تھا۔ اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں "اقامت جمعہ واعیاد۔ وانکاح من لا ولی من الصغار۔ و حفظ مال غائب و اتیام۔ وقسمت ترکات متنازع فیہا علی حسب السہام کے فرائض کو انجام دینا تھا۔ تا آنکہ تمکین فی الارض کی کلید ہاتھ آجائے۔

اس سلسلہ میں مولاناؒ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مدرسہ انوار العلوم (گیا) جسکی بنیاد آپ نے ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں رکھی تھی۔ اس کے سالانہ اجلاس کے نام سے ۳۰ صفر ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۷ء ماہ اکتوبر میں علماء کو دعوت دی اور جلسہ میں علماء کی جمعیۃ کی "انجمن علمائے بہار" کے نام سے بنیاد رکھی۔ اور صوبہ کے ارباب حل و عقد کی ایک جمعیۃ کی شکل میں شیرازہ بندی کی۔ جس کی ضرورت کی طرف روئداد میں مولانا نے ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے کہ :-

۳۰ صفر ۱۳۳۶ھ بوقت شب مدرسہ انوار العلوم میں۔ ان
علماء بہار کا جو بتقریب جلسہ سالانہ مدرسہ انوار العلوم (گیا)
مجتمع تھے، ایک خاص اجتماع اس غرض سے ہوا کہ مسلمانوں کے
مذہبی و ملکی مصائب اور مشکلات حاضرہ کے اسباب اور
ان کے رفع کرنے کے ذرائع و رسائل پر غور کرے۔

جمعیۃ کی اغراض و مقاصد میں صرف دو چیز جامع رکھی گئی تھی، ایک
دعوت اسلامیہ اور دوسرے حفاظت حقوق ملیہ۔

اس کے بعد مولانا کے سامنے عمل کی پر شور دنیا تھی، اور آپ ہمہ تن
اس کے لئے وقف تھے۔ درس و افتاء کی جگہ اب دینی سیاست کی گفتگو
تھی۔ علماء، صوفیاء اور مفکر حضرات سے ملنا جلنا تھا۔ نئی راہ پر لگا کر
نئے طریق کار سے ان کو آشنا کرنا تھا۔ اس کی ضرورت اور ماحول کے
جدید اقتضاء کو سمجھانا تھا۔ پھر سب سے بڑی چیز یہ کہ ان کے دلوں میں
اس نئے ڈھب سے کام کرنے کی اہمیت کو جتلا کر ان کو قبول کرانا اور
اس کی لگن اور دھن ان میں پیدا کرنا تھا۔ اور ان کے دلوں میں
یہ راسخ کرنا تھا کہ اقامت دین، قوانین الٰہیہ کی سربلندی
نظام اسلامی کے قیام، اس کے اصول و فروع اور اس کے
احکام کے اجراء و تنفیذ کے لئے جد و جہد کی صورت
کتاب و سنت کی روشنی میں صرف قتال فی سبیل اللہ ہی نہیں ہے، بلکہ
اس مقصد عظیم کے حصول کے لئے قتال فی سبیل اللہ جہاد فی سبیل اللہ کی

ایک خاص شکل ہے۔ جو خاص حالات میں ایک آخری طریق عمل ہے۔ جب کہ اس کے سوا حصول مقصد کی کوئی اور راہ باقی نہ رہ گئی ہو۔ اور احوال و مواقع بھی اس کی مساعدت کے لئے آمادہ ہوں۔ ورنہ دین کی راہ میں اور سیاست اسلامیہ کو بروئے کار لانے میں دین حق کے کلمہ حق کے اظہار و اعلاء میں، حاصل یہ کہ دعوت اسلامیہ اور حفاظت حقوق ملیہ میں جس وقت اور جس زمانہ میں احوال اور مواقع کے لحاظ سے جو طریق کار بھی اسلامی اصول کی روشنی میں اختیار کیا جائے اور اس کا لحاظ رکھا جائے کہ نصوص اور اصول اسلامی کے خلاف اور اس سے متصادم نہ ہو۔ وہ سب حقیقۃً جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اور اس راہ میں جو قدم بھی اُٹھے گا اس کا خدا کے یہاں اجر ملے گا۔

مولانا علماء بہار کی جمعیت کی بنیاد کے بعد جمعیۃ کے خود ہی مبلغ تھے خود ہی کلرک تھے، خود ہی سفیر تھے، خود ہی ناظم تھے۔ ان ہی کو تنہا سوچنا تھا۔ ان ہی کو ہر چیز کو آئینی شکل و صورت اور ڈھانچہ میں لانا تھا۔ پھر ان ہی کو اس کی ضرورت کو سمجھانا تھا۔ ان ہی کو اس کے برتنے کی صورت کو حل کرنا تھا، پھر بروئے کار لانے کے لئے اس کے مبادیات کو بتانا تھا۔ پھر ان مبادیات کے حصول کے لئے دوڑنا تھا۔ پھر علمائے کرام کو اس پر متفق کرنا تھا۔ اور متفق کرنا ہی نہیں بلکہ ساتھ لے کر چلنا تھا اور میدان عمل میں لاکر ان کے حسب حال ان سے کام لینا تھا، پھر ان کاموں میں مصارف و اخراجات کا جو ناقابل برداشت بار سر پر آجاتا ہے اس کا برداشت کرنا تھا۔

درحقیقت ان ایام میں مولانا کو فقط اسی کی ایک دھن تھی، اسی کی ایک لگن تھی۔ یہی اوڑھنا اور یہی بچھونا تھا۔ خلوت میں بھی اسی پر تبادلہ خیال رہتا تھا۔ جلوت میں بھی موضوع سخن یہی رہتا تھا، اور مولانا کے خصوصیات میں سے یہ ایک بڑی خصوصیت تھی کہ وہ جب کسی کام کو اختیار کرلیتے تھے، تو پھر اس سے چپٹ جاتے تھے۔ اور اس کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتے تھے۔ اور اس وقت تک دم نہیں لیتے تھے اور ان کو اطمینان وسکون نہیں ہوتا تھا جب تک وہ اپنے قوت فیصلہ کی بنا پر اس کی جانب سے مطمئن نہیں ہو جاتے تھے۔

بالآخر مولانا کی انتھک کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا علماء کو ایک جگہ مجتمع کرنے میں، ایک راہ پر لگانے میں، نئے ڈھب، نئے طریقے، اختیار کرنے میں، ماحول کے مقتضیات اور مواقع و احوال کی مساعدت کے ساتھ کام کو بڑھانے میں اور اس کی اہمیت اور اس کی افادیت کو منوانے میں کامیاب ہوگئے۔ اور اسی سال شوال کے مہینہ میں علماء کی جمعیۃ کا پہلا اجلاس بہار شریف میں کیا۔ جس میں صوبہ کے پچاس علماء شریک ہوئے، جس میں صوفیا اور مقتدر حضرات بھی تھے۔ پوری روئداد کے بیان کرنے کی نہ یہاں گنجائش ہے، نہ خاص ضرورت۔ پھر بھی روئداد کی چند سطریں بلفظہ یہ ہیں:-

انجمن علماء بہار کے پہلے اجلاس کی تاریخ ۵-۶-شوال ۱۳۳۶ھ مقرر کی گئی تھی۔ "اخبارات میں کئی ہفتے پہلے سے اطلاع شایع ہو چکی تھی۔ پھر مطبوعہ خطوط اور اشتہارات کے ذریعے صوبہ بہار و اڑیسہ

کے علمارکرام کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ قصبۂ بہار میں اجلاس اول کے انعقاد کا انتظام کیا گیا تھا۔ مدرسہ عزیزیہ کے وسیع احاطہ میں شامیانہ نصب کیا گیا تھا۔ حاضرین کی نشست کیلئے شامیانے کے نیچے تخت بچھائے گئے تھے۔ جو بالکل سادگی مگر خوبصورتی کے ساتھ فرش وفروش سے آراستہ کئے گئے تھے، متعدد کمرے اور ایک طویل وعریض ہال علمار کرام کے قیام وآرام کے لئے مخصوص کردیے گئے تھے حاضرین کی معقول تعداد سے جگہ معمور ہوجایا کرتی تھی۔

مولانا کو اس پہلے ہی اجلاس میں علما کے زمانہ اور ماحول کے مقتضیات پر غور کرنے میں اور دلچسپی لینے میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ذیل کی چند تجویزوں سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ اس اجلاس میں کل ۱۹ تجویزیں منظور کی گئی تھیں۔

اجلاس اول کی چند تجاویز

۱۔ انجمن علمار بہار نہایت زور کے ساتھ اعلان کرتی ہے کہ بہار کا طبقہ علمار اپنے مناصب کا احساس کرتے ہوئے جمیع فرائض منصبی کے ادا کے لئے ہمہ تن آمادہ وتیار ہوجائیں۔ بالخصوص امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے قدرتی منصب پر بلاخوف وبلا لحاظ لومة لائم کھڑا ہوجائے۔ اور اظہار صداقت میں کسی خطرہ کی پروانہ کرے۔

۲۔ یہ انجمن ایک قومی بیت المال کے قیام کی تحریک پیش کرتی ہے۔ جس کی آمدنی دوامی چندۂ علما و غیر علما اور عام عطیات وغیرہ سے حاصل ہو اور تکمیل مقاصد انجمن علما بہار اور دیگر مذہبی و قومی ضرورتوں میں صرف ہو۔

۳۔ یہ انجمن تجویز کرتی ہے کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی پاک زندگانی ہمیشہ باامن اور بے لوث رہی ہے۔ ان کی نظربندی سے علماء بہار کو سخت بے چینی ہے۔ اور حکومت ہند سے چاہتی ہے کہ ان کی آزادی سے تمام مسلمانوں کو مستفید ہونے کا موقع دیا جائے۔

۴۔ انجمن علماء بہار اعلان کرتی ہے کہ اضحیہ بقر شعائر اسلام و سنت نبویہ ہے یہ ہمیشہ حسب دستور برقرار و جاری رہیگی اور مواضعات میں مخالفین اسلام کے دباؤ سے ترک اضحیہ بقر پر جو مصالحت کی گئی ہے، وہ بالکل باطل اور ناجائز ہے اور ایسے عقد مصالحت کا نقض واجب ہے۔

۵۔ مولانا ابو الکلام، مسٹر محمد علی، مسٹر شوکت علی و دیگر نظربندان اسلام کی آزادگی کے بھی ہم لوگ متمنی ہیں۔ اور اپنے سیاسی اور بالخصوص جدید اصلاحات ہند پر غور و فکر کرنے کے لئے ان کی آزادی کو بیحد ضروری خیال کرتے ہیں۔

۶۔ یہ انجمن متولیان اوقاف صوبۂ بہار سے جائداد موقوفہ کے وقف نامہ کی نقل طلب کرتی ہے، اور پھر متولیوں سے دریافت کرتی ہے کہ اس کا عمل درآمد ٹھیک ہے یا نہیں؟

ان چند تجاویز کی ہمہ گیری، اس کا لب و لہجہ، اس کا وزن، معاملات

پر نظر، دین و سیاست کا کھلا امتزاج، اوقاف کی اصلاح، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا خیال، بیت المال کا قیام، ایسے تمام مواد سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ فکر و نظر کی خلوت گاہ میں مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کا متفکر دماغ کیا کچھ سوچ رہا تھا اور کس طرح قدرت نے اس نئے دور کے اندر تجدیدی خدمات کے لئے تیار کیا تھا۔ نیز یہ کہ آئینی دور کا یہ امام کن جذبات کو لے کر میدان عمل میں اترا تھا اور کیا تمنائیں تھیں جو اس کے پہلو میں تڑپ رہی تھیں۔

ہر شخص پہلی نگاہ میں اتنا ضرور اندازہ کرلے گا کہ مولانا کے سامنے ابتدا ہی سے جس طرح دعوتِ حق کا اظہار و اعلان اور اعلائے کلمۃ اللہ جو جمعیۃ کے اغراض کا پہلا جزو ہے۔ اسی طرح مولانا کے سامنے ابتدا ہی سے حفاظت حقوق ملیہ کا مسئلہ بھی تھا جو جمعیۃ کا دوسرا جزء ہے۔ وہ جس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قیام اور اس کی ادائے گی کی دعوت دیتے ہیں، اسی طرح حقوق ملیہ کی حفاظت اور قربانی بقر کے ترک اور غلط مصالحت پر ملامت بھی کرتے ہیں، اور اس کو باطل اور ناجائز قرار دیتے ہیں۔ پھر ابتدا ہی سے ان کے پیش نظر یہ مسئلہ بھی تھا کہ حقوق ملیہ اور مفاد دینیہ کے بروئے کار لانے کے لئے سب سے پہلی چیز اس کے وسائل و مبادیات پر قابو پانا ہے، اس کے لئے بیت المال کی بنیاد بھی رکھتے ہیں۔ اور راہ حق کے مجاہدین کی نظر بندی پر احتجاج بھی کرتے ہیں۔

جمعیۃ علمار ہند اور خلافت کمیٹی کا قیام

یہ پہلا اجلاس جو ۵، ۶ر شوال ۱۳۳۶ھ کو ہوا۔ یہ غالباً جون ۱۹۱۸ء میں تھا
جس کے چند مہینوں کے بعد ۱۹۱۸ء کے ماہ نومبر میں جنگ عظیم کی صلح کا اعلان ہوا
اور اس کے بعد ملک جن چیزوں سے دوچار رہا۔ وہ تاریخ کے ادنی طالب علم
کو بھی معلوم ہے کہ جنگ عمومی کے ختم ہونے پر جو ہندوستانی مرکھپ کر ہندوستان
واپس ہوئے تھے، ہندوستان پہنچتے ہی ان کو رولٹ ایکٹ کا انعام ملا۔
پھر جلیان والا باغ کا دردناک اور المناک تاریخی واقعہ پیش آیا۔ مارشل لا
جاری کیا گیا۔ گرفتاریاں ہوئیں اور وہ سب کچھ عمل میں آیا جو جنرل اوڈائر
کی تاریخ میں سیاہ حرفوں میں لکھا ہوا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ اور قدرتی
ردّ عمل یہ ہوا کہ ملک میں جفا کاری، سفاکی، خونریزی کے جواب میں آئینی
مقابلہ کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور ستیہ گرہ سبھا، اور خلافت کمیٹی اور جمعیۃ علمار کی
بنیاد پڑی۔ اور مولانا سجادؒ صاحب کے آئینی انقلاب کا نظریہ کھل کر پوری
طاقت سے بجائے خلوت کے جلوت میں مظاہرہ کے ساتھ رونما ہوا اور
اب مولانا ہمہ تن اس کے لئے وقف ہو گئے۔ چنانچہ خلافت کمیٹی کی بنیاد کی
پہلی اینٹ جو بمبئی میں رکھی گئی۔ اس میں حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد
صاحبؒ اور حضرت مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محل لکھنؤ کا ہاتھ تھا۔
اس کے قیام کے بعد مولانا جب بمبئی سے واپس ہوئے تو ہندوستان
میں جو دوسری خلافت کمیٹی قائم ہوئی، وہ گیا میں مولانا کے ہاتھوں

قائم ہوئی اور تیسری خلافت کمیٹی مولانا نے پھلواری شریف میں قائم کی۔

جمعیۃ علماء اور خلافت کمیٹی کا پہلا اجلاس عام ۱۷ نومبر ۱۹۱۹ء کو امرتسر میں ہوا۔ اور پورے ایک سال کے بعد اس کا دوسرا اجلاس عام ۱۹-۲۰-۲۱ نومبر ۱۳۳۹ھ کو دہلی میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کی صدارت میں ہوا۔

اس ایک سال کی مدت تک جمعیۃ علماء ہند کیا کرتی رہی اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ اس فریضہ کی انجام دہی اور انہیں سبادیات موانعات قابو پانے میں تگ و دو کرتی رہی۔ جن میں صوبہ بہار کے اندر حضرت مولانا محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۰ صفر ۱۳۳۶ھ کو علماء کی جمعیۃ کے انعقاد کے بعد دس ماہ تک منہمک رہنے کے بعد ۵ ر ۶ ر شوال ۱۳۳۶ھ کو بہار شریف میں اجلاس عام کر سکے تھے۔ جمعیۃ علماء کی روئداد کے الفاظ یہ ہیں:

جمعیۃ کا زیادہ وقت اجتماع علماء میں صرف کیا گیا: بچھڑوں کو ملانا روٹھے ہوؤں کو منانا۔ اس غرض کے لئے سفر کرنا۔ مکالمہ مراسلہ، مذاکرہ غرض امکانی ذرائع استعمال کئے گئے۔ جب جمعیۃ علماء ہند) ان موانع پر غالب آئی جو علماء کی مقدس جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (روئداد بابت ۱۳۳۹-۳۸ھ)

اس تگ و دو کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرا سالانہ اجلاس امید سے زیادہ کامیاب ہوا۔ ہر صوبہ سے صرف علماء کرام پانچ سو سے زیادہ تعداد میں شریک ہوئے۔ اس دوسرے اجلاس کی کارروائی کے الفاظ یہ ہیں:۔

جمعیۃ علماء ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس ۷-۸-۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دہلی میں منعقد ہوا۔ اور خدا کے فضل و کرم سے جس شان و شوکت اور امن و اطمینان سے ہوا۔ وہ دیکھنے والوں کے دل خوب جانتے ہوں گے۔ ہندوستان۔ بنگال۔ سندھ۔ صوبہ سرحد غرض کہ ہر گوشۂ ملک کے نمایندے علماء کرام موجود تھے پانچ سو سے زیادہ صرف حضرات علماء شریک جلسہ ہوئے۔ الخ

(تجاویز اجلاس دوم)

مسئلہ امارت آئینی تحریک کی روشنی میں

جمعیۃ علماء ہند کا یہ دوسرا اجلاس آئینی حیثیت سے پہلا اجلاس عام تھا جس میں اسلامی ہند کے ذمہ دار علماء اور ارباب حل و عقد جمع تھے اور در اصل صحیح معنوں میں یہی پہلا اجتماع تھا۔ جو تمام اسلامی ہند کا نمایندہ اجتماع تھا۔ اور آئینی حیثیت سے یہ پہلا موقع تھا کہ آئینی طریقہ پر پورے اسلامی ہند کے لئے امیر شریعت یا امیر الہند کا مسئلہ طے کیا جاتا۔

چنانچہ اس اجلاس کے موقع میں حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نے مسئلہ امارت فی الہند کو ارباب حل و عقد کے سامنے رکھا اور اس فریضہ حیات کی طرف توجہ دلایا۔ جو آئین اسلامی کی رو سے ان پر واجب تھا۔ اور سیاست دینیہ کا صحیح مداوا تھا۔ حضرت شیخ الہند نے رجو انقلابی تحریک کی ناکامی کے بعد تبدیلی ماحول کی

کی وجہ سے پُرامن آئینی تحریک کے متعلق آج سے بہت پہلے مالٹا سے دلی پہونچنے پر ڈاکٹر انصاری مرحوم کی کوٹھی پر دیوبند جانے سے پہلے اپنے خیال کا اظہار فرما چکے تھے، اسلامی اور دینی سیاست کے اس صحیح مداوا کی سب سے پہلے حمایت کی۔

وہ لوگ جو اس اجلاس میں شریک تھے وہ جانتے ہیں کہ اس وقت حضرت شیخ الہند ایسے ناساز تھے کہ حیات کے بالکل آخری دور سے گذر رہے تھے۔ نقل و حرکت کی طاقت نہ تھی۔ لیکن باوجود اس کے ان کو اصرار تھا کہ اس نمائندہ اجتماع میں جب کہ تمام اسلامی ہند کے ذمہ دار اور ارباب حل و عقد جمع ہیں۔ امیر الہند کا انتخاب کر لیا جائے اور میری چارپائی کو اٹھا کر جلسہ گاہ میں لے جایا جائے۔ پہلا شخص میں ہوں گا۔ جو اس امیر کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔ مگر نزاکت حال کو دیکھ کر طبیب ڈاکٹر اور خدام مخلصین کی اس وقت رائے ہوئی۔ کہ حضرت شیخ الہند کو اس وقت تکلیف نہ دی جائے۔ اور اس مسئلہ کو حضرت شیخ الہند کی صحت پر اٹھا کر رکھا جائے تاکہ پورے اطمینان اور انشراح صدر کے ساتھ اس کو عمل میں لایا جائے۔ نجی طور پر صوبائی امارت پر بھی گفتگو ہوئی اور اس میں مضائقہ نہ سمجھا گیا۔ لیکن حضرت شیخ الہند کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ آپ اس مرض سے جاں بر نہ ہو سکے۔ اور جمعیۃ علماء ہند کے اس اجلاس کے ایک ہفتہ بعد ہی آپ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اس کے بعد جمعیۃ علماء ہند

کے اجلاس عام اور مجلس منتظمہ میں امارت فی الہند کا مسئلہ مختلف صورتوں میں آیا۔ مگر ایسے حوادثات اور واقعات پیش آتے رہے، جس کی وجہ سے عمل کا موقع نہ پیدا ہوسکا۔ جسکی مختصر تاریخ حضرت نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں یہ ہے۔

جمعیۃ علماء ہند اور امارت شرعیہ فی الہند

جمعیۃ علماء ہند نے ۱۹۲۱ء کے ۱۹ نومبر میں امارت شرعیہ فی الہند کی تجویز منظور کی۔ جو زیر صدارت حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد منعقد ہوا تھا۔ اور اس اجلاس میں امیر شریعت کے اصول منضبط کر کے اور بعض امور کی تشریحات کے لئے ایک مجلس بنائی اور اسی اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ ایک ماہ بعد فورًا ایک دوسرا اجلاس اس مسودہ کی منظوری اور انتخاب امیر الہند کے لئے منتخب کیا جائے گا۔ جس ہفتہ میں اجلاس خصوصی تھا۔ وہی وقت حکومت کے جبر و استبداد کے کامل مظاہرہ اور قوم کے دلیرانہ مقابلہ کا تھا۔ اور مولانا ابوالکلام صاحب آزاد اور دوسرے علماء وغیرہ بھی گرفتار ہوئے۔ اور شاید دشمنان اسلام کی طرف سے جابجا مختلف عنوانات سے یہ مشہور کیا گیا کہ اجلاس ملتوی ہوگیا۔ یہ بات بھی لگتی ہوئی تھی۔ کیونکہ خاص خاص مراکز میں گرفتاریاں عام تھیں جن اراکین کے کانوں تک التوا کی غلط آواز پہنچی۔ انھوں نے قرائن پر قیاس کر کے صحیح سمجھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتنے ارکان نہ پہنچ سکے۔ جن کی موجودگی میں اجلاس

منعقد ہو سکتا۔ مگر پھر بھی بعض حضرات علماء اکابر و بعض ارکان زعمائے ہند پہنچ گئے تھے۔ مثلاً مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب۔ مولوی ظہور احمد صاحب سکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ وغیرہ۔ آخر ان حضرات کا باہمی مشورہ ہوا۔ اور اس مجلس نے جو ترتیب مسودہ کے لئے مرتب ہوئی تھی مسودہ مرتب کیا۔

بعدۂ کچھ ایسے واقعات و حوادث پیش آئے کہ اس مسودہ پر مجلس منتظمہ کو غور کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس بنا پر جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس اجمیر میں یہ غور کیا گیا کہ امارت شرعیہ ہند کے قیام میں بوجوہ متعدد تعویق ہے۔ اس لئے جب تک صوبہ وار امارت شرعیہ قائم کی جائے اور اس لئے جمعیۃ علماء ہند نے صوبہ دار جمعیتوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک تجویز[1] کے ذریعہ ان کو ہدایت کی کہ جلد از جلد صوبہ دار امارت شرعیہ قائم کریں مگر

---

[1] وہ تجویز جو اجمیر میں بصدارت مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محل لکھنؤ منظور ہوئی تھی اس کے الفاظ یہ تھے۔

جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس منعقدہ لاہور نے طے کر دیا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی تنظیم و اقامت محاکم شرعیہ و بیت المال کے لئے امیر الہند کا انتخاب کیا جائے۔ چونکہ امیر الہند کا انتخاب بظاہر اس وقت تک مشکل ہے جب تک صوبہ دار امرا منتخب نہ ہو جائیں۔ لہذا جمعیۃ علماء ہند کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ جلد امراء صوبہ کا انتخاب عمل میں آئے اور ہر صوبہ کی جمعیۃ کو توجہ دلاتا ہے جلد از جلد اس غرض کے لئے جمعیۃ صوبہ کے عام اجلاس کر کے اپنے صوبہ کے واسطے امیر شریعت انتخاب کرلے انتخاب امیر سے قبل اس کے فرائض و اختیارات و قواعد مرتب کر کے جمعیۃ علماء ہند سے منظور کرا لئے جائیں۔ (بتاریخ ۳-۴-۵ رجب ۱۳۴۰ھ)

اکثر صوبوں کے ناظمین جو اس دور میں اپنے صوبہ کے کاموں کے ذمہ دار تھے
گرفتار کرلئے گئے۔ غالباً اس تجویز پر عمل نہ کرسکے۔

پھر فروری ۱۹۳۲ء میں بمقام دہلی جلسہ منتظمہ میں مسودہ فرائض و
اختیار "امیر شریعت" اور "نظام نامہ امارت شرعیہ فی الہند" کو
طبع کراکر تمام ارکان انتظامیہ جمعیۃ علماء ہند اور دیگر اہل الرائے کی خدمت
میں بھیجنے کی تجویز ہوئی۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق عمل بھی ہوا۔ یہ ہیں
جمعیۃ علماء ہند کے مساعی جمیلہ جو اُس نے ہندوستان کے اندر سب سے
پہلے اجتماعی زندگی کے اصول کے قیام اور اجرائے نظام کے لئے
آج تک انجام دئے ہیں۔

(خطبہ صدارت مراد آباد ۱۳۳۱ھ)

آئینی دور کا پہلا امیر

حضرت مولانا شاہ بدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کے اجلاس جمعیۃ علماء ہند دہلی میں جب حضرت
شیخ الہند کی علالت اور ان کی نزاکت حال کی وجہ سے مسئلہ امارت
فی الہند کا التوا ہوگیا۔ اور اس اجلاس میں امیر الہند کا انتخاب ہوسکا
اور اس کے ایک ہی ہفتہ کے بعد حضرت شیخ الہند کا انتقال بھی ہوگیا۔ تو
حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نئی عزیمت لے کر دہلی سے
واپس ہوئے اور آپ کے اولوالعزمانہ قوت فیصلہ نے آپ کے قلب
میں اس ارادہ کو راسخ کر دیا۔ کہ علماء کی جمعیۃ کی طرح بغیر کسی انتظار و
تعویق کے امارت کے مسئلہ کی بنیاد بھی پہلے صوبہ بہار ہی میں رکھی جائے
اور اس سب سے بڑے دینی مسئلہ اور اہم فریضہ میں بھی اسلامی ہند
کے لئے صوبہ بہار ہی نمونہ بنے اور سیاست دینیہ کے اس نظریہ کو
جو دار الحرب میں بقدر وسعت عمل میں لانا آئین اسلامی کی رو سے
وقت کا سب سے زیادہ اہم اور وجوبی مسئلہ ہے اس کے نظام کو عملی
رنگ میں برت کر اسلامی ہند کے اقدام و عمل کے لئے راہ کھول دے
چنانچہ مولانا نے اس سلسلہ میں علماء بہار سے انفرادی گفتگو اور نجی
مشاورت کے بعد رجب ۱۳۳۹ھ میں جمعیۃ علماء بہار کی مجلس منتظمہ کا

پھلواری شریف میں جلسہ طلب کیا۔ اور اس میں چند تجویزیں منظور کی گئیں جن کا حاصل یہ ہے۔

۱۳۳۹ھ (جمعیۃ علماء بہار کا) اجلاس سوم بمقام دربھنگہ منعقد ہو، اور اس اجلاس کی صدارت کے لئے مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کو تکلیف دی جائے۔ اور مولانا عبدالحمید صاحب دربھنگہ (ناظم مدرسہ حمیدیہ) کی دعوت قبول کی جائے۔ کہ جمعیۃ بہار کا تیسرا اجلاس عام دربھنگہ میں ہو۔ ۲۳ رہم ۲۔ شعبان ۱۳۳۹ھ مطابق ۲ و ۳ رمئی ۱۹۲۱ء کو جمعیۃ علمائے بہار کا تیسرا اجلاس عام دربھنگہ میں منعقد ہوا۔ اور جناب مولانا مقبول احمد خاں صاحب صدر مجلس استقبالیہ کی مساعی اور ان کے پرجوش اور مخلصانہ تگ و دو سے یہ اجلاس نہایت شاندار اور کامیاب ہوا۔ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد چونکہ ناگہانی علالت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے اس لئے باتفاق رائے اس اجلاس کی صدارت حضرت مولانا شاہ سید محی الدین صاحب پھلواری نے فرمائی۔ اور اس اجلاس میں یہ تجویز بالاتفاق منظور کی گئی کہ:۔

یہ جمعیۃ تجویز کرتی ہے کہ صوبہ بہار و اڑیسہ کے محکمہ شرعیہ کے لئے ایک عالم اور مقتدر شخص کا امیر ہونا انتخاب کیا جائے۔ جس کے ہاتھ تمام محاکم شرعیہ کی باگ ہو اور اس کا ہر حکم مطابق شریعت ہر مسلمان کے لئے واجب العمل ہو۔ نیز تمام علماء و مشائخ اس کے ہاتھ پر خدمت و حفاظت اسلام کے لئے بیعت کریں۔ یہ بیعت

سمع وطاعت ہوگی۔ جو بیعت سلسلہ طریقت کے علاوہ ایک ضروری اور اہم چیز ہے۔

یہ جمعیت متفقہ طور پر تجویز کرتی ہے کہ انتخاب امیر محکمہ شرعیہ کے لئے ایک خاص اجلاس علمار بہار کا بمقام پٹنہ وسط شوال میں منعقد کیا جائے۔

اس اجلاس کے بعد پٹنہ میں اجلاس خصوصی کے نظم کی داغ بیل ڈالدی گئی اور ایک مضبوط مجلس استقبالیہ کا قیام عمل میں آیا حضرت مولانا سید شاہ حبیب الحق صاحب (سجادہ نشیں خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ) صدر مجلس استقبالیہ اور جناب حکیم عبدالحی صاحب (پروفیسر طبیہ کالج پٹنہ) ناظم اور مولانا اعتماد حسین صاحب (امام مسجد لون پٹنہ) خازن منتخب ہوئے۔ اور اجلاس خصوصی کی صدارت کے لئے مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کا نام منظور ہوا۔

مجلس استقبالیہ پورے انہماک کے ساتھ اپنے نظم میں مشغول ہوگئی۔ اس کے سامنے جماعتی زندگی کی ایک جدید دنیا تھی۔ جدید دور کا آغاز تھا۔ نئی نوعیت کا ولولۂ عمل تھا۔ جوش تھا۔ اخلاص تھا۔ امت اور جماعت کی بہتری کا والہانہ جذبہ تھا۔ جماعتی ابتری اور انتشار پر دل میں درد تھا۔ اسلامی اصول پر شرعی نظام کو بروئے کار لانے کا فریضہ پیش نظر تھا اور ہر رکن اس راہ میں انتہائی شغف سے رضاکارانہ طریق پر اپنی خدمت انجام دے رہا تھا۔

مگر اس کے ساتھ سنت اللہ کا یہ قدرتی اصول بھی کارفرما تھا کہ ہمیشہ ہر نئی تحریک کے لئے ہر دور میں کچھ لوگ شک وشبہہ کی نظر سے دیکھنے والے ضرور پیدا ہو گئے ہیں۔ یہاں بھی امیر اور اطاعت امیر کے مسئلہ کو اشتباہ کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اور سیاست وقیادت کے ٹھیکہ داروں کو خطرات کے دل بادل نظر آنے لگے۔ اور ان مواقع پر ہوائے نفس کے اصلی جذبات پر پردہ پوشی کے لئے غلط طریقہ پر دین کو، دین کی کتاب کو دین کے آئین کو جس طرح ہمیشہ استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح امارت شرعیہ کے متعلق بھی بے مایہ اور بے وزن شبہات زبان پر آنے لگے۔ اسی موقع پر مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ مسئلہ کی حقیقت کو صفائی کے ساتھ ملک اور اعیان ملک اور جملہ ارباب حل وعقد کے سامنے رکھ دیا جائے۔ اور آپ نے اس کے لئے اپنا وہ تاریخی مکتوب مرتب فرمایا جو پورے صوبہ بہار میں تمام ذمہ دار حضرات کی خدمت میں طبع کراکر بھیجا گیا۔ اور ہر پہلو کو صفائی کے ساتھ ان پر واضح کر دیا گیا۔ یہ مکتوب اپنی افادیت کے لحاظ سے جتنا ضروری ۱۳۳۹ھ میں تھا۔ اتنی ہی ضروری آج بھی ہے۔ اس لئے ہم اس کو بلفظہ نقل کر دیتے ہیں:-

(صفحہ ۶۱ پر ملاحظہ ہو)

حضرت مولانا سجادؒ کا تاریخی مکتوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دفتر جمعیۃ علماء بہار
مقام گیا
محررہ ۱۶ر شوال

محترمی! زاد مجدکم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

جناب کو جمعیۃ علمائے بہار کے غیر معمولی اجلاس کی شرکت کی دعوت نہایت خلوص کے ساتھ دے رہا ہوں، اور جس اہم مقصد کی غرض سے خاص اجلاس قرار پایا ہے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کے متعلق مختصراً شرعی حیثیت سے اپنے خیالات ظاہر کر دوں، تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔ اور اس مسئلہ کے متعلق جس قدر شکوک اوہام ہیں زائل ہو جائیں۔

جناب اس مسئلہ کی ضرورت و اہمیت سے یقیناً باخبر ہوں گے۔ کہ جب مسلمانوں کے بلاد پر کفاروں کا استیلا و غلبہ ہو جائے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے نظام شرعی کے قیام و بقا کے لئے مسلم والی (امیر محکمہ شرعیہ) منتخب کریں۔

تقریباً ڈیڑھ سو برس کا زمانہ گذر ا کہ مسلمانان ہند پر یہ فرض عاید ہو گیا ہے یعنی جب سے حکومت اسلامیہ کا زوال سرزمین ہند سے ہوا۔ لیکن

غفلت وتساہل باہمی تخالف یا عدم مساعدت اسباب کی وجہ سے مسلمانان ہند نے اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں کی جس کا لازمی نتیجہ وہی ہوا جو ہونا تھا۔

کیا آج مسلمانان ہند کی زندگی باہمہ زہد وتقویٰ حقیقتاً ایک غیر شرعی اور جاہلیۃ کی زندگی نہیں ہے؟

ہم نے شخصی اور اجتماعی زندگی ونیز ان کے احکام کی طرف کبھی توجہ نہیں کی۔ ان سب کی اہمیت کو کبھی مدنظر نہیں رکھا۔ ہم نے صرف ادا کاری فرائض شخصی بغیر تنظیم شرعی سعادت عظمیٰ سمجھا۔ اور باعث نجات جو ایک طرح پر رہبانیت ہے اور معبر بجاہلیۃ۔

اس اہم فریضہ کی ادائیگی میں سے آج تک جو کوتاہی ہوئی ہے اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے عنداللہ کوئی عذر معقول نہیں ہے۔ آپس کی جنگ وجدال، فروعی اختلافات کا ہونا۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحہ امام بخاریؒ یا حضرت عمر ابن الخطابؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے امثال و نظائر کا فقدان عذر غیر مقبول ہے اور مسقط وجوب نہیں کما لایخفی کیونکہ اول الذکر شئے اختیاری اور خود ساختہ ہے۔ اور ثانی الذکر کے غیر معتبر ہونے کے لئے نظیر سلف موجود کہ امامت عظمیٰ کے شرائط میں بھی حسب ضرورت تنزل اختیار کیا گیا۔ مگر یہ صورت اختیار نہیں کی گئی کہ بصورت فقدان جامع الشرائط اصلی وجوب انعقاد وامامت ساقط ہے۔ پس جبکہ آج ہم لوگوں کو تنبہ ہوگیا ہے۔ اور توفیق اللہ جل شانہ

نے بھی مساعدت کی ہے، تو اب فریضہ کی ادائیگی میں ادنی تساہل بھی بدترین جرم ہے۔ اور بالخصوص بہ نظر حالات موجودہ اور حوادث لاحقہ جو غالبًا بہت جلد ظہور پذیر ہوں۔ اب اس کا موقع بھی باقی نہیں کہ کچھ اور تاخیر کی جائے۔ بلکہ ہم پر واجب ہے کہ اس اہم امر کو فورًا انجام دیتے ہوئے اس تیزی سے قدم اٹھائیں کہ برسوں کی مسافت مہینوں اور مہینوں کی دنوں اور دنوں کی لمحوں میں طے پا جائے۔ ورنہ یاد رکھئے کہ اگر خدا نخواستہ آج بھی ہماری جماعت کے تنافس تفاخر کا پہاڑ فروعی اختلافات کا خلیج اس راہ میں حائل ہوا تو سرزمین ہند میں جو ہماری حالت ہو رہی ہے اس سے بھی بدتر ہو جائے گی اور ہمارے علماء و مشائخ کی یہ محترم جماعت اپنے طرز عمل سے تمام دنیا پر ثابت کردے گی کہ ان میں کام کرنے کی صلاحیت نہیں، اور پھر اس جماعت کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ اصلاح امت وراثت انبیاء کے دعووں سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو جائیے اور جرات کرکے نہایت صفائی کے ساتھ اعلان عام کردے کہ ہم میں امت کی رہبری کی صلاحیت نہیں امت مسلمہ اپنا رہنما کسی اور کو تلاش کرے

محترما! جناب کو معلوم ہے کہ امت کی ہدایت اور اس کی فلاح و بہبود کا خیال نظام شرعی کا قیام و بقا وغیرہ کی ساری ذمہ داریاں عند اللہ کس جماعت پر عائد ہوتی ہیں؟ علماء کرام و ذی علم مشائخ صوفیائے عظام اور صرف انہیں پر۔ کہ یہی حضرات

قدرتاً اور من اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے قائد ہیں۔ رہنمائی کی تمام تر ذمہ داری انھیں حضرات کے سر ہے۔

یہی حضرات شرعاً ارباب حل وعقد ہیں۔ اس لئے اس اہم امر کا بحسن وخوبی انجام دینا بھی صرف انھیں کا کام ہے۔ اور اس کے لئے جس قدر بھی ایثار وقربانی کی ضرورت ہو اور مشکلات کا سامنا پڑے، نہایت دلیری کے ساتھ برداشت کرنی چاہیئے۔ اور میرے نزدیک تو یہ مسئلہ نہایت سہل الحصول ہے۔

صرف اپنے ذاتی اغراض اور شخصیت کو قربان کرنا ظنون فاسدہ و اوہام کاسدہ کا دور کرنا کافی ہے۔ پھر پھر خدا اور اپنے دین اسلام کے لئے ایک متحدہ مقصد میں متفق الخیال والعمل ہونا چاہیئے۔

جو چیز ہمارے محترم علماء ومشائخ کو اس امر کی طرف اقدام کرنے سے روکتی ہے۔ اور جو باوجود اقرار وجوب وتحقیق ضرورت اس امر کے انجام دیتے ہیں سخت متردد ومتفکر بنا دیتی ہے۔ اور مشکلات کا پہاڑ ان کے سامنے کھڑا کر دیتی ہے۔ وہ صرف ایک غلط تخیل ہے۔ کہ امیر شریعت کے اختیارات غیر محدود ہونگے۔ اتباع واطاعت کی کوئی حد نہ ہوگی۔ امیر مطلق العنان ہوگا اور اسکے امیر جس خیال و مشرب کا ہوگا اسی کے مطابق احکامات نافذ کریگا جسکی اتباع تمام لوگوں پر شرعاً واجب ہوگی۔ ورنہ بصورت عدم اتباع نقض بیعت ہوگا۔ جو بدترین

معصیت ہے اور اگر اپنی تحقیق کے خلاف اس صورت میں اتباع کی جائے تو تدین کے خلاف یہی خطرات ہیں۔ جو اس بارے میں اکثر حضرات کے دلوں میں گذرتے ہیں۔

بیشک اگر امیر ایسا مطلق العنان ہو تو ہر ایک ذی علم اور متدین شخص کے یہ شبہات اپنے مقام پر بہت صحیح ہیں۔ اگر واقعہ یہ ہے کہ (۱) امیر کے اختیارات محدود ہوں گے۔ وہ نہایت مدبر مصالح شریعت سے واقف ہوگا یعنی مسائل متفقہ منصوصہ کو نافذ کرے گا۔

(۲) مقاصد و مسائل اعلاء کلمۃ اللہ پر ہمیشہ نگاہ رکھے گا۔ اور ان کے متعلق خصوصیت کے ساتھ احکامات نافذ کرتا رہے گا۔

(۳) وہ ایسے احکامات نافذ کرے گا جس سے بلا امتیاز فرق تمام امت مسلمہ کی فلاح و بہبود متصور ہو۔

(۴) فروعی و مختلف فیہ مسائل کے اجراء اور تنفیذ کو اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ کہ جن کی اجتماعی زندگی میں کوئی احتیاج نہیں ہے۔

(۵) مختلف فیہ مسائل کے بحث و تمحیص کو نہیں روکے گا۔ لیکن جنگ و جدال اور فساد کو دفع کرنے کی ہمیشہ کوشش کرے گا۔

(۶) اس کا ہر عمل اور ہر خیال تمام فرق اسلامیہ کیلئے واجب الاتباع نہیں ہوگا۔ جس عالم کی تحقیق امیر کی تحقیق کے خلاف ہو اور اس بناء پر اس مسئلہ خاص میں امیر کی اتباع نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ وہ عالم ہرگز مستحق طعن نہیں۔ اور نہ اس کی بیعت ٹوٹ سکتی ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ کتنے مسائل ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف تھے۔ کتنے جزئیات ہیں جن میں حضرت عبداللہ ابن مسعود حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے موافق نہ تھے۔ تو کیا آج تک کسی نے اس کو نقض بیعت سمجھا یا ان پر طعن کیا گیا۔ اور کیا اس فروعی مخالفت کی وجہ سے ان حضرات نے دوسرے اجتماعی احکامات میں امیر کی اتباع و انقیاد سے روگردانی کی؟ ہرگز نہیں۔

پس آج کس قدر ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم ان مسائل کو جانتے ہیں لیکن محض ظنون و اوہام کی بنا پر ایک اہم الواجبات کی ادائیگی میں پس و پیش کرتے ہیں۔

محترما! اگر ہمارا ایمان ہے ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین اور ہم اصلاح و حیات امت کی ذمہ داری اپنے سر سمجھتے ہیں تو پھر ہمیں اس فریضہ کی ادائیگی میں ہرگز پس و پیش نہ کرنا چاہیئے۔ اور اپنی ذات و ایمان پر اعتماد رکھتے ہوئے توکلاً علے اللہ فوراً اس کام کو انجام دینا چاہیئے۔

چنانچہ بعد غور و خوض بحمد اللہ جمعیت علماء بہار اس کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہوئی۔ اور بتاریخ ۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ بمقام دربھنگہ جمعیت کے تیسرے سالانہ اجلاس میں اس مسئلہ کے متعلق مندرجہ ذیل تجویزیں بالاتفاق منظور ہوئیں۔

۱۔ یہ جمعیۃ تجویز کرتی ہے کہ صوبہ بہار و اڑیسہ کے محکمہ شرعیہ کے انتظام کے لئے ایک عالم مقتدر امیر کیا جائے۔ جس کے ہاتھ میں تمام محکمہ شرعیہ کی

باگ ہو۔ اور اس کا ہر حکم مطابق شریعت مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہو۔ نیز تمام علماء و مشائخ اس کے ہاتھ پر خدمت و حفاظت اسلام کے لئے بیعت کریں۔ (یہ بیعت سمع و طاعت ہو گی جو بیعت سلسلۂ طریقت سے علیحدہ ایک ضروری و اہم چیز ہے) اور اس امیر کے ماتحت ہر ضلع میں ایک ایک نائب ہو تاکہ صوبہ کے تمام مسلمان اسلامی زندگی بسر کر سکیں۔ اور انتظام محکمہ شرعیہ مکمل ہو۔

۲؎ یہ جمعیت متفقہ طور پر تجویز کرتی ہے کہ انتخاب امیر محکمہ شرعیہ کیلئے ایک خاص اجلاس جمعیت علماء بہار کا بمقام پٹنہ وسط شوال میں منعقد کیا جائے۔

اور اسی لئے بتاریخ ۸-۹- شوال المکرم ۱۳۳۹ھ روز شنبہ و یکشنبہ مطابق ۲۵-۲۶- جون ۱۹۲۱ء بمقام بانکی پور حسب مشورہ ارکان جمعیۃ علماء بہار کا ایک غیر معمولی اجلاس ہونا قرار پایا ہے۔ جناب سے نہایت خصوصیت کے ساتھ گذارش ہے کہ وقت کی نزاکت اور ضرورت کی اہمیت کا خیال فرما کر ضرور بالضرور اس اجلاس میں شرکت کی تکلیف گوارا فرمائیں۔ اور دیگر علماء و مشائخ کو بھی ترغیب دیویں۔

محترما! اس مسئلہ کے متعلق فطرتاً دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ جس کا جواب بھی دیدینا ضروری سمجھتا ہوں۔ اول یہ کہ ہندوستان کے تمام صوبوں میں صوبہ بہار ہی سب سے پہلے اس طرف کیوں قدم اُٹھاتا ہے۔ اور امیر الہند کا مسئلہ اولاً کیوں نہیں طے ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ موجودہ وقت میں اس

صوبہ کے امیر کے لئے کیا کیا شرائط ہونا چاہئے۔ انتخاب کن اصولوں پر ہوگا۔
امیر کا طریق کار کیا ہوگا۔

اول کا جواب یہ ہے کہ انسب تو یہی تھا کہ سب سے پہلے امیر الہند کا انتخاب ہوتا۔ بعدہٗ امیر صوبہ کا تعین و تقرر لیکن مسلمانان ہند کی بدقسمتی کو کیا کیجئے کہ وہ ابھی اصل مرکز کے بنانے کو تیار نہیں۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے چارہ نہیں کہ صوبہ دار امیروں کا انتخاب کر لیا جائے۔ کیونکہ ہندوستان کا تساہل ہمارے لئے عذر نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان کی معصیت ہمارے عصیاں پر قائم رہنے کی حجت نہیں ہو سکتی۔ کیا جناب کو معلوم نہیں یہ حکم مستقلاً ہر بلد پر عائد ہے۔ اور اس مسئلہ کو فقہائے کرام نے صرف ملک ہی تک محدود نہیں رکھا ہے۔ غالباً آپ کو معلوم ہوگا۔ جس زمانہ میں جمعیت علماء بہار جن اغراض و مقاصد کو لے کر قائم ہوئی۔ وہ سرزمین ہند میں اس جہت سے پہلی جمعیت تھی۔ اس وقت علماء کرام اقدام سے گھبراتے تھے۔ حتیٰ کہ خود ہمارے صوبہ کے بہتیرے علماء پس و پیش میں مبتلا تھے۔ مگر آپ نے دیکھا کہ آپ کے اقدام و جرأت کا کیا نتیجہ برآمد ہوا۔ کہ آخر اس تین سال میں انہیں مقاصد کو لے کر تقریباً تمام صوبوں میں جمعیت علماء قائم ہو گئی۔ اور وہی فروعی اختلافات کا پہاڑ جو ہمیشہ اس راہ میں حائل تھا کس طرح کافور ہو گیا۔ پس اس طرح بہت ممکن ہے بلکہ ظن غالب ہے کہ صوبہ بہار میں اس کام کے انجام پانے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ تمام صوبوں میں امیروں کا انتخاب جلد از جلد عمل میں آجائے گا۔

اور جس طرح جمعیت علما ر ہند بعد میں قائم ہوئی اور اسی طرح امیر الہند بھی آخر میں نہایت آسانی کے ساتھ منتخب ہو جائے گا۔

امر دوم کا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ کام شرعی اور سیاسی نقطۂ نظر سے انجام دینا ہے۔ اس لئے ہر پہلو کا لحاظ ضروری ہے۔ پس اس **قحط الرجال کے زمانہ میں اغراض و مقاصد شریعت کو مدِّ نظر رکھ کر میرے نزدیک جن شرائط کے ساتھ امیر کا انتخاب ہونا چاہیئے وہ حسب ذیل ہیں۔** مجھے امید ہے کہ آپ بھی پسند کریں گے۔

(۱) عالم باعمل صاحب فتوٰی جس کا علمی حیثیت سے زمرۂ علماء میں ایک حد تک وقار و اثر ہو۔ تاکہ علماء کرام اس کے اقتدار کو تسلیم کریں۔ اور صاحب بصیرت ہو۔ تاکہ نہایت تدبیر کے ساتھ احکامات نافذ کرے۔

(۲) مشائخ طریقت میں بھی صاحب وجاہت ہو اور اس کے حیطۂ اثر میں اپنے صوبہ کے مسلمانوں کی ایک معتد بہ جماعت اسی حیثیت سے موجود ہو تاکہ عوام و خواص اس کے اثر سے متاثر ہوں۔ اور تنظیم شرعی و اجتماعی قوت جلد سے جلد پیدا ہو سکے۔

(۳) حق گوئی و حق بینی میں نہایت بیباک ہو۔ اور کسی مادی طاقت سے متاثر و مرعوب ہونے کا بظاہر اندیشہ نہ ہو۔

(۴) مسائل حاضرہ میں بھی ایک حد تک صاحب بصیرت ہو اور تدبر کے ساتھ کام کر رہا ہو۔ تاکہ ہمارا کام بحسن و خوبی تیزی کے ساتھ آگے بڑھے۔

بے لاپرواہی اور خود رائی کے مرض سے پاک ہو۔ میرے نزدیک اسی قدر شرائط موجودہ وقت میں مع لحاظ احکام شریعت بہت کافی ہیں۔ بلکہ وہ معیار رہے جس کی بنا پر صوبۂ ہذا میں دو ہی ایک آدمی مل سکتے ہیں ورنہ آپ کو معلوم ہے کہ شرائط اجتہاد عرصہ مزید سے امام اور مفتی کے لئے بھی غیر ضروری قرار پا چکے ہیں۔ اب رہا اصول انتخاب تو ظاہر ہے کہ یہ کام شرعاً ارباب حل وعقد کا ہے۔ جس کے مصداق علماء کرام وذی علم مشائخ ہیں اور یہ حق شرعاً انہیں کو حاصل ہے۔ اس کے بعد عوام کا فرض انقیاد واتباع ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تمام صوبہ کے ہر عالم اور ہر شیخ طریقت کا وقت انتخاب موجود رہنا یا کل کا انتخاب کرنا بھی ضروری نہیں۔ خلیفہ اول کا انتخاب آپ کے پیش نظر ہے۔ کہ بغیر موجودگی تمام ارباب حل وعقد انتخاب عمل میں آیا۔ اور اس کی صحت پر اجماع ہوا۔ بلکہ تمام اہل مدینہ اور بلاد اسلامیہ میں انتخاب کئے جانے کا اعلان بھی نہیں ہوا تھا۔ پس جمعیت کے اعلان عام ودعوت خاص کے بعد جس قدر بھی علماء ومشائخ تاریخ مقررہ پر مجتمع ہو کر انتخاب فرمالیں گے۔ شرعاً وہ بالکل درست ہوگا۔ اور بقیہ حضرات پر تسلیم وانقیاد واجب۔ طریق کار امر یہ ہوگا کہ چند چیدہ چیدہ علماء کی ایک مجلس شوریٰ ہوگی۔ جن سے مشاورت کے بعد باصول شریعت امیر فیصلہ کرے گا۔

احکامات جاری و نافذ کرے گا۔ جن کی نظیریں قرون اولےٰ کے اندر موجود ہیں۔

محترما! اب آخر میں مکرر جناب سے گذارش ہے کہ ان جمیع معروضات کو غور سے مطالعہ فرمایئے۔

اگر آپ کو اس سے اتفاق ہو تو اسی معیار کے مطابق ہمارے صوبہ میں سے جن حضرات کو آپ اہل سمجھتے ہوں اور بہتر سمجھتے ہوں مہربانی فرما کر ان سے بھی استمزاج کر کے آپ تشریف لائیں۔ اور اس کے معیار کے علاوہ اس سے کوئی بہتر معیار نظر بہ حالات حاضرہ باصول شریعت جناب کے خیال میں آئے تو ۱۲ شوال المعظم ۱۳۳۹ھ تک مجھ کو مطلع فرمائیں۔ وما توفیقی الا باللہ وعلیہ توکلت والیہ انیب۔ فقط والسلام مع الاکرام۔

الملتمس

خادمکم ابو المحاسن محمد سجاد کان اللہ لہٗ

ناظم جمعیۃ علماء بہار

مولٰنا کا یہ مکتوب صاعقۂ حق تھا۔ کہ جس نے شبہات کے خرمن کو جلا دیا۔ اعلاء کلمۂ حق تھا جس نے خشیت رکھنے والے دلوں کو کپکپا دیا۔ پیمبرانہ صدائے حق کے اسوۂ حسنہ کی اتباع تھی جس میں صفائی کے ساتھ بلا خوف لومۃ لائم علماء اور صوفیا اور تمام ذمہ داروں کو متنبہ کر دیا۔ اور پوری جرأت کے ساتھ ان کے سامنے ان کے تغافل ان کے تساہل ان کی

غیر شرعی زندگی کو پیش کر کے فکر و نظر کا فتح باب نہیں، بلکہ پوری طرح پر ان پر اتمام حجت کر دیا۔ اور ان کے سامنے قرآن کی یہ راہ کھول کر رکھ دیا کہ

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (انفال۔ ع ۔ ۱۰)۔

جو ہلاکت میں پڑے وہ سوجھ بوجھ سے ہلاکت میں پڑے اور جو زندگی کی راہ پر لگے سوجھ بوجھ کر زندگی کی راہ اختیار کرے۔

مولانا کا یہ خط ۶ر شوال ۱۳۳۹ھ دفتر جمعیۃ علماء گیا سے شائع ہوا تھا۔ اور اس دعوتِ حق کو صوبہ کے تمام ذمہ دار بزرگوار کے پاس بھیجا گیا تھا۔ لیکن اس دعوت حقہ کی سب سے پہلی حمایت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب کی اُس مقدس ذات نے کی جس نے جمعیۃ علماء بہار کے قیام کے وقت بھی سب سے پہلے مقاصد میں مولانا کی حمایت و اعانت کی تھی۔ وہ مجدد علم و عرفان حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری قدس اللہ سرہٗ کی ذاتِ گرامی تھی۔ مولانا کا خط جب مونگیر پہنچا۔ اور آپ کو پڑھکر سنایا گیا۔ تو آپ بیتاب ہو گئے اور فوراً اپنے نواسہ حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب رحمانی کو طلب فرمایا۔ اور جواب لکھوایا۔ اور اپنے دست خاص سے باوجود ضعف و نقاہت کے دستخط فرمائے۔ جو دفتر امارت شرعیہ میں محفوظ ہے۔ حضرت کی مکتوب گرامی کے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت مولٰنا محمد علی صاحب قدس سرہ کا

مکتوب گرامی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کا مطبوعہ خط اور اشتہار پہنچا
آپ کی حمیت اسلامی اور علو ہمتی اور دینی مستعدی سے نہایت مسرت ہوئی
آپ کی باتیں تو طبیعت کو ایسا بھاتی ہیں کہ جس سے دل بے چین ہو گیا۔
مگر میری حالت نے ایسا مجبور کر رکھا ہے کہ اب میں کسی کام کا نہیں ہوں۔
ضعف کے سوا کچھ حالت قلبی ایسی ہے جس نے بالکل بیکار کر دیا ہے۔
جنون کی سی کیفیت ہے۔ اب بجز اس کے کہ قلب میں اس حالت کو دیکھ کر
درد ہو اور بیقراری ہو۔ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے
مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ آمین۔

انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ کے وقت اپنے نواسہ کو بھیجدوں گا۔ اور تو کوئی
میرے پاس نہیں ہے۔ میرے ذہن میں کچھ باتیں آتی ہیں مگر قائم نہیں رہتیں
نکل جاتی ہیں۔ اس لئے میں اس وقت اس کے متعلق کچھ نہیں لکھتا۔ اگر آپ
آجائیں تو اس وقت زبانی گفتگو ہو جائے۔ والسلام

محمد علی

از خانقاہ رحمانیہ۔ مونگیر } ۱۱ر شوال ۱۳۳۹ھ

اس سلسلہ میں دوسرا ذمہ دارانہ خط موصول ہوا وہ جامع الفیوض والبرکات

حضرت مولانا شاہ محمد بدرالدین صاحب پھلواری قدس سرہٗ کا تھا۔ جو آپ نے
اپنے دست خاص سے لکھا تھا! اور دفتر امارت شرعیہ میں وہ محفوظ ہے۔ ان دونوں
بزرگوں کی حمایت اور مکتوب حضرت مولانا کے مشن کی کامیابی کے لئے ایسے
نیک فال بنے کہ ان کے اس دینی اور ملی تحریک کے افق پر یہ دونوں مکتوب
چاند و سورج بن کر چمکے۔ جس نے ہر طرح کی غلط فہمیوں کی ظلمت کو اُجالا کردیا
اور اس کی تنویر و روشنی میں ہر شخص صحیح راہ پر لگ گیا۔ وہ لوگ جواب تک
اندھیرے میں تھے۔ اور اپنے لئے قائد و سائق کی جستجو میں تھے۔ ان دونوں
بزرگوں کی قیادت میں دوڑ پڑے۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا
یہ خط اجلاس سے ایک دن پہلے ۱۰ر شوال کا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

حضرت مولانا شاہ محمد بدرالدین صاحب قدس سرہٗ کا مکتوب گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامیٔ ملت جناب مولوی محمد سجاد صاحب دام اکرامکم! السلام علیکم و رحمۃ اللہ
میں جمعیۃ علماء بہار کے اس جلسہ میں حاضر ہونے سے معذور ہوں! اور اس تحریر
کے ذریعہ سے اپنی رائے ظاہر کر دیتا ہوں محکمہ شرعیہ امیر کے لئے میری رائے
میں جو پانچ صفات ہونی بتائی گئی ہیں۔ بہت مناسب ہیں۔ اس صوبہ بہار میں
ان صفات سے موصوف اس وقت جناب مولانا شاہ محمد علی

صاحب رحمانی کے سوا دوسرے کسی کو میں نہیں پاتا۔

اس لئے میری رائے ہے کہ اس منصب پر وہی مقرر کئے جائیں اگر علالت مزاج کے عذر سے وہ تشریف نہ لائے ہوں تو اُن کا موجود رہنا اس جلسہ میں ضروری نہیں۔ ان کے منتخب ہو جانے کے بعد کوئی شخص ان کی نیابت کرے اور حاضرین سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ان کی اطاعت کا اقرار لے لے۔ اور تہذیب اخلاق کے متعلق ان کے نصائح کو بقدر وسعت ماننے کا اقرار لے تو یہ کافی ہے۔

اور اگر علما اور مشائخ حاضرین مختلف کئی لوگوں کا نام لیں تو اختلاف کی حالت میں جس کو اکثر لوگ منتخب کریں میں اکثر کی رائے کو قبول کروں گا۔

والسلام

محمد بدرالدین پھلواری

۱۰ شوال۔ جمعہ ۱۳۳۹ھ

جمعیۃ علماء بہار کا اجلاس خصوصی
اور
قیام امارت کی کارروائی

۱۰ شوال ۱۳۳۹ھ کو حسب اعلان ۸ بجے صبح کو بمقام پٹنہ محلہ پتھر کی مسجد میں جمعیۃ علماء بہار کے اجلاس خصوصی کا پہلا اجلاس مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں ایک سو سے زیادہ صرف صوبہ بہار کے علماء بحیثیت نمائندہ شریک ہوئے بیرون صوبہ کے شرکا میں

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا آزاد سبحانی اور مولانا سبحان اللہ خاں صاحب کی شرکت قابل ذکر ہے۔ عام شرکا اجلاس کی تعداد دس ہزار سے کسی طرح کم نہ تھی جس میں چار یا پانچ سو علماء شریک تھے۔

سب سے پہلے تلاوت قرآن مجید کے بعد مجلس استقبالیہ کے صدر حضرت مولانا شاہ حبیب الحق صاحب سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب نے اپنا خطبہ صدارت پڑھا۔ اور نہایت مؤثر اور درد بھرے الفاظ میں انگریزی دورِ حکومت کے اثرات قبیحہ کو بیان کرکے وقت کے ان ضروری فریضہ کی طرف ان الفاظ میں رہنمائی فرمائی۔

خطبہ صدارت مجلس استقبالیہ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یکایک رحمت خدا موجزن ہوئی۔ اور اپنے گنہگار بندوں کی طرف مخاطب ہو کر لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کی صدا دی۔ سب سے پہلے اسی صوبہ کے علماء چونکے غفلت سے ہوشیار ہوئے فوراً جمعیۃ علماء کی بنیاد ڈالی۔ بکھرے ہوئے شیرازہ کا استحکام شروع کیا۔ ہماری اصلاح کی طرف مخاطب ہوئے حالات موجودہ پر غور و فکر کرکے تدبیریں نکالیں۔

اسی طرح اب اس امیر شریعت کے لئے بھی سب سے پہلے یہی صوبہ آگے قدم بڑھاتا ہے۔ خدا اسے کامیاب کرے۔ اور ساتھ ہی ساتھ تمام صوبۂ ہند کے اس ارادہ پر قائم ہو کر پہلے امیر صوبہ بنائیں۔ اور یہ امر اہل کر امیر الہند کا انتخاب کریں۔

حضرات! اس زمانۂ موجودہ میں جس وقت کہ تمامی اقتدار آپ کے ملیامیٹ ہو گئے۔ ہر جگہ سے نکالنے کی فکر ہے۔ بغداد لیا۔ نجف اشرف لیا۔ بیت المقدس لیا۔ قسطنطنیہ کو محصور کیا۔ مکۂ معظمہ کو تباہ کیا۔ مدینہ منورہ کو برباد کیا۔ انگورہ پر چڑھائی کا قصد ہے۔ خلافت تنزل میں آگئی۔ تو اب بتائیے ہم کیا کریں۔ اس زندگی سے تو بدرجہا موت بہتر ہے۔

کیا وہ خدا جس نے اصحاب فیل کو تباہ کیا۔ نمرود و فرعون کو نار جہنم دکھایا ہم لوگوں کو اس قعر ذلت سے نکال کر کرسی اعزاز پر نہیں پہنچا سکتا ہے۔ ضرور پہنچا سکتا ہے۔ یقینی پہنچا سکتا ہے۔ لاتہنوا و لاتحزنوا انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ایمان کو مضبوط کرو۔ اسلام کے فدائی بن جاؤ۔ جان و مال کی قربانیاں کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کے مصداق بن جاؤ۔ بکھرے ہوئے شیرازہ کو باندھ ڈالو۔

دیکھو! یہ آیت جو میں نے ابھی پڑھی ہے اس پر نظر ڈالو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحب امر کی اطاعت کرو۔ صاحب امر سے کیا مراد ہے کیا صرف خلافت و حکومت مراد ہے؟ نہیں ہرگز نہیں!

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اس سے مراد علما ہیں بروایت حضرت ابن عباس اور حسن اور ضحاک، انہیں کی اطاعت فرض ہے۔ آپ سب لوگ ان کی اطاعت فرض جان کر کیجئے۔ ان کے احکام کی بجاآوری پر تل جائیے۔ اور ان کے احکام کو احکام رسول سمجھئے جس طرح حدیث شریف

میں آیا ہے "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ اور یہ حضرات ہم لوگوں کی دشواریوں کو آسان کریں۔ تعصبات و نفسانیت سے علیٰحدگی حاصل کریں۔ خلوص و اتحاد کے ڈورے مضبوط کر ڈالیں۔ رئیس القوم خادمہم کو اپنا معیار بنائیں۔

اے میرے بزرگو! دین کے پیشواؤ! وراثت انبیاء کے مستحقو! "انما العلماء ورثۃ الانبیاء" آپ کے لئے ہے۔ "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" آپ کی شان ہے۔ "فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم" آپ کی صفت ہے۔ قوم آپ کی محتاج ہے۔ کشتی اسلام کے آپ ناخدا ہیں۔ سینکڑوں برس ہوگئے امیر شریعت ندارد ہوگیا۔ تعصبات و نفسانیت کا زور ہوگیا۔ ہر شخص کا تشخص الگ ہوگیا۔ مسائل الگ ہوگئے۔ مسجدیں الگ ہوگئیں۔ جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ نہ مسائل دینی نہ دار القضا ہے۔ نہ زکوٰۃ ہے۔ نہ خیرات ہے۔ نہ بیت المال ہے۔

کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل کا حکم نہ فرمایا تھا۔ کیا احکام شریعت کے اجراء کی امید غیر اسلامی سلطنت سے کی جاسکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں!

ذرا خدا کے لئے غور کیجیے۔ احادیث و فقہا کے اقوال پر توجہ فرمائیے۔ کیا امیر شریعت کی تقرری صرف حکومت و خلافت کے ساتھ مخصوص ہے۔ کہ جیسے حکومت گئی۔ یہ فرض کفایہ بھی سر سے اتر گیا۔؟ نہیں حاشا۔ کلا نہیں! امیر شریعت اور شئے ہے۔ سلطنت اور شئے ہے۔ سلطنت ملک کا انتظام کر سکتی ہے۔ مگر اسلامی مسائل کے لئے سلطنت کو بھی امیر شریعت اور علماء کی

ضرورت ہے۔ بہتیرے فرائض اسلامی ہیں جن کی ادائیگی بلا امیر شریعت کے ناممکن ہے۔ اگر آپ کے یہاں امیر شریعت ہوتا ہر صوبہ کا ایک امیر ہوتا۔ اس کے ماتحت ہر شہر میں نائبین ہوتے۔ تمام ہند کا ایک امیر الہند ہوتا ہے۔ تو کیا اس خلافت کے معاملہ میں اتنی دقتیں اُٹھانی پڑتیں اس قدر انجمنیں۔ اس قدر تحریکیں پیش کرنی پڑتیں۔ ایک امیر الہند کی زبان۔ آپ سب کی زبان ہوتی۔ جو حکم وہ دیتا آپ سب لوگ اس کے معمل ہوتے۔ اگر واقعی خلافت کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اور اماکن مقدسہ کی محبت ہے تو پہلے اپنی جماعت درست کیجئے۔ شریعت کے اصول پر چلئے۔ اپنا ایک سردار بنایئے۔ کوئی کام دنیا کا بلا سردار کے نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ حیوانات تک میں سردار ہوتے ہیں۔ اور آپ اشرف المخلوقات کے سردار نہیں؟ کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی کی جماعت بھی بلا سردار (یعنی امیر) کے کہیں نہیں بھیجا۔ اب آپ لوگ اپنا سردار امیر شریعت مقرر فرمایئے۔

(اس کے بعد مولانا نے شرائط و معیار کی طرف توجہ دلائی ہے)

اس کے بعد صدر اجلاس مولانا ابو الکلام صاحب آزاد نے ایک مبسوط پُر مغز زبانی خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا۔ جو قلمبند نہ ہو سکا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ اس کا حاصل اجلاس مخصوصی کی روئداد کے الفاظ میں یہ ہے:۔

انتخاب امیر شریعت کی کارروائی

ساڑھے گیارہ بجے خطبۂ صدارت ختم ہونے کے بعد مجلس شوریٰ کے

منعقد ہونے کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ اس روز چار بجے بعد نماز عصر جناب ڈاکٹر سید محمود صاحب کے مکان (شیرستان) میں مجلس شوریٰ بصدارت جناب مولانا ابوالکلام صاحب آزاد بغرض انتخاب امیر شریعت منعقد ہوئی۔ جس میں منفصلہ ذیل علماء کرام و مشائخ عظام کی شرکت خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔
روئداد میں اس جگہ ایک سو سے زیادہ علماء و مشائخ کے نام مع پتہ کے درج ہیں۔ جو صوبہ بہار کے ہر گوشہ سے بحیثیت نمایندہ کے تشریف لائے تھے، پہلے ناظم جمعیۃ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے اس مجلس کے مقصد کو بیان کیا۔ بعدہ جناب حضرت مولانا شاہ محمد علی صاحب مونگیری (سجادہ نشیں خانقاہ رحمانیہ) کا خط اور ان کی تجویز متعلق تعین امیر پیش کی اس اثنار میں علماء کرام نے حقیقت امارت۔ اتباع سنت و بعض شرائط امارت پر بہت طویل بحث کی جس کے جوابات نہایت کافی و شافی اور اطمینان بخش دے گئے۔ جناب مولانا کفایت حسین صاحب (اہلحدیث) پٹنہ نے بھی اپنے بعض شبہے پیش کئے۔ ان کو بھی شافی جواب دیا گیا۔ بالآخر بہت بحث و کلام کے بعد نو بجے شب کو یہ مجلس بحسن و خوبی ختم ہوئی۔ اور بالاتفاق جمیع حاضرین حسب ذیل تجاویز منظور ہوئیں:۔

(۱) حضرت مولانا سید شاہ بدرالدین صاحب (سجادہ نشیں پھلواری شریف ضلع پٹنہ) مدظلہ العالی صوبہ بہار کے لئے امیر شریعت ہوں۔

(۲) جناب مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت مقرر ہوں۔

(۳) (حضرت) امیر (شریعت) کی مشاورت کے لئے علماء بہار میں سے اہل شوریٰ متعین کردئے جائیں۔ جن کی تعداد علاوہ نائب امیر کے نو ہو۔ اور اور ان کے انتخاب کا حق مولانا عبد الوہاب صاحب (دربھنگہ) مولانا ناصدیق صاحب اور مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب کو دیا جائے۔

(۴) حضرت مولانا جناب سید شاہ محمد بدر الدین صاحب قبلہ کے پاس کل ۱۹ر شوال کو اجلاس کے وقت سے پہلے تجویز انتخاب امیر نائب امیر اور نیز ارکان شوریٰ کے اسمائے گرامی (مجوزہ اصحاب ثلثہ) منظوری کیلئے بھیجدیئے جائیں تاکہ واپسی کے بعد اجلاس عام میں اس کا اعلان کردیا جائے۔

علی الصباح (۱۹ر شوال کو) تمام تجاویز کی نقل مع اسمار ارکان شوریٰ جناب مولانا سید شاہ بدرالدین صاحب کی خدمت میں پھلواری شریف بھیجی گئی۔ اور ان سے درخواست کی گئی کہ وہ منصب امارت کو قبول فرمائیں اور نیابت اور ارکان شوریٰ کے متعلق جو رائے ہو اس سے مطلع فرمائیں۔

پھلواری شریف سے آٹھ بجے تک منصب امارت کی منظوری نیابت واسمائے اہل شوریٰ کی پسندیدگی کا خط آگیا (جو دفتر امارت شرعیہ میں محفوظ ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ (عبد الصمد رحمانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

جناب مکرم، ادام اکرامکم! السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم!

میں نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ آپ کو معلوم ہے۔ اور پرسوں جمعہ کے دن اپنی رائے تحریر کر دیا تھا کہ جناب مولوی سید شاہ محمد علی صاحب رحمانی کو میں اس منصب کا اہل جانتا ہوں۔ آج معلوم ہوا کہ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند۔ جب بالاتفاق آپ لوگوں کی یہی رائے ہے تو اب قبول کرنے کے سوا کیا چارہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی ہے تو افوض امری الی اللہ، ان اللہ بصیر بالعباد۔ نیابت و مجلس شوریٰ کے لئے جن علماء کا انتخاب ہوا ہے اس سے بھی آگاہی ہوئی۔ یہ سب لوگ مناسب منتخب ہوئے ہیں۔ والسلام

محمد بدرالدین پھلواری اصلح اللہ تعالیٰ حالہ

۱۹ر شوال یکشنبہ ۱۳۳۹ھ

۱۹ر تاریخ کو ۹ بجے دوسرا اجلاس شروع ہوا تلاوت کلام اللہ و نعتیہ نظم کے بعد تھوڑی دیر مولوی عبدالاحد صاحب نے تقریر فرمائی۔ بعدہٗ صاحب صدر نے مسئلہ امارت پر دو گھنٹے کامل تقریر کرتے ہوئے مجلس شوریٰ کی کاروائی کا اعلان فرمایا۔ اس کے بعد ناظم جمعیۃ علماء (یعنی حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب) نے جناب مولانا شاہ محمد بدرالدین صاحب کا خط بابت منظوری منصب امارت و پسندیدگی نیابت و اسمائے اہل شوریٰ پیش کیا۔ جس کو خود مولانا آزاد صدر اجلاس نے باواز بلند پڑھ کر سنایا۔

اور علماء کرام و دیگر تمام حاضرین سے درخواست کی۔ کہ اگر آپ حضرات کو اس سے اتفاق ہے، تو کھڑے ہو کر نائب کے ہاتھ اطاعت فی المعروف کی بیعت کیجیئے۔ چنانچہ تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر بیعت کی۔ پھر ناظم جمعیۃ مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نے قیام امارت کے متعلق علماء دیوبند کا خط پڑھکر سنایا جس میں اس اہم مقصد کی پُرزور تائید تھی! اور اس کے قیام و بقا کی دعا تھی۔ (ان خطوط میں اس وقت مجھ کو صرف مولانا محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند کا مکتوب گرامی مل سکا جو حسب ذیل ہے۔ عبد الصمد رحمانی

باسمہ تعالےٰ

حامداً و مصلیاً و مسلماً

از دار العلوم دیوبند۔

مکرم بندہ جناب شاہ حبیب الحق و جناب مولوی سجاد صاحب زاد لطفکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا۔ بیحد مسرت ہوئی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جمعیۃ علماء بہار کو غیر معمولی کامیابی عنایت فرمائے خدا کرے کہ کوئی بزرگ متشرع حسب شرائط انتخاب میں آجائیں! اور علماء کرام اور مشائخ عظام ان کی اطاعت فرمائیں۔ اور یہ فریضہ شرعیہ ادا ہو۔

ہم لوگوں میں سے ایک دو شخص ضرور شریک جلسہ ہوتے۔ مگر چونکہ افتتاح تعلیم کا وقت ہے، اور مہتمم و مدرسین اس میں مشغول ہیں۔ اس لئے حاضری سے معذور رہیں۔ امید ہے کہ آپ بھی شرکت قلبی کو کافی خیال فرمائیں گے فقط

احقر محمد احمد مہتمم مدرسہ دیوبند

بوقت ۸ بجے شب تیسرا اجلاس عام شروع ہوا۔ اس وقت داخلہ بغیر ٹکٹ کردیا گیا تھا۔ اس لئے اجلاس کا ہال بالکل ناکافی ہوگیا اور اکثر حضرات کو کھڑا رہنا پڑا۔ بہت سے لوگوں کو عدم گنجائش کی وجہ سے واپس جانا پڑا۔

تلاوت کلام اللہ و نعتیہ نظم کے بعد حکیم عبد العزیز صاحب و حکیم رکن الدین صاحب دانا نے تقریر فرمائی۔ بعدہٗ جناب عبد القادر صاحب آزاد سبحانی نے تقریر شروع کی۔ مولانا موصوف نے مسئلہ امارت شرعیہ کی تاریخ اور اس کی ضرورت و اہمیت عوام و حکومت کے خطرات متوہمہ کی تردید۔ اور اس کے تشفی بخش جوابات نہایت فصاحت کے ساتھ بیان کئے۔ جس سے تمام لوگ نہایت محظوظ ہوئے۔

آخر میں ناظم جمعیۃ نے جناب صدر و دیگر مہمانوں کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ مہمان نوازی میں کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے معافی کی درخواست کی۔ بعدہٗ دعا کے بعد اجلاس کی برخاستگی کا اعلان کیا۔

(از روئداد اجلاس خصوصی جمعیۃ علماء بہار)

امارت شرعیہ کے قیام کے بعد

حضرت مولانا سید محمد علی صاحب قدس سرہ کا ارشاد

امارت شرعیہ کے قیام، اور نصب امیر کے فریضہ بحسن و خوبی انجام پا جانے کے بعد جیسا کہ میں اس کے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں، سنت اللہ کے قدرتی اصول پر ہر تحریک کے ساتھ ساتھ اس کے ابتدائی دور میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اس کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ صوبہ اور غیر صوبہ میں اعتراض و ایراد کا ظہور ہونے لگا۔ جس میں بعض بزرگوں کے شبہات بالکل نیک نیتی پر مبنی تھے۔ جن کا ذکر اس کتاب کے دوسرے حصہ مفاوضات میں آپ کے ملاحظہ سے گذرے گا۔ اس وقت ان شبہات واشکالات کے ہنگامہ میں جو قیام امارت اور نصب امیر کے متعلق کئے جانے لگے تھے۔ بروقت حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری قدس سرہ کے ارشاد نے صوبہ بہار کے مسلمانوں کو غلط راہ پر لگنے سے بچا لیا۔ اور مخالفت کی سرگرمیوں میں ٹھنڈک آئی اور بڑی حد تک اختلاف کا فتنہ ختم ہو گیا۔ اور زیادہ سے زیادہ بعض علماء کا تردد محض اپنے مخصوص حلقۂ اثر میں مجادلہ بن کر رہ گیا۔ حضرت مولانا مونگیری قدس سرہ کے ارشاد گرامی کے الفاظ یہ تھے۔ (جو دفتر میں محفوظ ہے، اس مضمون کا عنوان بھی ارشاد ہی ہے۔)

ارشاد

مسلمانوں کی علمی حالت کی ابتری اور دینی امور سے بے تعلقی ایسا مسئلہ ہے جس پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ خصوصاً ایسے زمانے میں جبکہ مخالفین اسلام اجتماعی قوت کے ساتھ اسلام اور اسلامی مفاد کو مٹانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ زیادہ قابل توجہ ہے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ سلف صالحین کی طرح تمام مسلمان یک دل ہوکر اجتماعی طریقہ پر شریعتِ اسلامیہ پر مجتمع ہوکر کام کریں۔

امارت شرعیہ کا خاص مقصد یہی ہے۔ مسلمانوں کو شریعت اسلامیہ سے آگاہ کریں اور اسلام کی عملی زندگی کی روح پھونکیں۔ اس لئے میری دلی خواہش ہے کہ تمام مسلمان اور خصوصاً ہمارے متوسلین امارت شرعیہ کے مقاصد کی تکمیل میں مستعدی سے حصہ لیں اور اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔

آخر میں یہ فقیر اپنے خاص محبین سے آشنا اور کہتا ہے کہ اس وقت جو امیر شریعت ہیں انھوں نے میرے ہی کہنے سے اس امارت کو قبول کیا ہے۔ اب میں اطراف کے تمام محبین سے باصرار و منت کہتا ہوں کہ اس میں کسی قسم کا اختلاف نہ کریں۔ اس وقت جنھوں نے میرے کہنے سے یہ عہدہ قبول کیا ہے اور میرے سر سے بوجھ اتارا ہے، میں ان سے نہایت راضی و خوش ہوں۔

ہمارے محبین اور مخلصین ان کا دینی امور میں ساتھ دیں اور اسلام

ارشاد

مسلمانوں کی علمی حالت کی ابتری اور دینی امور سے بے تعلقی ایسا مسئلہ ہے جس پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ خصوصاً ایسے زمانے میں جبکہ مخالفین اسلام اجتماعی قوت کے ساتھ اسلام اور اسلامی مفاد کو مٹانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ زیادہ قابل توجہ ہے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ سلف صالحین کی طرح تمام مسلمان ایک دل ہوکر اجتماعی طریقہ پر شریعتِ اسلامیہ پر مجتمع ہوکر کام کریں۔

امارت شرعیہ کا خاص مقصد یہی ہے۔ مسلمانوں کو شریعت اسلامیہ سے آگاہ کریں اور اسلام کی علمی زندگی کی روح پھونکیں۔ اس لئے میری دلی خواہش ہے کہ تمام مسلمان اور خصوصاً ہمارے متوسلین امارت شرعیہ کے مقاصد کی تکمیل میں مستعدی سے حصہ لیں اور اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔

آخر میں یہ فقیر اپنے خاص محبین سے آنا اور کہتا ہے کہ اس وقت جو امیر شریعت ہیں انھوں نے میرے ہی کہنے سے اس امارت کو قبول کیا ہے۔ اب میں اطراف کے تمام محبین سے باصرار و منت کہتا ہوں کہ اس میں کسی قسم کا اختلاف نہ کریں۔ اس وقت جنھوں نے میرے کہنے سے یہ عہدہ قبول کیا ہے اور میرے سر سے بوجھ اُتارا ہے میں ان سے نہایت راضی و خوش ہوں۔

ہمارے محبین اور مخلصین ان کا دینی امور میں ساتھ دیں اور اسلام

میں اتفاق کی بنیاد قائم کر دیں تاکہ صوبہ بہار کا اتفاق تمام ہندوستان کے لئے بے نظیر ہو جائے اور اس نازک وقت میں سب ملکر پوری سعی اور توجہ کے ساتھ مخالفین اسلام آریہ وغیرہ جو اسلام کے مٹانے میں نہایت سرگرم ہیں۔ پوری مستعدی کے ساتھ تحریری اور تقریری ہر ممکن صورت سے ان کا مقابلہ کریں۔

محمد علی از خانقاہ رحمانیہ مونگیر

قیام امارت شرعیہ اور نصب امیر شریعت کے بعد سب سے پہلے اسکے مقاصد کو بار ور بنانے کے لئے اسکی ضرورت تھی کہ اس کے نظام کا ڈھانچہ تیار کیا جائے۔ پھر وہ طریق عمل اختیار کیا جائے جو اسکے مقاصد کے حصول کے لئے مناسب ہو۔ چنانچہ حضور امیر شریعت حضرت مولانا شاہ بدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے پھلواری شریف میں دفتر امارت شرعیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اور دفتر کو متحرک کرنے کے لئے چند شعبوں کا قیام کیا گیا اور اضلاع بہار میں **بیعت عامہ** کے لئے وفود روانہ کئے گئے۔ آپ کے عہد امارت میں جسکی مدت دو سال چار ماہ ہے۔ امارت شرعیہ کی کیا کیا خدمات انجام پائیں۔ ان کا ذکر اس جگہ چونکہ مقصود نہیں ہے اور نہ اس کا محل ہے اس لئے ہم آئینی دور کے پہلے امیر کے مضمون کو علالت و وفات کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔

علالت و وفات

۵ صفر ۱۳۴۳ھ سے کچھ خفیف سی تبخیری کیفیت اخیر وقت سے پیدا ہوئی اور ہر روز ہو کر موقوف ہو جاتی تھی جس کی اطلاع خدام حاضرین سے کسی کو نہ تھی۔ آٹھویں صفر روز دوشنبہ کو بخار چڑھا مگر اسکی اطلاع بھی کسی کو نہ ہوئی۔ عصر کی

نمازسے فارغ ہو کر ہفت درہ میں معمول کے مطابق تشریف رکھتے تھے۔
کہ آرہ سے مولوی فضل حق صاحب ڈپٹی و ڈاکٹر عبدالرشید صاحب اور دل شرف ملازمت کو
آئے۔ ڈاکٹر صاحب نے خیریت پوچھی تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ خیریت کیا پوچھتے ہیں
دیکھئے اسوقت بخار ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے نبض دیکھی تو کہا کہ بخار بہت شدید ہے ایک سو
ڈگری سے کم نہو گا۔ پھر اذان مغرب ہوئی اور نماز سے فراغت کر کے قصد خلوت
فرمایا مگر اسی وقت سے ضعف کے آثار شروع ہو گئے یعنی جا نماز سے جو اُٹھے تو
وقت سے اور مسجد کے درسے باہر ہوتے وقت خلاف عادت دیوار
سے اور کیواڑ سے سہارے لیتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ۹ دن کو
جناب حکیم شعیب صاحب نے اجازت لے کر خیساندہ پلایا اور ۱۰ کو ۲ بجے
لرزہ و بخار آگیا۔ رفع ضعف کے لئے سفوف دیا گیا۔ اسی حالت میں آپ نے ظہر کی نماز پڑھی
گیارہویں کو موئے مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے
لیکن آپ ضعف کی وجہ سے تشریف نہ لے جا سکے۔ اور حضرت مولانا شاہ
محی الدین صاحب کو زیارت کرانے کا حکم دیا۔

۱۲ صفر یوم جمعہ کو بخار اُتر گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے نماز صبح سے فارغ
ہو کر دو گھنٹہ تک بیٹھ کر تکیہ لگا کر اپنے وظائف کو پورا کیا۔ اور پھر اشراق
پڑھکر لیٹے لیٹے بات چیت کرتے رہے۔ تازہ پرچہ معارف اعظم گڈھ
کو پڑھوا کر سنا اس میں شذرات کے ضمن میں جو مسئلہ تنظیم اور
امارت کا تذکرہ ہے۔ اس کے متعلق حاشیہ پر آپ نے نوٹ لکھوایا۔ اور
ایک حدیث شریف لکھوائی۔ ان حالات کو دیکھکر اطمینان ہوا لیکن ضعف

بہت زیادہ ہوگیا تھا۔ اُس سے پریشانی تھی۔ ہلکی غذا دی گئی۔ اس سے تکان بہت زیادہ ہوا اور پھر شدت سے بخار چڑھا اور بالکل غفلت سی طاری ہوئی۔ اُس وقت سے آپ نے دوا پانی سب ترک کردیا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ نہایت شدید قسم کا ملیریا ہے۔ ایسے جراثیم آج تک دیکھنے میں نہیں آئے مغرب کے وقت سے تخفیف شروع ہوئی اور ۱۴ صفر تک ۹۸ ڈگری حرارت رہی۔ آنکھ کھول کر آپ نے دیکھا۔ بات چیت کی۔ شب ۱۵ صفر گیارہ بجے شب سے پھر حالت خراب ہوئی۔ بہت زیادہ خراب اور وہی غفلت۔ اطبا کو بالکل مایوسی ہوئی اور ۲ بجے شب سے دوا اور پانی کے حلق سے فرو ہونے میں بھی دقت ہونے لگی۔ ۶ بجے یوم دوشنبہ سے ایسی حالت ہوئی کہ خواص نے یقین کرلیا کہ سکرات موت و احتضار کی حالت شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ ۷ بجکر ۳ منٹ شب ۱۶ صفر ۱۳۴۳ھ کو آپ نے اس عالم سے رحلت فرمائی اور اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون ہ

تکفین وتدفین

شب کو بھی لوگ آتے رہے۔ اور صبح سے تو ایک تانتا بندھ گیا سوا نو بجے غسل وغیرہ سے فراغت ہوگئی۔ تمام حاضرین چہرۂ انور کی زیارت کے متمنی تھے۔ آخر پونے دس بجے نعش مبارک خانقاہ میں لائی گئی۔ لوگ زیارت سے مشرف ہونے لگے لیکن سب لوگوں کا دیکھنا غیر ممکن تھا

آخر ساڑھے دس بجے دن کو اس علم و فضل کے لاجواب جوہر، اور زہد و اتقا کے نایاب گوہر، قوم و ملت کے بہی خواہ اور روشن خیال سرپرست اور سب سے بڑھکر یہ کہ صوبہ بہار کے تمام مسلمانوں کے واحد پیشوا اور امیر کو ہمارے ہاتھوں نے سپرد خاک کیا۔ ادخلہ اللہ فی دار النعیم۔

آئینی دور کا دوسرا امیر

(حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین جنب صاحب مدظلہ العالی)

حضرت مولانا شاہ محمد بدر الدین صاحب امیر شریعت اول رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد انتخاب امیر شریعت ثانی کے سلسلہ میں حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے بروقت ایک تحریر "مسئلہ انتخاب امیر شریعت" کے عنوان سے اعلان عام کے لئے شائع کیا۔ جس کا ملخص بلفظہ حسب ذیل ہے۔

مسئلہ انتخاب امیر شریعت

حضرت مولانا سید شاہ حاجی محمد بدر الدین صاحب امیر شریعت قدس سرہ العزیز کی وفات سے جہاں اور قسم کی پریشانیاں مسلمانوں کو لاحق ہوئی ہیں۔

وہاں بہت سے مسلمانوں کو تشویش ہوگی اور فکرمند ہوں گے کہ اب امارت شرعیہ کے متعلق کیا ہوگا۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ امارت کا

وجود نہ کوئی مخفی سیاسی چیز ہے۔ اور نہ وقتی شئے۔ بلکہ یہ خالص مذہبی اصول و شرعی حکم کے ماتحت مسلمانوں کی حیات و زندگی کے لئے لازمی چیز ہے۔ اور تمام اہل علم و اکثر ارباب حل و عقد نے مناسب غور و خوض کے بعد اس چیز کی بنا ڈالی اور ہندوستان کے ہر صوبہ کے لئے ایک بہترین نمونہ پیش کیا۔

اگرچہ ابھی وہ تمام مقاصد جو پیش نظر ہیں! ور نتہائے امور جو امارت کے ماتحت انجام پانا چاہیئے۔ اور مسلمانوں کو جس طرح پر قرون اولیٰ کی طرح متحد ہو کر ایک طاقتور ہستی بن جانا چاہیئے۔ ابھی تک یہ سب نہیں ہوا۔ اور شاید ابھی ایک مدت تک انتظار کرنا ہوگا۔

اس وقت مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ عام مسلمانوں کو مطمئن رہنا چاہیے کہ جن مقاصد کے لحاظ سے امارت شرعیہ قائم ہوئی ہے اسکی تکمیل کے لئے امارت شرعیہ انشاء اللہ برابر قائم رہے گی۔ اس کے قیام و بقا کی حیثیت سے کوئی تشویش کی وجہ نہیں۔

ہاں ایک مسئلہ جدید انتخاب کا ہے اسکے لئے ایک تاریخ معین ہوگی۔ تمام ارباب حل و عقد کو دعوت دی جائے گی۔ اور بہت جلد نہایت آزادی کے ساتھ انتخاب عمل میں آئے گا۔ چنانچہ تاریخ انتخاب معین کرنے کے پہلے جمعیۃ علماء بہار کے ارکان منتظمہ و دیگر معزز علماء ارکان شورای امارت کو ۱۹ صفر ۱۳۴۳ھ کو طلب کیا ہے۔ جو تاریخ اجلاس جمعیۃ علماء بہار و طریق انتخاب امیر شریعت باہمی مشورہ سے طے کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ دو ہفتہ کے اندر انتخاب عمل میں آئے گا۔

لیکن اس سے پہلے امارت کا کام جس طرح تھا بدستور جاری رہیگا۔ اور جتنے عہدہ دار اور ارکان تھے وہ سب کے سب بدستور رہیں گے اور نائباً نائباً تمام خدمات کو انجام دیتا رہیگا۔ یہی مسئلہ شرعی ہے اور یہی اصول ہے۔
خدا کی ذات سے امید ہے کہ علماء بہار و عقلاء بہار کو اللہ پاک نے جس طرح پہلے توفیق دی تھی کہ تمام نفسانیت و خود رائی و خود پسندی چھوڑ کر دین قوم کے اصول و احیاء کے لئے ایک ذات پر متفق ہو کر بیعت اطاعت کر لی تھی۔ اب بھی ایسا ہی کریں گے اور بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنے کے بعد اب کبھی نہ بھولیں گے۔ اور اصل مقصد پر نگاہ کر کے جس طرح تمام اختلافات سے علیحدہ ہو کر ایک شخص کو اپنا امیر بنایا تھا ویسا ہی اب بھی کریں گے۔
یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت امیر شریعت نے بھی جو آخری تحریر لکھوائی ہے وہ بھی مسئلہ امارت ہی سے متعلق ہے۔ اور حاشیہ معارف پر مولوی شاہ محمد قمر الدین صاحب کے قلم سے حسب ذیل عبارت لکھوائی ہے۔

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم لوگوں کو جو صورت تنظیم تعلیم فرمائی ہے اس سے بہتر کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر موقع انتظام میں زمام نظم کسی ایک شخص کے اختیار میں دیدیا جائے اور سب لوگ اُس کی اطاعت کریں۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ اذا خرج ثلثۃ فی سفر فلیومروا

واحدهم ۔ یعنی تین شخص بھی جب سفر میں نکلیں، تو چاہیے کہ وہ لوگ ایک شخص کو امیر بنالیں۔ (جامعہ صغیر بسند حسن بحوالہ ابن ماجہ)

غالباً حضرت قدس سرہ کے مرض موت میں اور وہ بھی سخت علالت کی صورت میں اس ارشاد کا ظاہر ہونا۔ قدرت کی طرف سے علمار کرام کے لئے ایک سبق ہے اور اشارتاً حکم ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو انتخاب امیر شریعت کرو۔

اکثر علمار کرام اور ارباب حل وعقد موجود ہوتے تو یقیناً تدفین سے پہلے حسب سنت صدیقی و دیگر خلفار ایسا ہی کیا جاتا۔ مگر عدم موجودگی کے باعث مجبوری ہوئی۔ اس لئے ۱۹ر صفر ۱۳۴۳ھ کو ہم نے جلسہ طلب کیا ہے تاکہ یہ فریضہ جلد ادا ہو۔ افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ہ

جمعیۃ علماء صوبہ بہار کی مجلس منتظمہ کا اجلاس

۱۹ر صفر ۱۳۴۳ھ یوم جمعہ کو بوقت ۲ بجے دن حضرت مولٰنا قاضی سید نور الحسن صاحب کے مکان پر جمعیۃ علمار بہار کی مجلس منتظمہ مشترکہ کا اجلاس بغرض مشورہ طریق انتخاب امیر شریعت منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل حضرات شریک تھے۔

مولٰنا محمد یوسف صاحب رمضان پور۔ مولٰنا عبد الشکور صاحب بہار۔ مولٰنا سید شاہ محمد اسمٰعیل صاحب۔ مولٰنا ابو الخیرات صاحب سیوان

مولٰنا ریاض احمد صاحب بتیا۔ مولٰنا خیر الدین صاحب گیا۔ مولٰنا عبد اللطیف صاحب گیا۔ مولٰنا محمد طٰہ صاحب بہار۔ مولٰنا عبد الکریم صاحب گیا۔ مولٰنا عبد الحکیم صاحب گیا۔ مولٰنا عبد الحمید صاحب دربھنگہ۔ مولٰنا عبد العزیز صاحب دربھنگہ۔ مولٰنا عبد الوہاب صاحب دربھنگہ۔ مولٰنا محمد یٰسین صاحب آرہ۔ مولٰنا شاہ سیدہ نور الحسن صاحب قاضی پھلواری شریف۔ مولٰنا سید محمد اسحاق صاحب نبیرہ حضرت مولٰنا سید محمد علی صاحب مونگیر۔ مولٰنا فرخند علی صاحب سہسرام۔ مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت۔ مولٰنا محمد عثمان غنی صاحب ناظم امارت شرعیہ۔ مولٰنا مقبول احمد صاحب دربھنگہ۔ مولٰنا دیانت حسین صاحب دربھنگہ۔ مولٰنا قمر الدین صاحب دربھنگہ۔ مولٰنا عبد الغفور صاحب آرہ۔ قاضی احمد حسین صاحب گیا۔ مولوی حسن آرزو صاحب پھلواری شریف۔ مولٰنا عبد الہادی صاحب پھلواری شریف۔ مولٰنا عبید اللہ صاحب انجھر شریف ضلع گیا۔ مولٰنا عبد الصمد صاحب رحمانی مونگیر۔ مولٰنا احمد اللہ صاحب گیا۔ مولانا سید محمد صاحب گیا۔

اس اجلاس میں علاوہ دوسری تجویزوں کے حسب ذیل تجاویز منظور کی گئیں۔

(۱) یہ جلسہ جمعیۃ علماء بہار کا عالیجناب حضرت امیر شریعت مولانا سید شاہ محمد بدر الدین صاحب علیہ الرحمۃ کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی رنج وغم اور صدمہ کا اظہار کرتا ہے اور حضرت ممدوح کے لئے دعاء ترقی مدارج کرتے ہوئے اُن کے تمام وابستگان کے ساتھ شریک غم ہو کر اللہ پاک سے دعاء کرتا ہے۔

کہ جملہ متعلقین و متوسلین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز ایسے مقتدر جامع الصفات ذات کے وصال سے تمام مسلمانوں کو بالخصوص مسلمانان بہار کو جو نقصان پہنچا ہے اللہ کی ذات سے امید رکھتا ہے کہ اسکی پوری مکافات فرمائیگا۔

(۲) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ بتاریخ ۸، ۹ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ ایک عام جلسہ پھلواری شریف میں بغرض انتخاب امیر شریعت صوبہ بہار دارالیہ منعقد کیا جائے جس میں علاوہ ارکین جمعیۃ علماء بہار کے دیگر اہل الرائے کو بھی مدعو کیا جائے! اور اس سلسلہ کی صدارت کے لئے حضرت مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مدظلہ مونگیری کو منتخب کرتا ہے۔

(۳) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ مقامی حضرات پھلواری شریف کے مجلس استقبالیہ کی فوراً ترتیب دے کر نظم جلسہ شروع کر دیں۔

اس کے بعد مجلس استقبالیہ مرتب ہوئی جس کے صدر جناب مولانا شاہ محمد قمر الدین صاحب قرار پائے۔ مجلس استقبالیہ نے فوراً تمام علماء کرام اور اعیان بہار کے نام دعوتی خطوط روانہ کیے۔ اخبارات میں اطلاعیں دیں۔ مطبوعہ اعلانات تقسیم کئے اور اس موقع پر حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت کے اس مکتوب کو جو انتخاب اول کے پہلے آپ نے شائع فرمایا تھا۔ پھر شائع کیا گیا اور بحمد اللہ حسب تجویز مجلس منتظمہ جمعیۃ علماء بہار ۸، ۹ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو پھلواری شریف میں عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کی کارروائی روئداد جمعیۃ علماء بہار کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

انتخاب امیر شریعت ثانی کی کارروائی

۸ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ

اجلاس جمعیۃ علماء بہار کے منتخب شدہ صدر حضرت سید شاہ محمد علی صاحب مدظلہٗ بہ سبب علالت تشریف نہ لاسکے لیکن آپ کے صاحبزادے جناب مولنا سید شاہ محمد لطف اللہ صاحب مع دیگر علماء خانقاہ رحمانی مونگیر سے تشریف لائے۔ ۱۰ بجے تلاوت قرآن مجید سے اجلاس شروع ہوا۔ اس کے بعد جناب مولنا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب ناظم جمعیۃ علماء بہار نے حضرت مولنا سید شاہ محمد علی صاحب مدظلہ مونگیری کا خط پڑھکر سنایا جس میں عدم تشریف آوری کی معذوری کا اظہار تھا۔ اور یہ بھی تھا کہ جس شخص کو سب لوگ متفق ہوکر یا اکثریت کے ساتھ امیر شریعت منتخب کریں گے میں بھی اس سے متفق ہوں گا۔

پھر بہ اتفاق آرا تمام حاضرین مولنا سید شاہ محمد لطف اللہ صاحب قائم مقام صدر منتخب ہوئے۔ اس کے بعد جناب مولانا شاہ محمد قمرالدین صاحب صدر مجلس استقبالیہ نے اپنا خطبہ پڑھا جو بہت ہی مفید معلومات پر مشتمل تھا اور پسند کیا گیا۔ بعد ازیں جناب مولنا سید شاہ لطف اللہ صاحب صدر اجلاس نے حضرت مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مدظلہ کا خطبہ صدارت پڑھا جو نہایت ہی زبردست تھا۔ اور اس میں علماء کے فرائض اور مسئلہ امارت

کے اکثر پہلوؤں پر شرعی نقطۂ نظر سے پُر زور دلائل کے ساتھ بحث کی گئی تھی۔ اس سے پہلے اس مسئلہ پر اس شرح و بسط کے ساتھ بحث نہیں کی گئی تھی۔

بعد اختتام خطبہ صدارت تقریباً ڈیڑھ سو علمار اور اعیان کے اسمار پیش کیے گئے۔ کہ وہ امیر شریعت صوبہ بہار و اڑیسہ کو منتخب کریں۔ اور ان کا انتخاب شرعاً معتبر ہوگا۔ چنانچہ ان حضرات انتخاب کنندگان کی مجلس ۱۲ بجے دن سے منعقد ہوئی اور عشا تک ہوتی رہی۔ اس میں ہر طبقہ کے اہل الرائے حضرات بھی شریک تھے۔ مفصلہ ذیل حضرات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ (اس کے بعد نام ہیں۔ جو بہ نظر اختصار ترک کیے جاتے ہیں۔ شائقین روئداد جمعیۃ علمار صوبہ بہار میں ملاحظہ فرمائیں۔)

سب سے پہلے جناب مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ناظم دارالعلوم دیوبند۔ اور مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علمار ہند کا تار پڑھ کر سنایا۔ جو ۹ر صفر ۱۳۴۳ھ کو آیا تھا۔ کہ جلد از جلد امیر شریعت کا انتخاب کرکے کاموں کی رفتار کو جاری رکھیے۔ اور اسی وقت حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مہاجر مدنی جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا تار دیوبند سے آیا۔ کہ میں ریلوے لائن کے خراب ہو جانے کی وجہ سے جلسہ میں شریک نہ ہو سکا۔ اس کا افسوس ہے۔ جلسہ کی کامیابی کی دعار کرتا ہوں۔

اس کے بعد تجویز پیش کی گئی۔ کہ اس وقت صوبہ بہار میں حضرت

مولانا سید شاہ محی الدین صاحب مدظلہ سب سے زیادہ اہلیت وصلاحیت رکھتے ہیں۔ کہ آپ کو امیر شریعت منتخب کیا جائے۔ اس کی چند حضرات تائید کر چکے تھے۔ کہ مولوی محمد شفیع صاحب داؤدی نے یہ ترمیم پیش کی۔ کہ دو مہینہ تک مسئلہ انتخاب امیر شریعت کو ملتوی کر دیا جائے۔ اس کے بعد دوسرا جلسہ کر کے انتخاب امیر شریعت کا مسئلہ پیش کیا جائے۔

اس پر دیر تک بحث و تحیص کا سلسلہ جاری رہا۔ اور رائے لئے جانے پر صرف ۳ (تین) رائے ترمیم کے موافق آئی۔ اور پھر اصل تجویز باتفاق آراپاس ہوگئی۔ اور تمام حضرات نے حضرت مولانا سید شاہ محی الدین صاحب کو امیر شریعت صوبہ بہار واڑیسہ منتخب کیا۔ اور اطاعت فی المعروف کا عہد واثق کیا۔

اس درمیان میں جناب مسٹر سید محمد شریف صاحب ام۔ اے بیرسٹر ایٹ لا پٹنہ کا تار اجمیر سے آیا۔ کہ ہم بعض معذوریوں سے شریک نہ ہو سکے۔ اس لئے ہم اور نیز ہمارے ساتھ دوسرے چار تعلیم یافتہ حضرات جناب مولانا شاہ محی الدین صاحب کے لئے اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ کہ جناب موصوف کو امیر شریعت منتخب کیا جائے۔ اس تار کو پڑھکر جلسہ میں سنا دیا گیا۔

پھر (۹ ربیع الاول) ۱۱ بجے دن سے اندرون خانقاہ مجیبیہ ایک اجلاس عام منعقد ہوا۔ سب سے پہلے مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے یہ اعلان کیا۔ کہ کل کی مجلس جس کو انتخاب امیر شریعت کا حق دیا گیا تھا۔ اس نے مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب کو باتفاق امیر شریعت منتخب کیا۔

اور اطاعت فی المعروف کا عہد واثق کیا جس سے تمام حاضرین بہت خوش ہوئے۔ اور سب کے چہرے سے مسرت کے آثار نمایاں ہوئے۔

بعدہٗ مولانا موصوف نے بیعت کے معنے اور طریق بیعت بیان کرکے یہ فرمایا۔ کہ اب آپ تمام حضرات بھی امیر شریعت کی اطاعت فی المعروف کی بیعت کریں۔ چنانچہ تمام حضرات نے اطاعت فی المعروف کی بیعت کی۔ اس وقت کے اجلاس میں تقریباً ۴ ہزار اشخاص ہر طبقہ کے شریک تھے۔ اس وقت مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے مدرسین بھی جو رات کے جلسہ میں شریک نہ ہو سکے تھے تشریف فرما تھے۔ جن میں مولانا اصغر حسین صاحب مدرس اعلیٰ۔ مولانا عبید اللہ صاحب۔ مولانا دیانت حسین صاحب مولانا ظفر الدین صاحب بھی تھے۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات میں مسٹر سید شاہ اطہر حسین عرف اچھے صاحب بیرسٹر۔ اور دوسرے تعلیم یافتہ حضرات کثیر تعداد میں شریک تھے۔ اس کے بعد حضرت امیر شریعت مدظلہ نے پُر درد لہجہ میں یہ اعلان فرمایا۔

حضرات برادران! آج آپ حضرات نے جو بار آور بوجھ میرے سر ڈالا ہے، میں ہرگز اس کے اُٹھانے اور برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن آپ لوگ جب متفقہ طور پر مجھ ہی پر یہ بار ڈال رہے ہیں۔ تو میں بھی اس لئے کہ میرے انکار کرنے سے تفرقہ کا خوف ہے۔ مجبور ہو کر قبول کرتا ہوں۔ برادران! لیکن آپ کو سمجھ لینا چاہئے، کہ جس طرح آپ نے میرے سر اتنا بڑا بوجھ ڈالا ہے۔ آپ نے بھی اپنے سر اتنے ہی بوجھ لیا ہے۔ یعنی جب آپ نے

مجھکو اپنا سردار تسلیم کیا ہے۔ تو میری تمام خدمات کا مدار آپ کی سمع و اطاعت پر ہے۔ پس میرا جو حکم بحکم قرآن وحدیث۔ خدا اور رسول کے حکم کے مطابق آپ تک پہنچے آپ کو اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ میں تو آپ کا ایک خادم ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "کہ سید القوم خادمہم" یقین کیجیئے کہ تمام اگلے بزرگان صحابہ و خلفاء راشدین صحیح معنوں میں سید القوم تھے۔ اس لئے خلفاء راشدین راتوں کو پہرے دیا کرتے تھے۔ مسلمانوں کی تمام خدمتیں مثل غلام کے انجام دیا کرتے تھے۔ ہمارے دین کی سیادت دوسرے مذہب کی سیادت کی طرح نہیں ہے۔ اسی طرح حسب ارشاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آپ کا خادم ہوں۔

برادران اگر آپ حضرات سمع و اطاعت سے میری مدد کریں گے۔ تو آپ یقین کیجیئے۔ کہ آپ کے لئے دین و دنیا دونوں کی بھلائی ہوگی۔ اب میں آپ سے درخواست کروں گا۔ کہ اگر آپ حضرات آج اس اعلان کے بعد اوامر و نواہی جو آپ کے پاس پہنچائے جائیں گے۔ آپ اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ تو یقینی یہ چیز جو آج قائم کی گئی ہے۔ بہت ترقی کرے گی۔ اور آپ کی بہت بھلائی ہوگی۔ پس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ پر اوامر و نواہی جو میں آپ کی خدمت میں پیش کروں عمل کریں۔ خدا آپ کو اس کی توفیق دے۔ اور میری بھی مدد فرمائے۔ آمین

آج کے روز عالی جناب مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند اور مولانا حافظ عبد الحلیم صاحب صدیقی بھی بغرض شرکت اجلاس جمعیۃ علماء

بہار تشریف لائے۔ بعد کارروائی امارت "مسئلہ امارت اور اس کی ضرورت واہمیت پر دونوں حضرات نے نہایت پرجوش اور موثر تقریر فرمائی۔ اور اہل بہار کو اقامت امارت پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اہل بہار کو اس خصوصیت پر خصوصیت کے ساتھ مبارکباد دی۔ اور آخر میں جناب مولانا حافظ احمد سعید صاحب نے اس دعا پر اپنی تقریر کو ختم کیا۔ کہ اللہ پاک مسلمانان بہار کو کامل سمع وطاعت کی توفیق دے۔ اور امیر کو استقامت کی توفیق بخشے۔

اس تقریر کے بعد اجلاس کے بخیر وخوبی کامیاب ہونے کا اعلان کیا گیا۔

حضرت مولانا سید شاہ محمد محی الدین صاحب مدظلہ العالی کے انتخاب کے بعد جب اخبارات میں اعلان ہوا۔ تو بہت سے اکابر نے اس انتخاب پر اپنی مسرت وعقیدت کا اظہار کیا۔ اور حضور امیر شریعت کے نام بذریعہ خطوط اور تار کے مبارکباد کا پیغام آیا۔ بعض مقامات کے مسلمانوں نے جلسہ کر کے اظہار عقیدت اور سمع وطاعت امیر کی تجویز منظور کی صوبہ سے باہر بھی بعض مقامات میں اس مقصد کے لئے جلسے ہوئے اور اظہار مسرت سمع وطاعت اور مبارکباد کی تجویزیں منظور ہوئیں۔ جن کا تفصیلی ذکر اس مختصر رسالہ کی محدود وسعت کی گنجائش سے بالاتر ہے۔

خدمات

امیر شریعت ثانی حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب کے عہد امارت میں "امارت شرعیہ" کی کیا خدمات بروئے کار آئیں یہ تاریخ کا ایک مستقل باب ہے۔ کیونکہ آپ کے عہد امارت میں جس کی مدت (از ۹ / ربیع الاول ۱۳۴۳ھ تا ۲۹ رجادی الاولی ۱۳۶۶ھ) تیس ۲۳ سال ۲ دو ماہ بیس ۲۰ دن ہیں۔ یہ تاریخی عہد کا وہ دور ہے جو ہر طرح کے انقلاب اور اور ہر طرح کے مدّ وجزر کا آماجگاہ رہا ہے۔ اور ملک کا ہر گوشہ اس سے متاثر رہا ہے۔

صوبہ بہار بھی دوسرے صوبوں کی طرح ہر انقلاب اور ہر مدّ وجزر میں اگر دوسرے صوبوں سے آگے نہیں تو برابر کا شریک ضرور رہا ہے۔ اور بحیثیت امیر شریعت صوبہ بہار کے آپ کے سامنے ہر چیز آئی۔ اور آپ کو ہر ایک کے متعلق شرعی نقطۂ نگاہ سے صحیح راہ عمل نکالنی پڑی۔ اور صحیح مشورہ سے ادارہ کی رہنمائی کرنی پڑی۔ ان سب کو اس جگہ تذکرہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ۱۳۴۳ھ سے لیکر ۱۳۶۶ھ تک کے (۲۳ سال) کی تمام اسلامی اور سیاسی تحریکوں کی تاریخ قلمبند کی جائے۔ اور اس سلسلہ میں امارت شرعیہ کی خدمات کی نشان دہی کی جائے۔ جو کم سے کم اس امر کی مقتضی ہے کہ اس "تاریخ امارت" ایسی تیئس ۲۳ جلدیں لکھی جائیں اور ان میں بیس ۲۳ سالی کی خدمات کو اجاگر کیا جائے قطع نظر اس سے کہ رسالہ کی تنگ دامانی ہیں اسکے لئے

گنجائش نہیں ہے۔ اس رسالہ میں ان سب کا ذکر بھی مقصود نہیں ہے۔ اسلئے
ہم پہلے امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دوسرے امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ
کے مضمون کو بھی مولانا شاہ عون احمد صاحب قادری کی روایت سے
صرف علالت وفات کی حالت کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔

علالت و رحلت

یوں تو علالت کا سلسلہ بہت دنوں سے تھا لیکن ۱۲ ربیع الاول
سے نقل و حرکت قریباً بند تھی۔ خلوت میں نشستگاہ سے قریب ہی حوائج
ضروری کا سامان رکھ دیا گیا تھا۔ ربیع الاول کی آخری تاریخوں سے جمادی الاول
کی آخر تاریخوں تک دو ماہ اس حال میں گذرے کہ دو دو زخم موجود۔ ذیابطیس
کا حملہ بار بار ہوتا۔ کبھی کبھی بخار بھی آجاتا۔ نقل و حرکت بند۔ مگر اپنی جگہ
پر بیٹھے ہوئے معمولات بھی پوری کرتے رہے۔ اور دینی و ملی امور
بھی انجام دیتے رہے۔ ۱۲ جمادی الاولیٰ کی صبح کو بخار آگیا۔ ڈاکٹر
عبد الغفور صاحب ڈریسنگ کے لئے آئے تو تھرمامیٹر سے پتہ چلا کہ
درجہ حرارت ننانوے ڈگری ہے اور یہ سلسلہ ۲۸ جمادی الاولیٰ تک رہا۔

۲۹ جمادی الاولیٰ شنبہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۴۷ء
مولوی محبوب عالم صاحب (جو علالت کے زمانہ میں شب و روز خدمت میں
حاضر رہے) کا بیان ہے کہ ۲۹ کی رات کو میں نے حضرت کی سانس میں تیزی
محسوس کی۔ مگر خود آپ نے اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ صبح کو حسب معمول

نماز فجر سے فراغت کے بعد اپنے وظائف پورے کئے۔ پھر اشراق پڑھی اور دلائل الخیرات وغیرہ پڑھی۔ اس کے بعد مولوی محبوب عالم صاحب نے سر میں تیل مالش کیا۔ اور آپ سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے اور مولوی محبوب صاحب کو آواز دی، وہ قریب آئے تو فرمایا حکیم صاحب کو بلاؤ تنفس میں تیزی معلوم ہوتی ہے۔ جلدی مولوی حکیم محمد شعیب صاحب آئے۔ دیکھ کر کہا کہ گائے کا گھی سینہ پر مالش کر لیا جائے۔ اور بخار کی وجہ سے جو یونانی دوا استعمال میں تھی نسخہ لیکر اس میں کچھ اضافہ کیا۔ صبح کے سات بجے ڈاکٹر عبدالغفور صاحب اور عطا کریم صاحب کمپونڈر زخموں کی ڈریسنگ کے لئے آئے۔ جس وقت یہ لوگ حضرت کے پاس پہنچے۔ آپ اخبار دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا حضور آج کل حرارت رہتی ہے۔ اس لئے مشاغل میں کمی کر دی جائے۔ اور خود اخبار نہ دیکھا جائے۔ بلکہ کوئی پڑھکر سنائے۔ حضرت نے فرمایا "بالکل بیکار رہو کر کیسے بیٹھ جاؤں" ڈاکٹر صاحب خاموش ہو رہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مزاج کی حالت پوچھی۔ تنفس کی زیادتی کا حال معلوم کر کے انہوں نے کہا کہ یہ ایک نئی بات ہے۔ جس کی اطلاع فوراً ڈاکٹروں کو دینی چاہیے۔ پٹنہ جانے میں دیر ہوگی، فون کر کے ڈاکٹر مسعود الحق صاحب یا کسی اور ڈاکٹر کو بلوایا جائے۔ چنانچہ مخدوم و مطاع مولانا شاہ محمد امان اللہ صاحب خود فون کرنے گئے۔ اس درمیان میں ڈاکٹر صاحب نے ڈریسنگ کا کام جلد تمام کیا۔ بلکہ دوسرے زخم کی ڈریسنگ چھوڑ دی مخدوم و مطاع

مولانا شاہ محمد امان اللہ صاحب نے آکر کہا کہ ڈاکٹر مسعود الحق صاحب نہ تھے اور نہ ڈاکٹر عبد الحی صاحب تھے۔ ڈاکٹر محمود شاہ کو کہہ دیا ہے، وہ آرہے ہیں۔ اس وقت تک حضرت کے تنفس میں بہت شدت پیدا ہو گئی تھی۔ اذیت کی کراہ کے ساتھ اللہ اللہ کہتے جارہے تھے۔ آواز اتنی بلند تھی کہ خلوت کے باہر کے لوگ بھی سُن رہے تھے۔ مولوی محبوب عالم صاحب اور عمی سید لطف احمد صاحب سینہ میں گھی کی مالش کر رہے تھے۔ اور آپ تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اتنے میں آنکھیں بند ہونے لگیں اور جسم سست پڑنے لگا اور آواز کم ہونے لگی۔ جدی حکیم سید محمد شعیب صاحب نے نبض دیکھی اور کہا کہ کمزوری بڑھ رہی ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبد الغفور صاحب نے کہا کہ نبض ڈوب رہی ہے۔ ابی ولی نعمی مولانا شاہ نظام الدین صاحب قبلہ مدظلہ پہلے سے صحن میں کھڑے تھے، یہ سُن کر فوراً حضرت کے قریب پہنچ گئے۔ اور ہم سب بھی قریب پہنچے تو آنکھیں بند تھیں۔ سر جھک رہا تھا اور سانس کی آواز آہستہ آہستہ کم ہوتی جارہی تھی۔ اب تک تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ہم سب نے مل کر اُتر دکھن لٹا دیا، اس کے بعد ہی روح نے آخری سانس لی اور ۲۹ رجمادی الاولی سہ شنبہ کی صبح کو خانقاہ کے وقت (یعنی لوکل ٹائم ۸ بجکر ۱۸ منٹ پر روح قفس عنصری کو چھوڑ کر ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دس بجے سے پٹنہ، داناپور، اور اطراف و مضافات سے لوگوں کی

آمد شروع ہوگئی۔ اور یہاں تجہیز و تکفین کا سامان ہونے لگا۔ محترمی حافظ شہاب الدین صاحب علی نگری پائین میں بیٹھکر پیران سلسلہ کا شجرہ لکھنے لگے۔ مولوی عبد الجلیل صاحب (خادم خاص) نے دو تھان کپڑا کفن تیار کرنے کو مصطفےٰ درزی کے حوالہ کیا۔ باغ مجیبی میں حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری پھلواروی کے چبوترہ پران کے پائین میں قبر کھودنے کا کام شروع ہوا۔ مسلمان مزدوروں نے یہ کام کیا۔ معمول کے مطابق قبر مسنون طریقہ پر بغلی بنی۔

جب غسل کا سامان درست ہوگیا تو ۲ بجے نماز ظہر کے بعد غسل شروع کیا گیا۔ خلوت میں بچھیم کے حجرہ میں جو پیران کے غسل کی جگہ ہے وہاں جسد مبارک لے جایا گیا۔ ابی و ولی نعمی مولانا شاہ محمد نظام الدین صاحب قبلہ مدظلہٗ کی ہدایت کے مطابق مخدومی مولانا شاہ محمد امان اللہ صاحب نے غسل دیا اور راقم الحروف عمی سید لطف احمد، عمی سید محمد یوسف صاحب اور مولوی محبوب عالم صاحب غسل دینے میں ان کی مدد و معاونت کرتے رہے۔ مولانا شاہ عز الدین صاحب ندوی اور شاہ محمد سلیمان صاحب المجیبی اور برادران عزیز عماد الدین و عین احمد سلمہا پانی لانے اور بڑھانے کا کام کرتے رہے۔

ساڑھے چار بجے عصر کی اذان ہوئی اور قریباً پانچ بجے نماز عصر ہوئی۔ نماز کے بعد جنازہ اُٹھاکر مسجد کے دروازہ سے متصل رکھا گیا۔ اور صف بندی ہونے لگی۔ ابی و ولی نعمی مولانا شاہ محمد نظام الدین صاحب

قبلہ مدظلہ نے مخدوم مولانا شاہ محمد امان اللہ کا ہاتھ پکڑ کر نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھا دیا۔ انھوں نے نماز پڑھائی۔ پھر ہم لوگ جنازہ لے کر آگے چلے۔ حالانکہ حضرت نے اچانک وفات پائی۔ اس کی خبر اس روز آس پاس کے علاقوں میں بھی نہ پہنچ سکی تاہم علما، و مشائخ اور عقیدتمندین و عوام کا زبردست اجتماع ہو گیا تھا۔ اور خانقاہ سے آستانہ تک لوگ موجود تھے۔ جنازہ حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ کے پائین میں رکھا گیا۔ قبر کے اندر ابی و عمی مولانا شاہ محمد نظام الدین صاحب اور مخدومی مولانا شاہ محمد امان اللہ صاحب اور راقم الحروف اترے اور قبر کے بالائی حصہ پر عمی مولانا شاہ محمد شہاب الدین صاحب اور مولانا شاہ عز الدین صاحب اور عمی حکیم سید محمد یوسف صاحب تھے۔ اوپر سے حکیم سید محمد شعیب صاحب اور دیگر اہل خصوص نے نعش مبارک بڑھائی اور ان لوگوں نے نیچے اتارا۔

(ملخصاً از محی الملۃ والدین)

آئینی دور کا تیسرا امیر

حضرت امیر شریعت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد میں نے تیسرے امیر شریعت کے انتخاب کے سلسلہ میں حسب ذیل اعلان پریس کو دیا جو مقامی اخبار روزانہ الہلال پٹنہ میں ۳ رجمادی الثانی ۱۳۶۶ھ کو شائع ہوا:۔

انتخاب امیر شریعت

حضرت مولانا سید شاہ حاجی محمد محی الدین صاحب امیر شریعت ثانی قدس سرہ العزیز کی رحلت سے جہاں اور ہزاروں قسم کی پریشانیاں مسلمانوں کو لاحق ہوئی ہیں وہاں بہت سے مسلمانوں کو تشویش ہوگی اور فکر مند ہوں گے کہ اب امارت شرعیہ کے متعلق کیا ہوگا؟

آئین اسلام کی رو سے یہ تو ظاہر ہے کہ امارت شرعیہ کا وجود نہ کوئی مخفی سیاسی چیز ہے نہ وقتی مسئلہ ہے، بلکہ یہ خالص مذہبی اصول اور شرعی حکم کے ماتحت مسلمانوں کی حیات و زندگی کے لئے لازمی چیز ہے اور تمام اہل علم و اکثر ارباب حل و عقد نے مناسب غور و خوض کے بعد اس چیز کی بنا ڈالی اور ہندوستان کے ہر صوبے کے لئے بہترین نمونہ پیش کیا۔

اگرچہ ابھی وہ تمام مقاصد جو امارت شرعیہ کے پیش نظر ہیں اور وہ منتہائے امور جو امارت کے ماتحت انجام پانا چاہئے۔ اور

مسلمانوں کو جس طرح پر قرون اولیٰ کی طرح متحد ہوکر ایک طاقتور ہستی بن جانا چاہیئے ۔ ابھی تک یہ پورا نہیں ہوا ہے اور شاید ابھی ایک مدت تک انتظار کرنا ہوگا ۔ لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ اتنی مدت میں علمی اور عملی حیثیت سے اسکی تکمیل کیلئے بہت کچھ ہوا جسکی اشاعت جریدۂ امارت اور جریدۂ نقیب کے ذریعہ سے ہوتی رہی ہے ۔

اس وقت مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ عام مسلمانوں کو مطمئن رہنا چاہیئے کہ جن مقاصد کے لحاظ سے امارت شرعیہ قائم ہوئی ہے ۔ اسکی تکمیل کے لئے امارت شرعیہ انشاء اللہ تعالیٰ برابر قائم رہے گی ۔ اس کے قیام و بقا کی حیثیت سے کوئی تشویش کی وجہ نہیں ہے ۔ اس وقت ایک مسئلہ جدید انتخاب کا ہے ۔ اس کے لیے ایک تاریخ معین ہوگی ۔ تمام ارباب حل وعقد کو دعوت دی جائے گی اور بہت جلد نہایت آزادی کے ساتھ شرعی اصول پر انتخاب عمل میں آئے گا ۔

چنانچہ تاریخ انتخاب معین کرنے کے پہلے جمعیۃ علماء بہار کے ارکان منتظمہ و دیگر معزز علماء وارکان شوریٰ امارت شرعیہ کو بہت جلد دعوت دی جائے گی ۔ جو تاریخ اجلاس جمعیۃ علماء بہار و طریق انتخاب امیر شریعت باہمی مشورہ سے طے کریں گے ۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد انتخاب امیر شریعت ثالث عمل میں آجائے گا ۔ لیکن اس سے پہلے امارت کا کام جس طرح ہوتا تھا بدستور جاری رہے گا ۔ اور جتنے عہدہ دار وارکان تھے ۔ وہ سب کے سب بدستور رہیں گے اور نائب نیابتہً تمام خدمات کو

انجام دیتا رہے گا۔

یہی مسئلہ شرعی ہے اور یہی آئین اسلامی کا اصول ہے۔

(عبد الصمد رحمانی (نائب امیر شریعت صوبہ بہار)

جمعیۃ علماء صوبہ بہار کی مجلس عاملہ کا اجلاس

اس سلسلہ میں سب سے پہلے اس غرض سے کہ انتخاب امیر شریعت ثالث کے متعلق جمعیۃ علماء صوبہ بہار کا اجلاس کہاں کیا جائے۔ جمعیۃ علماء صوبہ بہار کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۳۰ اپریل مطابق ۸ جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ عیسوی پھلواری میں طلب کیا گیا۔ اور ارکان مجلس عاملہ کے نام ایجنڈا جاری کیا گیا۔

چنانچہ ۳۰ اپریل ۴۷ء کو جمعیۃ علماء صوبہ بہار کی مجلس عاملہ کا اجلاس پھلواری میں زیر صدارت جمعیۃ علماء صوبہ بہار۔ (ناچیز عبد الصمد رحمانی) بمکان حضرت مولانا قاضی سید نور الحسن صاحب آٹھ بجے صبح کو منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل ارکان مجلس عاملہ شریک ہوئے۔

مولانا سید محمد عثمان غنی صاحب، مولانا شاہ محمد قمر الدین صاحب مولانا قاضی سید نور الحسن صاحب، مولانا عبد الودود صاحب، قاضی سید احمد حسین صاحب، مولانا سید نور اللہ صاحب ناظم جمعیۃ علماء صوبہ بہار، مولانا سید منت اللہ صاحب، (مولانا) عبد الصمد رحمانی (صاحب) ان ارکان کے علاوہ حسب ذیل ارکان بھی شریک اجلاس تھے۔

مولانا عبدالرشید صاحب بھوجپور جدید، مہتمم مدرسہ اشرفیہ۔ آپ کے ساتھ آپ کے مدرسہ کے چار مدرسین بھی تھے۔ مولانا عبدالحمید صاحب اعظمی، مولانا محمد یونس صاحب فردوسی بہار۔

کارروائی مجلس عاملہ

اس سے پہلے دونوں انتخاب ضلع پٹنہ میں ہوئے۔ ایک شہر پٹنہ میں دوسرا پھلواری میں۔ حضرت امیر شریعت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ہی سے یہ بات محل گفتگو بن گئی تھی کہ امیر شریعت صوبہ بہار کے انتخاب کا شرف صوبہ کے ہر ضلع کو ملنا چاہیے۔ ہر انتخاب ضلع پٹنہ میں کیوں ہو؟ چنانچہ سب سے پہلے جلسہ میں اجلاس کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اور اس سلسلہ میں ضلع رانچی اور بتیا ضلع چمپارن اور جتوار پور سپول، ضلع دربھنگہ، مانڈر ضلع مونگیر وغیرہ کے نام مختلف احباب نے پیش کئے۔ بحث و گفتگو کے بعد چمپارن کو اس استحقاق سے نمبر اول کے درجہ میں رکھا گیا کہ تمام اضلاع صوبہ بہار میں ضلع چمپارن نے سب سے پہلے امارت شرعیہ کی تنظیم میں حصہ لیا۔ اور اس وقت بھی تمام اضلاع سے زیادہ امارت شرعیہ کے کاموں میں پیش پیش ہے۔ لہذا اس لحاظ سب سے مقدم ہے۔ رانچی کو نمبر دوم میں رکھا گیا۔ اس کے بعد دربھنگہ، مونگیر کو پسند کیا گیا۔ ضلع چمپارن کے لئے مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی کو۔ اور رانچی کے لئے قاضی سید احمد حسین صاحب کو منتخب کیا گیا کہ وہاں جا کر حالات کا جائزہ لیں۔

اور دربھنگہ کے لئے حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی کو تکلیف دی گئی۔ کیونکہ مولانا ضلع دربھنگہ کے کسی جلسہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ نیز یہ بھی قرار پایا کہ جب حالات کا جائزہ لے کر آئیں تو رپورٹ پر مقامی ارکان مجلس عاملہ جمعیۃ علمار صوبہ بہار سے مشورہ کے بعد صدر جمعیۃ علمار صوبہ بہار کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ مقام اور تاریخ کا اعلان کر دیں۔

انتخاب امیر شریعت کے جلسہ کی تاریخ ۱۳-۱۴- رجب ۱۳۶۶ھ مطابق ۴-۵- جون ۱۹۴۷ء بروز چہار شنبہ و پنجشنبہ مقرر کی گئی۔ اور انتخاب امیر شریعت ثالث صوبہ بہار کے متعلق دعوت نامہ وغیرہ کے اجرار اور جلسہ کے نظم کے متعلق صدر و ناظم کو اختیار دیا گیا۔

(ملخصًا از رجسٹر کارروائی جمعیۃ علمار صوبہ بہار)

جائزہ کی رپورٹ پیش ہونے کے بعد ضلع چمپارن کو ترجیح دی گئی۔ اور چمپارن کے ذمہ دار اصحاب کے مشورہ کی روشنی میں یہ طے پایا۔ کہ یہ اجلاس "ڈھاکہ ضلع چمپارن" میں کیا جائے۔ چنانچہ بذریعہ اخبار، اشتہار، پوسٹر وغیرہ پورے صوبہ میں مقام اور تاریخ کے متعلق حسب ذیل اعلان کیا گیا:-

جمعیۃ علمار صوبہ بہار کا خصوصی عظیم الشان اجلاس

(۱۳-۱۴ رجب ۱۳۶۶ھ مطابق ۴-۵ جون ۱۹۴۷ء بروز چہار شنبہ و پنجشنبہ کو) زیر صدارت حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صدر جمعیۃ علمار ہند (ڈھاکہ ضلع چمپارن میں منعقد ہوگا)

اس عظیم الشان اجلاس میں امیر شریعت صوبہ بہار و اڑیسہ کا انتخاب اسلامی آئین کے ماتحت عمل میں آئے گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کا عام اجلاس بھی ہوگا۔ جس میں امیر شریعت کے انتخاب کے متعلق فیصلہ سنایا جائیگا۔ اور مسئلہ امارت شرعیہ اور دوسرے اہم مسائل پر علماء کرام کی اہم تقریریں ہوں گی۔ مسلمانان صوبہ بہار سے عموماً اور ضلع چمپارن کے مسلمانوں سے خصوصاً استدعا ہے کہ شریک اجلاس ہوکر علماء کرام کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہوں اور اس اجلاس کو کامیاب بنائیں۔

جمعیۃ علماء صوبہ بہار کی مجلس منتظمہ کے ارکان اور صوبہ کے دیگر ارباب حل و عقد اور مشاہیر و اکابر کے علاوہ دوسرے صوبہ سے

(۱) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند

(۲) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

(۳) حضرت مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہاں پوری نائب صدر جمعیۃ علماء ہند

(۴) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند اجلاس میں شریک ہوں گے۔

مخصوص طور پر میں نے ایک "دعوت نامہ" حسب ذیل مضمون کا علماء کرام صوبہ بہار اور دیگر ارباب حل و عقد و مشاہیر و اکابر و مشائخ حضرات کی خدمت میں بھیجا۔

(صفحہ ۱۱۴ پر ملاحظہ ہو)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً ومصلیاً ومسلماً

گرامی قدر جناب محترم۔ زاد مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
جناب کو جمعیۃ علماء صوبہ بہار کے خصوصی اجلاس کی دعوت نہایت خلوص سے دے رہا ہوں، جو بتاریخ ۱۳۔۱۴۔ رجب ۱۳۶۶ھ مطابق ۴۔۵ جون ۱۹۴۷ء روز چہارشنبہ پنجشنبہ کو، بمقام ڈھاکہ ضلع چمپارن میں منعقد ہو رہا ہے۔

انتخاب امیر شریعت "نظام شرعی" کے قیام و بقا اور احکام اسلامی کے نفاذ و اجراء کی حیثیت سے کتنا اہم ہے اور کتاب و سنت اور فقہ اور آئین اسلامی کی رو سے اس فریضہ کی ادائیگی میں ادنیٰ تساہل بھی کتنا بڑا جرم ہے یہ سب آپ حضرات پر روشن ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ اسلامی زندگی دراصل جماعتی زندگی کا نام ہے۔ اور جماعتی زندگی بغیر "امارت" کے نہیں ہوسکتی جیسا کہ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ

لا اسلام الا بجماعۃ ولا جماعۃ الا بامارۃ الخ
(جامع لابن عبد البر)

اسلامی زندگی نہیں ہوسکتی بغیر جماعتی زندگی کے اور جماعتی زندگی نہیں ہوسکتی بغیر "امارت" کے۔

بالخصوص حالات حاضرہ اور حوادث لاحقہ جو آئے دن ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں، داعی ہیں کہ انتخاب امیر شریعت کے مسئلہ کی انجام دہی میں فرصت کا ایک منٹ رائگاں کئے بغیر فوراً ہم مصروف عمل ہو جائیں۔ اور حیات امت کے اس ذمہ دارانہ فریضہ کی انجام دہی کو سب سے اقدم اور اہم سمجھیں۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس خصوصی اجلاس میں جس میں کہ امیر شریعت ثالث کا آئین اسلامی کے رو سے انتخاب ہوگا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہاں پوری نائب صدر جمعیۃ علماء یوپی۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سالار اعظم جمعیۃ علماء ہند نے شرکت منظور فرما لیا ہے۔ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے پوری توقع ہے کہ ان گرامی قدر بزرگوں کی شرکت کی وجہ سے یہ اجلاس نہایت کامیاب ہوگا۔ اور مسئلہ امارت شرعیہ اور وقت کے دیگر اہم مسائل پر کتاب و سنت کی روشنی میں بصیرت افروز رہنمائی کی جائے گی۔

آخر میں مکرر التماس ہے کہ اپنے فرائض اور رفتار زمانہ کی نزاکتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور اردگرد کے تمام ظروف و ماحول پر نگاہ ڈالتے ہوئے اور تمام مصالح اور مضار کا پوری طرح لحاظ کرتے ہوئے اس اجلاس میں ضرور شرکت فرمائیں اور انتخاب امیر شریعت کے مسئلہ میں عملی حصہ لیکر ایسی ذات گرامی کا انتخاب عمل میں لائیں جن کی ذات سے ان مقاصد کی تکمیل کی طرف قدم بڑھے جو امارت شرعیہ سے متعلق ہیں۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔ افوض امری الی اللہ۔ ان اللہ بصیر بالعباد۔ والسلام

عبدالصمد رحمانی

۲۱۔ جمادی الاخریٰ ۶۶ھ

یہ دعوت نامہ جمعیۃ علمار صوبہ بہار کی مجلس منتظمہ کے نام (جن کی تعداد ستر تھی) اور تقریباً چھ سو دعوت نامے خصوصی طور پر دیگر علمار کرام اور ارباب حل وعقد اور مشاہیر و اکابر اور مشائخ کے نام بھیجے گئے۔ اور اسلامی جماعتوں (مثلاً مسلم لیگ، جمعیۃ المومنین وغیرہ) کے صدر و سکریٹری صاحبان کو بھی خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ جس کی تفصیل جمعیۃ علمار صوبہ بہار کے دفتر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اس رسالہ کی تنگ دامانی اس کی اجازت نہیں دیتی ہے کہ ناموں کا اندراج یہاں کیا جائے۔

انتظام تمام مکمل ہو چکے تھے کہ یک بیک حکومت بہار کی جانب سے ان تاریخوں کے متعلق اعلان ہوا کہ نہ کہیں جلسہ ہو سکتا ہے نہ جلوس نکالا جا سکتا ہے۔ مجبوراً صدر کی تاریخوں میں اجلاس کے ملتوی ہونے کا اعلان کیا گیا۔ اور پھر دوبارہ ۲۶-۲۷ جون ۴۷ء مطابق ۶-۷ شعبان المعظم ۶۶ھ کا اعلان کیا گیا۔

اس دوسری تاریخ میں مخدوم و مطاع حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صدر جمعیۃ علمار ہند کو دارالعلوم دیوبند کی تعلیمی مصروفیت کی وجہ سے چونکہ تعلیمی سال کا آخری ماہ تھا۔ اور دورہ حدیث کی کتابیں ہو رہی تھیں اور ان کو ختم کرانی تھی۔ شرکت سے معذوری ہوئی۔ اور حضرت مولانا ممدوح نے اپنی جگہ پر حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر کو اجلاس کا صدر مقرر فرمایا۔ لیکن اجلاس کے انعقاد کے پہلے ایک موٹر کے حادثہ میں حضرت مولانا ممدوح سخت مجروح ہوئے اس لئے

شرکت سے معذور رہے اور بجائے ان کے اس اجلاس کی صدارت حضرت
مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی نے فرمائی اور حضرت
ناظم صاحب جمعیۃ علماء ہند موصوف ہی کی صدارت میں امیر شریعت ثالث
صوبہ بہار کا انتخاب عمل میں آیا۔

انتخاب امیر شریعت ثالث صوبہ بہار کی کارروائی

۲۶، ۲۷، شعبان ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۶-۲۷ جون ۱۹۴۷ء کو ڈھاکہ ضلع چمپارن
میں جمعیۃ علماء صوبہ بہار کا عظیم الشان اجلاس عام ہوا۔ اس اجلاس میں جمعیۃ علماء
صوبہ کی مجلس منتظمہ کے نصف سے زائد ارکان نے شرکت فرمائی۔ ان کے علاوہ
تمام صوبہ کے معزز علماء، اور مقتدر زعماء جو جمعیۃ علماء کی دعوت پر اجلاس میں
شریک ہوئے ان کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے۔ ۲۶ر جون کو دوپہر کے
وقت سے قرب وجوار کے ہزاروں مسلمان مرد عورت کی آمد شروع ہوئی
نماز مغرب کے بعد وسیع اور خوشنما پنڈال میں مولانا محمد میاں صاحب
ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی کی زیر صدارت اجلاس عام شروع ہوا۔ اس
اجلاس میں حاضرین کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی رضاکاروں کی
بہت بڑی جماعت جلسہ کے انتظام میں مصروف تھی۔ مسٹر علی امام
صاحب سالار اعظم جمعیۃ علماء صوبہ بہار اپنے صوبائی دستہ کے ساتھ موجود تھے
یہ دستہ چستی اور مستعدی نظم وضبط کا بہترین مثال پیش کر رہا تھا حضرت
مولانا ریاض احمد صاحب کے خطبہ استقبالیہ کے بعد صدر اجلاس مولانا

محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی نے زبانی خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ پھر حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ناظم شعبۂ تبلیغ جمعیۃ علماء ہند اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سالار اعظم جمعیۃ علماء ہند کے پر مغز اور بصیرت افروز دلچسپ تقریروں کا سلسلہ رات کے ۱۲ بجے تک جاری رہا ۲۷ رجون کو ۸ بجے صبح سے مجلس منتظمہ کا اجلاس شروع ہوا۔ امیر شریعت صوبہ بہار کا انتخاب اس اجلاس کا اہم موضوع تھا۔ تقریباً ۳ گھنٹے کے بعد کامل اور آزادانہ غور وخوص کے بعد حضرت مولانا شاہ قمر الدین صاحب (پھلواری شریف) کو ارباب حل وعقد (مجلس منتظمہ کے ارکان اور حضرات مدعوین نے) بالاتفاق صوبہ کا امیر شریعت منتخب کرلیا۔ امیر شریعت کے انتخاب کے بعد صدر اجلاس مولانا محمد میاں صاحب نے ایک تقریر فرمائی جس میں امارت اور اتباع امیر کی اہمیت اور موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لئے اس کی ضرورت بیان کرتے ہوئے مؤثر انداز میں امارت شرعیہ کی تائید اور اس کے نظام کو مستحکم کرنے کی اپیل کی۔

(نقیب ۲۰ر شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ ہجری)

نقیب کی تنگ دامانی کی وجہ سے اس اشاعت میں اتنی گنجائش نہ تھی کہ انتخاب کی مفصل کارروائی اس میں دیجاتی۔ کیونکہ اسی اشاعت میں حضرت مولانا ریاض احمد صاحب صدر مجلس استقبالیہ کا "خطبۂ صدارت" اور "خیر مقدم" وغیرہ شایع ہوا ہے۔ اس لئے مفصل کارروائی کے لئے مولانا ابوصالح صاحب رحمانی بہاری کا ہم وہ مضمون اس جگہ بلفظہٖ نقل کردینا چاہتے ہیں۔

جو روزانہ الہلال پٹنہ کے ۱۹ شعبان کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔
اس مفصل مضمون سے کارروائی کے ساتھ اجلاس کی ظاہری صورت اور اجلاس کی معنوی اہمیت دونوں پر روشنی پڑتی ہے۔

جمعیۃ علماء صوبہ بہار کا خصوصی اجلاس

اور

ہمارے تأثرات

از مولانا ابو صالح محمد عجب رحمانی بہاری

میں جمعیۃ علماء صوبہ بہار کے اجلاس خصوصی کی شرکت کے لئے حسب ہدایت مجلس استقبالیہ ڈھاکہ (ضلع چمپارن) پہونچنے کے لئے "گھوڑا صحن" اسٹیشن پر اترا۔ یہاں رضا کار اور سواری موجود تھی اس سے میں ڈھاکہ روانہ ہو گیا۔ مجلس استقبالیہ کی طرف سے شرکاء اجلاس کو لیجانے کے لئے ایک ٹرک ایک لاری ایک بھان نامی موٹر تھی۔

اجلاس کا ظاہری منظر

چین پور ڈھاکہ جہاں جلسہ گاہ تھا، جب میری سواری پہنچی، تو آبادی کی ابتدا ہی میں سڑک پر پہلا گیٹ ملا جس پر "سجاد نگر" لکھا ہوا تھا، جو بتا رہا تھا کہ اس پورے حلقہ کو یہاں کے کارکنوں نے "سجاد نگر" قرار دیا ہے جس کا یہ صدر دروازہ ہے۔ اس کے بعد سواری گذرتی گئی اور مختلف گیٹوں سے جن کو مختلف قسم کے کپڑوں، اور ہرے ہرے پتوں سے سجایا گیا تھا۔

میں سرسری طور پر گذرتا گیا جسکی وجہ سے تعداد یاد نہ رکھ سکا۔ ہاں یہ ضرور یاد ہے کہ دار الحرب ہندوستان میں آجتک جتنے امیر ہوئے ہیں سب کے نام کا ایک گیٹ (دروازہ) تھا۔

ایک گیٹ پر باب "شہید احمد رحمۃ اللہ علیہ" لکھا تھا، ایک گیٹ پر "باب حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ" لکھا تھا۔ اسی طرح ایک گیٹ پر "باب شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ" لکھا تھا۔ ایک گیٹ پر "باب امیر شریعت حضرت شاہ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ" لکھا تھا۔ ایک گیٹ پر باب امیر شریعت حضرت شاہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ" لکھا تھا۔ اور گیٹوں میں کیا تھا یاد نہیں رہا ہاں قیام گاہ کے گیٹ پر جس کے ساتھ جمعیۃ علمار کا بہت بڑا جھنڈا نصب تھا اور اس کا پرچم فضا آسمانی میں لہریا لے رہا تھا۔ باب سجاد لکھا ہوا تھا

قیام گاہ لب سڑک مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ میں تھا۔ جس کے ناظم حکیم محمد عالم صاحب ہیں۔ اس کے وسیع صحن کے بیچ میں ایک بڑا سا چبوترہ ہے، اور تین طرف اس کے سائبان اور کمروں کے قطار ہیں مشرقی کمروں میں تو مہمان کی مہمان داری کا سامان راشن وغیرہ تھا جنوبی اور شمالی کمروں میں مہمانوں کے ٹھہرنے کا انتظام تھا۔

جنوبی قطار کا سب سے پہلا کمرہ حضرت امیر شریعت ثالث مولانا شاہ قمرالدین صاحب کا تھا۔ دوسرا کمرہ دوسرے صوبوں سے آنے والے علمار کرام کے لئے تھا۔ جس کے دروازہ پر چھوٹی چھوٹی تختیوں پر نہایت خوشخط حروف میں حضرت مولانا ابوالوفا صاحب، حضرت مولانا عبدالحنان

صاحب ناظم شعبۂ تبلیغ جمعیۃ علماء ہند، مولانا محمد قاسم صاحب سالار اعظم جمعیۃ علماء ہند حضرت مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند دہلی لکھکر آویزاں کردیا گیا تھا تیسرے کمرے کے دروازے پر جلی حرفوں میں "اراکین امارت شرعیہ" کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ اس کے بازو میں جو کمرہ تھا۔ اس پر صدر مجلس استقبالیہ حضرت مولانا ریاض احمد صاحب کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ اس کے بعد ناظم مدرسہ حکیم صاحب کا کمرہ تھا۔ اس کے بعد مدرسہ کے آفس کا کمرہ تھا۔ اس کے بعد دو روٹیاں تھیں ایک پر دفتر مجلس استقبالیہ کا بورڈ لگا ہوا تھا، جہاں مولانا عبد الحمید صاحب اعظمی مبلغ امارت شرعیہ شرکاء اجلاس کو مجلس منتظمہ کا ٹکٹ، اعزازی ٹکٹ مندوبین کا ٹکٹ طعام کا ٹکٹ دے رہے تھے۔ دوسری روٹی پر دفتر جمعیۃ طلباء مدرسہ ہذا کا بورڈ تھا، اسی جگہ ایک چھپر کے نیچے انصار اللہ کا دفتر تھا۔ نیچے اتر کر باغ کے حصہ میں "مسٹر علی امام صاحب" سالار انصار اللہ بہار کی سرکردگی میں دو روٹیاں ان رضاکاروں کی تھیں جو سالار موصوف کے ساتھ بھاگلپور سے آئے تھے، اور اپنی چستی، کارکردگی اور جاذب نظر وردی سے اجلاس میں اپنی ممتاز جگہ رکھتے تھے۔

شمالی کمروں کی قطاروں میں صوبہ بہار کے مختلف ضلعوں سے آنے والے اراکین منتظمہ اور مدعوین کے قیام کا انتظام تھا۔ ہر کمرہ پر چھوٹی چھوٹی تختی لٹک رہی تھی۔ کسی پر ضلع پٹنہ، کسی پر ضلع مونگیر، کسی پر ضلع آرہ کسی پر ضلع دربھنگہ، کسی پر ضلع بھاگلپور وغیرہ لکھا تھا۔ کمرے سب آرام دہ اور ہوادار تھے۔

اسی قیام گاہ سے متصل وسیع پنڈال تھا جس کے صدر دروازہ پر "حسین آباد" لکھا تھا۔ پنڈال میں نہایت حسین اسٹیج تھا، جس کا چبوترہ پختہ اینٹوں سے بنوایا گیا تھا، دیوار اس کی بہت اونچی تھی جس پر تین سیڑھیوں سے گذر کر پہنچا ہوتا تھا۔ بالائی حصّہ پر سمنٹ کی مٹی سے نقش و نگار بنایا گیا تھا، اور مختلف جاذب نظر رنگوں سے اس کے پھول اور پتوں کو نمایاں کیا گیا تھا اور جنوبی وسط میں جمعیۃ علماء کا بڑا جھنڈا نصب تھا اور چبوترہ کے اوپر مخطط چادروں کی چاندنی دی گئی تھی۔ اور رنگین کاغذ کی گلکاریوں سے اس کو سجایا گیا تھا، پنڈال میں مختلف سڑکیں تھیں، مختلف دروازے تھے، اس کے مختلف جانب شربت، پان، مٹھائی کھانے اور چائے کی دوکانیں تھیں۔

اجلاس کی معنوی اہمیت

۶ر شعبان کو مغرب کے بعد باضابطہ اجلاس شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید اور نظم کے بعد سب سے پہلے حضرت صدر مجلس استقبالیہ مولانا ریاض احمد صاحب نے اپنا خطبۂ صدارت پڑھا، جو مطبوعہ نہیں تھا خطبہ اپنی جامعیت اور علمی نقطۂ نگاہ سے نہایت بلند تھا جس پر تبصرہ ہم عاصیوں کا کام نہیں ہے۔ اس کے بعد صدر اجلاس حضرت مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی نے خطبہ اجلاس زبانی دیا اور مسئلہ امارت اور اسلامی طرز حکومت پر شرعی

حیثیت سے روشنی ڈالی، اور بتایا کہ دنیا کے لئے سیاسی حیثیت سے امن وامان کا کوئی چارٹر ہوسکتا ہے تو وہ اسلامی طرز حکومت ہے۔ صدر اجلاس کی تقریر کے بعد حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ناظم شعبہ تبلیغ جمعیۃ علماء ہند دہلی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سالار اعظم جمعیۃ علماء ہند کی تقریریں ہوئیں۔ جس میں مسئلہ امارت شرعیہ اور صوبہ کے موجودہ ہنگامے پر شرعی حیثیت سے روشنی ڈالی گئی اور مسلمانوں کو ان کے دینی مقتضا کو بتایا گیا اور اس کی طرف خصوصی توجہ دلائی گئی۔ اس کے بعد اجلاس برخاست کر دیا گیا۔

۷ر شعبان کو ۸ بجے کے بعد انتخاب امیر شریعت ثالث کے لئے اراکین مجلس منتظمہ جمعیۃ صوبہ بہار، اور مدعوئین حضرات کا مشترکہ اجلاس پنڈال کے متصل ایک باغ میں منعقد ہوا۔ اس کے پہلے صرف مجلس منتظمہ کا خصوصی اجلاس دفتری حیثیت سے ہوا جس میں مدعوئین حضرات الگ رکھے گئے دفتری کارروائی کے بعد اراکین مجلس منتظمہ اور مدعوئین حضرات ایک ساتھ ہوگئے اور مشترکہ اجلاس حضرت مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی کی صدارت میں شروع ہوا۔

(کارروائی سے پہلے میں نے وہ خیر مقدم پڑھا تھا، جو اس کارروائی کے بعد اگلے صفحات میں ملاحظہ میں آئے گا عبدالصمد رحمانی)

قاضی سید احمد حسین صاحب نے یہ تحریک پیش کی کہ انتخاب امیر شریعت کے سلسلہ میں اس وقت تک تحریری طور پر یا زبانی طور پر جو نام آئے ہیں وہ چار ہیں۔ حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی مونگیری۔ حضرت

مولانا قاضی سید نور الحسن صاحب پھلواری، حضرت مولانا شاہ محمد قمر الدین صاحب خانقاہ مجیبیہ پھلواری، علاوہ سید سلیمان صاحب ندوی، ان ہی چار ناموں میں سے ایک کا آپ کو انتخاب کرنا ہے۔ مجلس نے اس پر دو ناموں کا اور اضافہ کیا۔ حضرت مولانا ریاض احمد صاحب ضلع چمپارن اور حضرت مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت صوبہ بہار۔

قاضی احمد حسین صاحب نے اس کے بعد کہا کہ اب ان چھ ناموں کے متعلق اس فیصلہ کے لئے کہ کس کا انتخاب کیا جائے ایک سب کمیٹی چند آدمیوں کی بنا دی جائے جو اس کو طے کرے۔

بعض حضرات نے اس کو طول عمل بتایا جیسا کہ عموماً سب کمیٹیوں کا حال ہوتا ہے۔ بعض صاحب کا رجحان یہ معلوم ہوا کہ کھلے اجلاس میں بحث ہو جناب مولانا ابو سعید صاحب جھکاوی نے اس موقع میں یہ فرمایا کہ امیر شریعت کا انتخاب غیر موقت نہ ہو، بلکہ تین چار سال کے لئے ہو، پھر جدید انتخاب ہونا چاہئے۔ اپنے محاسن کی بنا پر پھر ان ہی کا انتخاب ہو سکتا ہے۔

حضرت نائب امیر شریعت مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی نے اپنی خداداد قابلیت سے چند سادہ الفاظ میں سب کو مطمئن کر دیا۔ سب کمیٹی کے متعلق آپ نے فرمایا کہ یہ کمیٹی طول عمل کو راہ نہیں دے گی، بلکہ اسی اجلاس میں آپ کی موجودگی میں ایک گوشہ میں بیٹھ کر گھنٹے پون گھنٹے میں اپنا فیصلہ آپ کے سامنے پیش کرے گی۔ کھلے اجلاس کے متعلق حضرت مولانا نے یہ فرمایا کہ ناموں پر بحث میں ترجیح کے سلسلہ میں ہر

شخص کی ذاتی اوصاف سے بحث ہوگی اور آپ کو معلوم ہے کہ جامعہ بشریت میں کسی کا دامن انبیاء کے سوا اپنے اندر عصمت نہیں رکھتا ہے۔ لہٰذا ہر بزرگ کے حسنات کے ساتھ ان کے زلات پر مجمع عام میں گفتگو اور بحث و تمحیص کسی حیثیت سے عقلاً اور اخلاقاً خوش آئند نہیں ہے۔ اس لئے اس مسئلہ کو آپ ذمہ دار کمیٹی ہی کے حوالہ کیجئے۔ تاکہ وہ بحث و تمحیص کر کے ایک نام کو ترجیح دے کر آپکے سامنے رکھے۔

مولانا ابو سعید صاحب کا جواب حضرت نائب صاحب نے یہ دیا کہ اس وقت کا اجلاس امیر شریعت ثالث کے انتخاب کے لئے ہے، اس وقت کسی ایسے مسئلہ کو چھیڑنا مناسب نہیں ہے جس کے متعلق ہنوز علماء کی جماعت کا کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہے اور نہ کسی ایک جانب انشراح ہے یہ تو اچھا خاصا بحث طلب مسئلہ ہے جو وقت لے گا۔ اور بحث کے مختلف مراحل کے گذرنے کے بعد یہ طے ہو سکے گا۔ جس کے لئے یہ مجلس منتظمہ اور مدعوین حضرات کا مشترکہ اجلاس محل نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو تو اپنی جگہ پر طے ہونے کی ضرورت ہے۔ اس کے پہلے اس کو طے شدہ مسئلہ تسلیم کر کے امیر شریعت ثالث کے انتخاب کو اس سے مقید کرنا غلط ہوگا۔ اس لئے اس وقت اس سے قطع نظر کر کے ہم کو امیر کا انتخاب کر لینا ہے۔

اس پر حضرت مولانا ابو سعید صاحب اور تمام مجمع مطمئن ہو گیا اور سب کمیٹی کے لئے حسب ذیل حضرات کے ناموں کا انتخاب ہوا۔ اور اس کو ان چھ ناموں میں بحث و تمحیص کر کے ایک نام کے تعین کا اختیار دیا گیا۔

(۱) حضرت مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند صدر اجلاس (۲) مولانا محمد قاسم صاحب شاہ جہاں پوری سالار اعظم جمعیۃ علماء ہند، (۳) مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت صوبہ بہار (۴) مولانا ریاض احمد صاحب چمپارن (۵) مولانا محمد عثمان غنی ناظم امارت شرعیہ (۶) مولانا سید نوراللہ صاحب ناظم جمعیۃ علماء صوبہ بہار (۷) قاضی سید احمد حسین صاحب گیا (۸) مولانا عبد الودود صاحب دربھنگہ (۹) مولانا ابو سعید صاحب جھکاوی

پوری بحث و تمحیص کے بعد سب کمیٹی کے فیصلہ کو صدر اجلاس نے مشترکہ اجلاس کے سامنے پیش کیا کہ اس بار گراں کو سب کمیٹی نے باتفاق حضرت مولانا شاہ محمد قمرالدین صاحب پھلواری کے دوش پر رکھا اور صوبہ بہار واڑیسہ کا امیر ثالث منتخب کیا۔

اس فیصلہ کو سن کر مجمع پر مسرت کی لہر دوڑ گئی اور ہر شخص نے پورے جوش خروش سے اس فیصلہ کو لبیک کہا اور سمع و طاعت کا اقرار کیا اس کے بعد حضرت صدر اجلاس نے مختصر سی تقریر فرمائی اور یہ اجلاس جمعہ کی نماز کے لئے برخاست کر دیا گیا۔ اور چار بجے پھر مجلس منتظمہ کے اجلاس کے انعقاد کا اعلان کیا گیا۔

چار بجے کے بعد پھر مجلس منتظمہ کا اجلاس ہوا اور چند اہم تجویزیں منظور کی گئیں۔

بعد مغرب پھر عام اجلاس ہوا جس کی تعداد کسی طرح بیس ہزار فرزندان توحید سے کم نہ تھی۔ اجلاس عام میں جب صدر اجلاس نے حضرت امیر

شریعت ثالث کے نام کا اعلان فرمایا کہ مجلس منتظمہ صوبہ بہار اور مدعوین حضرات کے مشترکہ اجلاس نے حضرت مولانا شاہ محمد قمر الدین صاحب خانقاہ مجیبی پھلواری شریف کو صوبہ بہار کا امیر شریعت باتفاق منتخب کیا تو پورے مجمع نے "اللہ اکبر" اور امیر شریعت زندہ باد" کے نعروں ساتھ اس کو لبیک کہا۔ اور ہاتھ اٹھا کر سمع وطاعت کا اقرار کیا۔

اس کے تھوڑی دیر کے بعد یہ مژدہ جانفزا مجمع کو معلوم ہوا کہ حضرت امیر شریعت مولانا شاہ قمر الدین صاحب مدظلہ ڈھاکہ تشریف لے آئے اور اس اجلاس میں شریک ہو رہے ہیں۔ وفور شوق سے ہر شخص بیتاب ہو گیا اور جب حضرت امیر شریعت اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لائے تو پورے مجمع کے مسلسل "امیر شریعت زندہ باد" کے نعرے سے پنڈال گونج اٹھا۔ جب حضرت امیر شریعت اسٹیج پر تشریف لے آئے تو . . صدر اجلاس نے کرسی صدارت پیش کردی اور اس کے بعد جلسہ حضرت امیر شریعت مدظلہ کی صدارت میں ہو بارہ رات کے تقریباً ایک بجے حضرت امیر شریعت مدظلہ کی دعا پر اجلاس ختم ہوا۔

چند شخصیتیں

میں اپنے تاثرات میں اس کے اظہار پر مجبور ہوں کہ اجلاس کے امور میں چلتی پھرتی دو تصویریں بہت نمایاں تھیں۔ کارفرما کی حیثیت سے

حضرت مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت صوبہ بہار کی شخصیت کہ ہر شخص کو دیکھا کہ نائب صاحب سے دو باتیں کیں اور مطمئن ہو کر کام پر لگ گیا، اور کارکن کی حیثیت سے مولانا عبد الحمید صاحب مبلغ امارت شرعیہ کہ لوگ اپنے اپنے کام کے لئے ان کو گھیرے رہتے تھے۔ خدا بھلا کرے ڈھاکہ کے ارباب خیر حضرات کا جن کا ہر کوئی ناکل اجلاس کو کامیاب بنانے میں ہمہ تن مصروف تھا، جن کے نام سے ہم واقف نہیں لیکن اس خدا کار جماعت میں چند لوگ جن کا نام لے کر ہر وقت لوگ پکارتے تھے وہ تین نام تھے۔ ایک تو مولانا حاجی مسعود الرحمن صاحب، دوسرے حافظ محمود صاحب سکریٹری مجلس استقبالیہ، تیسرے ایک صاحب تھے جن کو ڈھاکہ کا سالار کہتے تھے مجلس استقبالیہ کے روح وجان تھے اور تمام کاموں کے محور تھے، خدا ان تمام باہمت فیاضوں کو جزائے خیر دے اور ان کی عمر و عمل میں برکت دے۔ ڈھاکہ کے ارباب خیر کی زندگی کا یہ اجلاس وہ تاریخی کارنامہ ہے جس کی ضلع چمپارن میں اس کے پہلے کوئی مثال اور نظیر نہیں ہے۔

خیر مقدم

اور

امارت شرعیہ کے متعلق "اکابر ہند" کے فتاوے اور عمل

یہ مضمون جمعیۃ علمار صوبہ بہار کے اجلاس خصوصی منعقدہ ۲۶۔ ۲۷ جون ۱۹۵۷ء بمقام ڈھاکہ ضلع چمپارن ۲۷ جون کے ارباب حل و عقد کے اس مشترکہ اجلاس میں پڑھا گیا جس میں امیر شریعت ثالث صوبہ بہار و اڑیسہ کے انتخاب کے لئے اراکین مجلس منتظمہ جمعیۃ علمار صوبہ بہار اور مدعوین حضرات شریک تھے۔

حامداً او مصلیاً و مسلماً

میں سب سے پہلے حضرات اراکین مجلس منتظمہ جمعیۃ علمار صوبہ بہار اور تمام مدعوین حضرات کی خدمت میں جو جمعیۃ علمار صوبہ بہار کے اس مخصوص اجلاس میں شریک ہیں۔ ان کے قدوم پر خیر مقدم اور خوش آمدید کہتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ "ترمذی شریف" کی حدیث ہے جس کے راوی حضرت انس رضؓ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ یاتی علی الناس زمان الصّابر فیہم علی دینہ۔ کالقابض علی الجمر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ ان میں دین پر قائم رہنے والے کی مثال اس شخص کے ایسی ہو گی جو انگاروں کو اپنی مٹھی میں پکڑے ہوئے ہو"

یہ پُرآشوب زمانہ جس سے ہم اور آپ گذر رہے ہیں اپنے واقعات اور گرد وپیش کے حالات کے لحاظ سے صحیح معنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا مصداق ہے اور یہ ایسا مشاہداور محسوس معاملہ ہے جو ریب وتردد سے بالاتر ہے اور آپ حضرات پر روشن ہے اس لئے ہم اس کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے۔

اس وقت ہم کو ان حالات میں صرف یہ کہنا ہے کہ ایسے ماحول اور ایسے دور میں آپ حضرات کا دین کی پکار پر لبیک کہنا اور خالص دینی اور اسلامی کام کے لئے اپنے کاروبار کو چھوڑکر آج کل کی سفر کی زحمت کو برداشت کر کے جمع ہونا اور اس راہ میں ہر طرح کی صعوبتوں کو برداشت کرنا اور لوجہ اللہ صرف اللہ کے دین اور شرعی زندگی کے قیام و بقا کے لئے "جمعیۃ علماء صوبہ بہار" کے اس خصوصی اجلاس میں شریک ہونا آپ کی حرارت ایمانی کی شدت اور آپ کے دینی جوش عمل کی عزیمت کا کھلا کھلا بین اور ناقابل انکار ثبوت ہے۔

ہم جانتے ہیں اور ہم کو پورا احساس ہے کہ آپ کے اس اجتماع کے داعیہ میں کوئی مادی مفاد نہیں ہے۔ کوئی دنیاوی غرض نہیں ہے اور نہ اس کے ذریعہ کسی نمود و ریا اور نمائش و ستائش کے جذبہ کی تسکین دہی ہے اور کسی مالی منفعت اور اجر کا تو ادنیٰ واہمہ بھی اس میں کارفرما نہیں ہے۔ بلکہ صرف اللہ کی رضا اللہ کے دین کے قیام و بقا اور اس کی حفاظت و صیانت اور اس کے احکام کے اجراء و نفوذ کا سچا جذبہ کارفرما ہے تاکہ عملی شکل میں اس مقصد رسالت کا ظہور ہو جائے۔ ھُوالذی ارسل رسولہ

بالھدٰی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ الخ

ایسی حالت میں ہم آپ کو روحی فداہ سرکار دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بشارت سنانا چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے یہ ارشاد فرمایا کہ فان ورائکم ایام الصبر فمن صبر فیھن قبض علی الجمر۔ (تمہارے بعد "صبر کے ایام" ہوں گے۔ ان ایام میں جو صبر کرے گا (یعنی دین پر قائم رہے گا اور اس کے لئے سرگرم عمل رہے گا) انگاروں سے کھیلے گا۔)

اس "صبر" کے زمانہ کے دینی خادموں کے متعلق یہ بشارت سنائی ہے۔ کہ للعامل فیھن اجر خمسین رجلا یعملون مثل عملہ "ان صبر کے ایام میں ایک دینی خدمتگذار کے عمل کا اجر ایسے پچاس آدمیوں کے برابر ہوگا۔ جنہوں نے اسی کی طرح دین کی خدمتگذاری کی ہو"

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس پر استفسار کیا اور پوچھا کہ اس صبر کے زمانہ میں ایک شخص کو پچاس شخص کے عمل کے برابر ثواب ملے گا۔ یہ پچاس آدمی اسی کے زمانے کے ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "تمہارے ایسے" پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب ملے گا یعنی اس صبر کے زمانہ کا ایک آدمی مثلاً اللہ کی راہ میں ایک روپیہ لوجہ اللہ خرچ کرے گا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کی جناب سے اتنا ملے گا جتنا کہ آج تمہاری (یعنی صحابہ کی جماعت کا) پچاس آدمی ایک ایک روپیہ اللہ کی راہ میں لوجہ اللہ خرچ کرے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:—

قالوا یا رسول اللہ اجر خمسین منھم قال اجر خمسین منکم۔

(رواہ الترمذی)

صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ان ہی کے پچاس آدمیوں کا اجر ملیگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کے پچاس آدمیوں کا اجر ملیگا۔ پس آج کے اجتماع کی شرکت سے آپ کو خدا کی جناب سے کیا ملے گا۔ اس کا اندازہ کیجئے کہ ہر قدم جو اس راہ میں لوجہ اللہ آپ کا اُٹھا ہے اور دور دراز مسافت کو طے کر کے آپ کے یہاں تشریف لائے ہیں ہر قدم پر آپ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پچاس قدم کا اجر ملیگا۔ اس اجر کا اور اس ثواب کا کیا اندازہ ہوگا، یہ ہمارے تصور سے بھی باہر ہے۔ کہاں ہم اور کہاں صحابہ کرام! کہاں ہمارا ایک قدم اور کہاں ان کے پچاس قدم!

اللہ اللہ یہ نوازش کس داعیہ کی بنا پر ہے۔ صرف اس بنا پر کہ آج دین کی خدمتگزاری دینی کاموں کی انجام دہی آگ کے انگاروں سے کھیلنا ہے، جو بڑی عزیمت اور بڑی ہمت کی بات ہے۔

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی اسلام کی راہ میں ہر اقدام آگ کے انگاروں ہی سے کھیلنا تھا۔ اور وہ واقعتاً آگ کے انگاروں پر لٹائے گئے تھے، جیسا کہ حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا آپ کو علم ہے کہ کفار نے آپ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر ان کے سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیا تھا جس سے اُن کی پیٹھ سفید ہوگئی تھی۔ مگر ہم میں اور اُن میں یہ فرق ہے کہ ایمانی حرارت کے خزانہ (پاور ہاؤس) جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود سراپا شعلۂ جوالہ تھے جن کے سامنے کفر و الحاد اور منکرات کے انگارے بے حقیقت ہو کر رہ جاتے تھے اور ہم اس دولت سے محروم ہیں۔ اسلئے ہمارے ضعف حالی پر نظر فرما کر ہم کو اس نوازش بے پایاں کی بشارت سے نوازا گیا۔ اور ہماری ڈھارس بندھائی گئی اور آج ہم اس کہنے کے قابل ہیں۔

ع کلاہ گوشہ دہقاں بہ آفتاب رسید

بہرحال یہ اجتماع جس میں آپ شریک ہیں، ایک خالص دینی اور شرعی کام کی انجام دہی کے لئے منعقد ہوا ہے وہ "انتخاب شریعت" کا شرعی اور دینی مسئلہ ہے۔

اس مسئلہ کی شرعی حیثیت کے متعلق "امارت شرعیہ" سے کافی لٹریچر کی اشاعت ہو چکی ہے اور آپ تک پہنچ چکی ہے۔ جس میں کتاب و سنت اور آثار صحابہ اور اقوال ائمہ و محدثین اور فقہا کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس لئے اس کے ذکر کی اس صحبت میں ضرورت نہیں ہے فقہ حنفی کی ہر ذمہ دار کتاب میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اس طرح کی بے نظام زندگی کہ مسلمانوں کا کوئی والی و امیر نہ ہو نہ دار الاسلام میں جائز ہے۔ نہ دار الحرب میں۔

"شرح السیر الکبیر" جس کی بنا ظاہر روایت پر ہے اس میں یہ تصریح ان الفاظ میں ہے:-

لا یجوز ترک المسلمین سدی لیس علیھم من ید برامورھم

فی دار الاسلام ولا فی دار الحرب (صفحہ ۱۳۴ ج ۲)

"مسلمانوں کو دار الاسلام ہو یا دار الحرب، بے نظام، پراگندہ اس طرح چھوڑ دینا جائز نہیں کہ ان کے شرعی امور کے لئے کوئی امیر و والی نہ ہو"۔

کیونکہ بے نظام زندگی اسلامی زندگی نہیں ہے۔ اسلامی زندگی دراصل جماعتی زندگی کا نام ہے۔ اور جماعتی زندگی شرعی نقطۂ نظر سے صرف اس زندگی کا نام ہے جو "امارت" کے ساتھ وابستہ ہو کر ایک امیر کے ماتحت گذاری جائے۔ خلیفۂ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسی شرعی نقطۂ نظر سے یہ ارشاد ہے کہ:۔

لا اسلام الا بجماعۃ ولا جماعۃ الا بامارۃ (جامع لابن عبد البر ص ۶۳)

(اسلامی زندگی نہیں ہو سکتی ہے بغیر جماعتی زندگی کے اور جماعتی زندگی نہیں ہو سکتی ہے بغیر امارت کے)

یہی وجوہ ہیں جن کی بنا پر جب ہندوستان دار الاسلام سے دار الحرب ہو گیا تو ہمارے "اکابر" رحمۃ اللہ علیہم نے فوراً اس کی طرف توجہ کی اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "نصب امیر" کا فتویٰ دیا۔ اور اس دار الحرب میں امارت شرعیہ کے قیام کو عمل میں لایا۔ اور امیر کا انتخاب کیا۔

چنانچہ "تذکرہ" جو جمعیۃ علماء ہند کی خدمات ملی پر مختصر رسالہ ہے۔ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید احمد حسین صاحب مدظلہ صدر جمعیۃ علماء ہند" مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلی اور حضرت مولانا

ابو المحاسن محمد سجاد صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند و نائب امیر شریعت صوبہ بہار اور حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب نائب صدر جمعیۃ علماء ہند دہلی کے دستخطوں سے حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقی ناظم جمعیۃ علماء ہند نے شائع کیا ہے۔ اس میں یہ واقعہ مذکور ہے جو ہمارے لئے ایک "مصدقہ وثیقہ" کی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے سلف صالحین اور ہمارے اکابر مسئلہ امارت کے متعلق کیا شرعی نقطہ نظر رکھتے تھے اور عملاً اس سلسلہ میں انہوں نے کیا خدمات انجام دے۔

"تذکرہ" میں اس واقعہ کا ذکر بلفظہ ان الفاظ میں ہے:

اس موقع پر ہم اس حقیقت کا اظہار کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہندوستان میں قیام امارت اور نظام شرعی کی ضرورت اور اہمیت اس وقت محسوس ہونے لگی تھی جبکہ اسلامی حکومت کا چراغ گل ہو رہا تھا حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقت میں قیام امارت کے وجوب کا فتویٰ دیا تھا۔ چنانچہ اس فتویٰ پر سب سے پہلے اس وقت عمل کیا گیا جبکہ سید احمد بریلوی کو امام و امیر منتخب کیا گیا۔ پھر ۱۸۵۷ء میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو امام و امیر منتخب کیا گیا۔ لیکن اس انقلاب عظیم کے بعد حالات ناساز گار ہو گئے۔ زبان و قلم پر سرکاری مہریں لگا دی گئیں۔ مگر ہمارے اکابر کے دل و دماغ اس تخیل سے کبھی غافل نہ رہے۔ اور مقصد عظیم کے مبادیات میں مشغول رہ کر اس وقت کا انتظار کرتے رہے جبکہ حالات سازگار ہوں۔ اور اسلامی نظام جماعتی شرعی اصول

وضوابط سے قائم کرنا ممکن ہو جائے۔" (ص ۳۳)

پھر چند سطروں کے بعد یہ لکھا گیا ہے کہ:۔

" اور جب یہ حالت پیدا ہو چکی ہے تو ضرورت ہے کہ مرکزی نظام شرعی اور قیام امارت فی الہند کی تجویز شرعی کو عملی شکل دی جائے۔"

پھر آگے چل کر ص ۳۴ پر ارشاد ہوا ہے:۔

"مسلمانوں کو یقین کر لینا چاہیے کہ ہندوستانی سیاست اور حکومت خواہ کوئی شکل وصورت اختیار کرے اس کے اندر اسلامی سیاست کی رعایت کو ملحوظ رکھنا۔ اسلامی حقوق ومفاد کو ملحوظ رکھنا پھر اسلامی اجتماعی اصول احکام کو بروئے کار لانا بغیر اس کے ناممکن ہے کہ ایک طرف مسلمانان ہند جمعیۃ علمار ہند اور اس کی شاخوں کو مضبوط بنائیں اور اس کی ہر آواز پر لبیک کہیں اور اس کے دفتر اور کاموں کے لئے بقدر وسعت وہمت مال زر سے اعانت کرتے رہیں۔

دوسری طرف وہ جمعیت کی امارت کی اسکیم شرعی اور نظام اسلامی کو دل وجان سے زیادہ عزیز رکھیں اور تمام ہندوستان میں اس نظام کو قائم کرنے میں جمعیۃ علمار ہند کا ہاتھ بٹائیں۔

بہر حال حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وقت ہی سے یہ مسئلہ علمار کرام کے سامنے تھا کہ امارت شرعیہ کا قیام دار الحرب میں واجب ہے اور بغیر اس کے مسلمانوں کی زندگی شرعی زندگی اور نظام اسلامی کے مطابق زندگی نہیں ہو سکتی ہے۔

"تاریخ امارت" میں ہم نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرۂ امارت کے بعد اس حقیقت کا بھی اظہار کر دیا ہے۔ کہ انقلابی دور کے تیسرے امیر حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مگر اس تیسری امارت و امامت کا حال یہ تھا کہ حریم راز میں باریابی رکھنے والے حضرات کے علاوہ دوسروں کو اطلاع نہ تھی یہاں تک کہ "رولٹ کمیٹی کی رپورٹ نے اس کو منظر عام پر لایا۔ اور دنیا کو معلوم ہوا کہ ۱۹۱۵ء میں عملاً پھر ایک مرتبہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی قیادت وسیادت اور امارت و امامت میں انقلاب کی سعی کی گئی اور اس سلسلہ میں ہندوستان کے اندر جو کچھ تیاری کی گئی تھی وہ الگ چیز تھی۔ اس مرتبہ ممدوح نے اس انقلاب کے سلسلہ میں ہندوستان سے باہر مولانا عبیداللہ صاحب سندھی کو اس جماعت میں بھیجا جو اس انقلابی وقت کے لئے غیر منظم شکل میں حالات کا انتظار کر رہے تھے۔ مولانا سندھی کا اپنا بیان ان ہی کے الفاظ میں اس سلسلہ میں یہ ہے:۔

"۱۹۱۵ء میں شیخ الہند کے حکم سے کابل گیا مجھے کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا۔ اس لئے میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہیں کرتی تھی، لیکن تعمیل حکم کے لئے جانا ضروری تھا۔ خدا نے اپنے فضل سے نکلنے کا راستہ صاف کر دیا۔ اور میں افغانستان پہنچ گیا..... کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ جس جماعت کے نمائندہ تھے اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں

تعمیل حکم کے لئے تیار ہے"

بہرحال اکابر علماء اس سلسلہ میں حسب استطاعت وہ سب کچھ کرتے رہے جو وقت کا مقتضا تھا۔ تفصیل کے لئے "تاریخ امارت" ملاحظہ ہو۔

اس وقت ہم اس مسئلہ کے متعلق آپ کے ذہن کا امالہ اسطرف بھی مبذول کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ جمعیۃ علماء ہند کے قیام کے بعد مختلف اجلاسوں میں امارت شرعیہ کے قیام کے متعلق بالاتفاق تجویزیں منظور کی گئی ہیں۔ اور مختلف اجلاسوں کے صدارتی خطبات میں اس کے قیام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ قیام امارت کے متعلق جمعیۃ علماء ہند نے مختلف اجلاسوں میں جو تجویزیں پاس کی ہیں وہ آپ کو "رسالہ جمعیۃ علماء کیا ہے" اس کے حصہ دوم میں ملیگی۔ اس لئے ان کا ذکر ہم یہاں نہیں کریں گے۔ اس کا مطالعہ اس رسالہ میں کیا جائے۔ ہاں مختلف اجلاسوں کے خطبات میں اسکے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے ہم ان میں سے چند خطبات کے اقتباسات آپ کے سامنے اظہار اہمیت کیلئے رکھتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت تمام خطبات جمعیۃ علماء ہند میرے پیش نظر نہیں ہیں۔

فخر العلماء حضرت شیخ الہند مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی نائب ناظم دار العلوم دیوبند مد ظلہم کے خطبۂ صدارت اجلاس چہارم جمعیۃ علماء ہند منعقدہ ۲۴-۲۵-۲۶- دسمبر ۱۹۲۲ء بمقام گیا میں ہے۔

ایسی حالت میں کہ مسلمان ایک غیر مسلم طاقت کے زیر حکومت ہیں۔

اور نہ ان کو اپنے معاملات میں مذہبی آزادی حاصل ہے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے لئے والی اور امیر مقرر کریں"۔ دار القضا قائم کر کے قضاۃ اور مفتین کا تقرر کریں جمعیۃ علماء میں یہ تجویز منظور ہو چکی ہے۔ اور جمعیۃ علماء کے اجلاس لاہور میں یہ طے ہوا تھا کہ ایک سب کمیٹی کا اجلاس بدایوں میں منعقد کیا جائے جس میں امیر شریعت کی شرائط، فرائض، اختیارات وغیرہ مسائل کو طے کر لیا جائے اور اس کے بعد انتخاب امیر کا مسئلہ پیش کیا جائے"۔

پھر آگے چل کر امارت شرعیہ صوبہ بہار کے متعلق یہ ارشاد ہوا ہے:۔

علماء و مشائخ و کبراء صوبہ بہار کا مسلمانوں پر بھاری احسان ہے کہ انھوں نے اپنے صوبہ میں امیر شریعت قائم کر کے مسلمانوں کے لئے ایک شاہراہ تیار کر دی ہے۔ ...... ہم ان حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ دوسرے صوبوں کے علماء بھی جلد از جلد صوبہ بہار کی تقلید کریں گے۔

استاذی و سیدی حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نقشبندی نائب امیر شریعت صوبہ بہار کے خطبہ صدارت اجلاس خصوصی ششم جمعیۃ علماء ہند منعقدہ ۱۵-۱۶-۱۷ جمادی الآخر ۱۳۴۳ھ بمقام مراد آباد میں۔

"تنظیم قومی اور امارت شرعیہ فی الہند"

کے عنوان کے ماتحت آٹھ صفحات میں شرعی اور سیاسی حیثیت سے اس کو بحث سے

تفصیل کے شائقین اس مسئلہ کو اس خطبہ میں ملاحظہ فرمالیں مولانا رحمۃ اللہ
علیہ نے بحث کے خاتمہ پر ارشاد فرمایا ہے۔

"آخر میں اس بحث کو ختم کرتے ہوئے صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ مسلمانوں
کو جس چیز کی آج ضرورت ہے اور حصول سوراج کے بعد بھی ضرورت ہوگی
بلکہ ہندوستان کی آزادی کی منزل کو قریب کرنے کیلئے جو چیز سب سے زیادہ
مفید ہوگی یہی نظام اسلامی یعنی امارت شرعیہ ہے"

حضرات! یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہئے۔ کہ میں جس نظام کی دعوت
دیتا ہوں۔ اس سے مقصود شخصیت پرستی ہے، بلکہ میں وحدت پرستی کی دعوت
دیتا ہوں۔ اور یہ کہتا ہوں کہ جس طرح شخصیت ملعونہ کے قلادہ کو نکال
پھینکئے، اسی طرح جمہوریۂ متحدہ کے طوق کو کاٹ ڈالئے اور اس سنت
سنیہ کو اختیار کیجئے جس کی اتباع میں دارین کی فلاح ہے۔ اور
سنت سنیہ کی راہ وہی ہے جس کا ادنیٰ خاکہ میں نے پیش کیا ہے
اور اگر مسح خفین کا مسئلہ حسب بیان بعض صحابی قرآن میں موجود ہے
تو میرا یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ نظام اسلام کا وہ خاکہ جو میں نے پیش کیا ہے
یا جمعیۃ علماء کے سامنے ہے آج قرآن میں موجود ہے، لقد کان لکم فی
رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین وعضوا
علیھا بالنواجذ۔

(ص ۹۶)

مولانا سید سلیمان ندوی صاحب دام برکاتہم کے خطبہ صدارت اجلاس ہفتم جمعیۃ علمار ہند منعقدہ کلکتہ بتاریخ ۲۵/ ۲۶/ ۲۷/ ۲۸ شعبان ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں ہے۔
مسلمانوں کی حقیقی، اصلی، جوہری تنظیم وہی ہے جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے قائم کی گئی تھی۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر ایسے ملک میں جہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں۔ اکثریت بھی نہیں ایک امارت یا امامت قائم کی جائے جس میں قواعد شرعی کے ساتھ انتخاب ہو اس کے لئے ایک مجلس شوریٰ ہو اور تمام افراد اسکے ہاتھ میں شرعی بیعت کریں اور اس کے ہر شرعی حکم کو ایک حکومت کے صحیح واجب العمل سمجھیں۔ جس کا مخالف مذہبًا عاصی اور گنہگار اور ملت کے حلقہ سے کٹ جانے والا ہوگا (صفحہ ۱۵)
شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سید محمد انوار شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ صدارت اجلاس ہشتم جمعیۃ علمار ہند منعقدہ ۶-۷-۸ جمادی الاخری ۱۳۴۶ھ بمقام پشاور میں ہے۔
مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ خود اپنے اتفاق یا کثرت رائے سے امیر شریعت منتخب کریں۔ ایسے امرار صوبہ دار ہونے چاہئیں اور پھر ان امرا کے اتفاق رائے سے تمام ہندوستان کیلئے ایک امیر اعظم ہوگا۔ اگرچہ حکومت غیر مسلمہ کے قیام اور تسلط کی وجہ سے ان صوبہ دار امرا اور امیر اعظم کی کوئی سیاسی حیثیت نہ ہوگی مگر مذہبی ضروریات ان کے فیصلوں اور ان کے احکام سے صحیح طور پر واقع اور نافذ ہو سکے گا۔ اور مسلمانوں کا ایک بڑا مذہبی فرض نصب امارت ادا ہو جائیگا اور ان کی تمام مصیبتوں کا حل نکل آئے گا جس میں وہ

آج کل مبتلا ہیں۔ (صفحہ ۵۵)

ان ذمہ دارانہ اقتباسات اور صدر کے مختصر بیان سے قیام امارت اور "نصب امیر" کی شرعی حیثیت آپ پر واضح ہو گئی ہوگی کہ نظام شرعی کے قیام و بقا اور احکام اسلامی کے نفاذ و اجراء کے لحاظ سے یہ کتنا بڑا اہم فریضہ ہے۔

اب آپ حضرات کا فریضہ ہے کہ ظروف حال پر نگاہ ڈالتے ہوئے اور تمام مصالح اور مفاد کا پوری طرح لحاظ کرتے ہوئے۔ ایسی ذات گرامی کا انتخاب عمل میں لائیں۔ جن کی ذات سے ان مقاصد کی تکمیل کی طرف قدم بڑھے، جو امارت شرعیہ سے متعلق ہیں۔

خدا آپ کی فکر کو صحیح توفیق عنایت فرمائے۔ اور ان گرامی قدر ہستیوں کی برکت سے جو بیرون صوبہ سے دور دراز مسافت طے کر کے تشریف لائے ہیں آپ کو آپکی عزمیت میں کامیاب فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وهب لنا من لدنك رحمة وهيئ لنا من امرنا رشدا۔

عبد الصمد رحمانی

امارت شرعیہ کے نظام کا لائحہ عمل

"قیام امارت کی تاریخ" اور "اس کی انقلابی اور آئینی دور کی نوعیت" "کے سلسلہ میں" نظریہ امارت مقاصد امارت" کے متعلق جو کچھ اشارات ضمنی طور پر اس کتاب میں آگئے ہیں۔ اُن کے مطالعہ کے بعد ہر سمجھدار اور مفکر انسان کے ذہن میں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ ان مقاصد کو بروے کار لانے کے لئے کیا "لائحہ عمل" اختیار کیا گیا اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اختصار کے ساتھ امارت شرعیہ کے نظام کے "لائحہ عمل" کو بتا دیں۔ کہ دفتر امارت شرعیہ نے عملاً اس مقصد کے حصول کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا؟

لیکن قبل اسکے کہ ہم اس "لائحہ عمل" پر روشنی ڈالیں "مقاصد امارت" کے ان اشارات کو جو اس کتاب میں یا ادارہ امارت شرعیہ کی دوسری تحریروں میں ضمنی طریقہ پر آئے ہیں۔ اس موقع میں ایک جگہ اس لئے جمع کر دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ امارت شرعیہ کے مقاصد کے پیش نظر ہو جانے کے بعد "امارت شرعیہ" کے نظام کے "لائحہ عمل" کے متعلق غور و فکر سے کام لینے والے ارباب نظر کو اچھی طرح پورے انشراح صدر کے ساتھ یہ سمجھنے اور رائے قائم کرنا موقع ملے کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے جو مخصوص طریقہ کار اور جو سبیل امارت شرعیہ صوبہ بہار و اڑیسہ نے اختیار کیا ہے وہ صحیح چارہ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔

یا نہیں؟ اور ہندوستان کی موجودہ حالت میں عملاً مفاد اسلامی کے نقطۂ نظر سے یہی راہ صواب بلکہ صواب تر ہے ۔ یا نہیں ؟

امارت شرعیہ کے مقاصد

آئینی دور کے سلسلہ میں اس دور کے حالات پر بحث کے سلسلہ میں ایک جگہ یہ ہے ۔

" مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب رح کے سامنے بھی مقصد کے لحاظ سے کوئی نئی چیز پیش نظر نہ تھی، بلکہ ان کا مقصد بھی وہی تھا ۔ جو انقلابی دور کے اماموں کا تھا یعنی اسلامی حقوق و مفاد کی نگہداشت، اسلامی اصول و فروع اور اس کے احکام کو بروئے کار لانے ۔ اور بقدر وسعت اس کے اجراء اور تنفیذ کے مواقع پیدا کرنے کا تھا ۔ (صفحہ ۳۸)

حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب رح نے وقت کی صحیح نباضی کر کے " قیام امارت شرعیہ " اور " نصب امیر " کے شرعی اور دینی مسئلہ کو جو وقت کا سب سے اہم مسئلہ تھا ۔ اور آئین اسلامی کی رو سے واجب اور ناگزیر فریضہ تھا ۔ اسی آئینی طریقہ سے شروع کیا جس کا مقصد مسلمانوں کی صحیح مذہبی تنظیم اور ان کی اسلامی زندگی کی استواری ۔ اسلامی حقوق و

مفاد کی نگہداشت اسلامی اصول و فروع اور اس کے احکام کو بروے کار لانے ۔ اور بقدر وسعت اس کے اجراء اور تنفیذ کے مواقع پیدا کرنا تھا اور نکاح و طلاق میراث و خلع کے احکام کی صحیح شرعی صورت میں اقامت تھا۔ اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں "اقامت جمعہ و اعیاد۔ و انکاح من لا ولی من الصغار۔ و حفظ مال غائب و ایتام۔ و قسمت ترکات متنازع فیہا علی السہام کے فرائض کو انجام دینا تھا۔ تا آنکہ تمکین فی الارض کی کلید ہاتھ آجائے۔ (صفحہ ۴۰)

اور "ہندوستان اور مسئلہ امارت میں" (جو ۱۳۴۷ھ کی تالیف ہے ۔ اور جسکو ادارہ امارت شرعیہ نے ۱۳۵۹ھ میں شائع کیا ہے) امارت شرعیہ کے مقاصد کے متعلق حسب ذیل اشارات ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوٰی پر جس کو ہم نے تاریخ امارت کے شروع میں نقل کیا ہے ۔ نوٹ لکھتے ہوئے لکھا گیا ہے ۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فتوٰی کے آخری جملہ سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے ۔ کہ شاہ صاحب والی مسلم کو سیاسی امور میں مداخلت سے ہمیشہ کے لئے بہر صورت منع کیا ہے ۔ کیونکہ اسلامی سیاست کا اقتضاء تو یہ ہے ۔ کہ پورے ملک پر عدل و انصاف کی حکومت قائم ہو" اور قوانین الٰہیہ کا نفاذ ہو" اور

یہی وہ مقصد ہے جسکے پورا کرنے کے لئے "قیام امارت" اور "ولایات اسلامیہ" کی ضرورت ہے"! اور پھر اس کو ہمیشہ کے لئے کس طرح شجر ممنوعہ قرار دیا جا سکتا ہے ۔ (صـ۱۷)

مغربی ذہنیت، یورپ کے شعار، اور مغربی جذبات و تخیل کو غیر اسلامی بناتے ہوئے لکھا گیا ہے ۔

اے غیور مسلمان! اے خود دار مسلمان! اے زندہ اسلاف کے اخلاف مسلمان! اے دنیا پر برتری اور عظمت رکھنے والی مسلمان قوم! لِلّٰہ تو اسوۂ نبوی سے منحرف نہ ہو۔ لِلّٰہ تو عہد نبوت کی سنت سے الگ نہ ہو۔ لِلّٰہ تو خلافت راشدہ کو مت بھول ۔ تیرے لئے وہی دلیل راہ ہے ۔ وہ کلید باب ہے۔ اسی میں نجات ہے ۔ وہی سبیل رشاد ہے، وہی صراط مستقیم ہے ۔

پس ولایت و امارت کا وہی نقشہ صحیح ہے، جو آج سے پہلے اسوۂ نبوی۔ اور عہد نبوی اور ابتدائے عہد خلفاء راشدین میں تھا ۔ (صـ۱۲۳)

پھر چند سطروں کے بعد اسی صفحہ پر ہے ۔

وہ سب کچھ ہو سکتا ہے ۔ جو آج سے تیرہ سو برس پہلے ہوا۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہم آج کے بن کر نہ رہیں ۔ بلکہ اس زمانے کے بن جائیں۔ جس پر تیرہ سو سال گذر چکے ہیں ۔

"اسلام اور امارت فی دار الکفر" کے عنوان کے ماتحت لکھا گیا ہے۔

اس کا فریضہ یہ ہے۔ کہ وہ کمزوری کا علاج کر کے ایسی استطاعت اور فضا حاصل کرنے کی سعی کرے۔ جس سے تمام احکام شرعی نافذ ہو سکیں۔ (صفحہ ۴۵)

پھر اسی عنوان کے ذیل میں "یامہ" کے دارالاسلام سے دارالحرب" اور پھر دارالحرب سے دارالاسلام بن جانے کے واقعہ کو امارت نیچے دارالکفر کے استشہاد میں پیش کر کے لکھا گیا ہے۔ کہ

دارالحرب میں امیر کا منتخب کرنا۔ کوئی نئی بدعت نہیں ہے۔ بلکہ عہد نبوی کا واقعہ ہے۔ اور صحابہ کرام کا اسوہ ہے۔ اور آج ہندوستان میں۔ خاص کر صوبہ بہار میں اس کی پیروی سے اسی سنت کا احیا رہے۔ جو باعتبار نفس مقصد اور مناط حکم کے یکسانیت رکھتا ہے۔ (صفحہ ۵۰)

"ہندوستان اور مسئلہ امارت" کے دیباچہ میں علامہ سید سلیمان صاحب ندوی نے اس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

امامت کیا ہے؟ کسی ایک لائق شخص کی سرداری امرت افراد امت کی ایسی شیرازہ بندی کہ ان پر جماعت کا اطلاق ہو سکے۔ احکام شرعی کا نفاذ و اجرا بقدر امکان انتظام پا سکے۔ اور جمعہ و جماعت اور نکاح و طلاق و میراث وغیرہ کے احکام کی تنفیذ ہو سکے۔ اور اگر اس سے زیادہ قوت ہو تو استخلاف و تمکین فی الارض کا وہ فرض بھی ادا ہو سکے۔ جس کی بشارت قرآن پاک نے

دی ہے۔

اس سے پہلے ۱۳۴۳ھ میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے حضور امیر شریعت ثانی مدظلہ العالی کے انتخاب کے موقع پر جو اعلان شائع فرمایا تھا۔ اس میں اس کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا تھا۔

اگرچہ ابھی وہ تمام مقاصد جو پیش نظر ہیں۔ اور منتہائے امور جو امارت کے ماتحت انجام پانا چاہیئے۔ اور مسلمانوں کو جس طرح قرون اولیٰ کی طرح متحد ہو کر طاقتور ہستی بن جانا چاہیئے ابھی تک یہ سب نہیں ہوا۔ اور شاید ابھی ایک مدت تک انتظار کرنا پڑے۔

پھر اس سے پہلے ۱۳۴۰ھ میں حضور امیر شریعت اول رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مفاوضات میں حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محل لکھنؤ کے خط کا مسئلہ امارت کے متعلق جواب دیتے ہوئے۔ اس کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے۔

جمعیۃ علماء بہار کی غرض اس نظام جدید سے یہ ہے۔ کہ اس نظام کو شرعی صورت اور ہیئات کے ماتحت قائم کرکے مسلمانوں کو ایک مرکز اسلامی پر لایا جائے۔ اور امیر شریعت امور سیاسی و مذہبی دونوں کی نگرانی حتی الوسع کرے۔ اور فتنہ و فساد شقاق اور نفاق کو روکتے ہوئے اصلاح دینی کو پھیلانے کی جتنی صورتیں

ممکن ہوں ان کو انجام دے۔ اور اصل مقصد جو اس وقت تمام مسلمانان ہند بلکہ کل مسلمانان عالم کے پیش نظر ہے۔ اس کی طرف نہایت حزم و احتیاط اور نہایت قوت و سطوت کے ساتھ اجتماعی قدم اُٹھایا جائے۔ (صفحہ ۲۱۷)

اس کے بعد آگے چل کر یہ فرمایا گیا ہے۔

اس بیعت کے بعد ہی کام پیش نظر ہے۔ کہ نظام شرعی منہاج نبوت کے ماتحت برپا کیا جائے۔ اور شرعی زندگی حاصل کی جائے۔ (صفحہ ۲۱۸)

ان اقتباسات کے پیش کرنے کا اصل مقصد جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں اس موقع میں یہ ہے۔ کہ

امارت شرعیہ کے مقاصد کے پیش نظر ہو جانے کے بعد "امارت شرعیہ کے نظام کے لائحہ عمل" کے متعلق غور و فکر سے کام لینے والے ارباب نظر کو اچھی طرح پورے انشراح صدر کے ساتھ یہ سمجھنے اور مدراسے قائم کرنے کا موقع ملے۔ کہ ان مقاصد کے حصول کیلئے جو مخصوص طریقہ کار اور جو سبیل دفتر امارت شرعیہ صوبہ بہار و اڑیسہ نے اختیار کیا ہے۔ وہ صحیح چارۂ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔ یا نہیں؟ اور ہندوستان کی موجودہ حالت میں عملاً مفاد اسلامی کے نقطۂ نظر سے یہی راہ صواب بلکہ صواب تر ہے۔ یا نہیں؟

لیکن اسی کے ساتھ ان مختلف اقتباسات سے ہم اپنے ناظرین کی توجہ کو

اس طرف بھی منعطف کرانا چاہتے ہیں۔ کہ تاسیس امارت شرعیہ سے لے کر آج تک یعنی ۱۳۳۹ھ سے لے کر ۱۳۶۲ھ تک (جو امارت شرعیہ کی ۲۳ سالہ زندگی ہے) اس کے ہر دور میں اس کے کارکن خدام کے سامنے امارت شرعیہ کا نصب العین واحد رہا۔ اور وہ جو کچھ عملاً کرتے رہے۔ وہ اسی نصب العین کے پیش نظر کرتے رہے۔ جس کا حاصل دفعات کی شکل میں یہ ہے۔

۱۔ نظام امارت کو نظام شرعی یعنی منہاج نبوت پر قائم کرنا۔

۲۔ اس نظام کے ذریعہ بقدر امکان قوانین الٰہیہ۔ اور احکام شرعی کا نفاذ و اجراء۔

۳۔ نیز اپنی کمزوری کا علاج کرکے ایسی استطاعت اور فضا حاصل کرنے کی سعی کرنی۔ جس سے تمام احکام شرعی نافذ ہو سکیں۔ اور پورے ملک پر عدل و انصاف کی حکومت قائم ہو سکے۔ تا آنکہ استخلاف اور تمکین فی الارض کا فریضہ ادا ہو سکے۔

۴۔ مسلمانوں کو مرکز اسلامی پر لانا یعنی اس کی سعی کہ مسلمان آج کے بن کر نہ رہیں۔ بلکہ عہد نبوت کے بن کر رہیں۔ اور ان کے فکر و عمل کا مرکزی نقطہ یہ ہو۔ کہ ہم خدا کے ہیں، ساری دنیا خدا کی ہے۔ لہٰذا ساری دنیا کے لئے اصلح وہی ہے جو خدا کا قانون اور اور اس کی وحی ہے۔

۵۔ ان کے اندر اصلاح دینی کی اشاعت اور ان کے سیاسی

اور مذہبی امور کی نگرانی۔

امارت شرعیہ ان ہی پنجگانہ تعمیری مقاصد کے پیش نظر قائم ہوئی۔ اور ان ہی کو سامنے رکھ کر آج تک کام کر رہی ہے۔ نصب امیر، قیام امارت کس طرح عمل میں آیا۔ گذشتہ صفحات میں، جو تفصیل گذر چکی ہے۔ وہ اس کی شہادت کے لئے کافی ہے۔ کہ اس میں نہ تو موجودہ دستوری حکومت و امارت کی اتباع کی گئی نہ موجودہ جمہوری حکومت کے طریقہ و آئین کی پیروی کی گئی۔ بلکہ جو کچھ کیا گیا وہ خلافت راشدہ کے اصول پر کیا گیا۔ جس کا قیام منہاج نبوت پر تھا۔

لائحہ عمل

قیام امارت کے بعد حضور امیر شریعت کی ذات اقدس تھی۔ اور نائب امیر شریعت کا وجود گرامی اور ارباب حل وعقد کی ایک مجلس شوریٰ۔ باہمی تعاون و تناصر اور مشاورت سے تعمیری لائحہ عمل یہ تیار ہوا۔ کہ پھلواری شریف میں "دفتر امارت شرعیہ صوبہ بہار و اڑیسہ" کی بنیاد رکھی گئی۔ اور دفتر کو متحرک کرنے کے لیے چند شعبوں کا قیام کیا گیا۔ اور اضلاع بہار میں بیعت عامہ کے لئے وفود روانہ کئے گئے۔ ابتداءً جن اہم شعبوں کا قیام ہوا وہ حسب ذیل تھے۔

شعبہ دار القضاء، شعبہ دار الافتاء، شعبہ تنظیم، شعبہ تحفظ مسلمین۔

شعبہ بیت المال۔

کچھ دنوں کے بعد حالات کے اقتضا نے مجبور کیا۔ کہ تعمیری کاموں کے ساتھ کچھ دفاعی کام بھی مفاد اسلامی کے نقطۂ نظر سے کیا جائے۔ جو موجودہ دور میں ناگزیر ہیں۔ تو ان کے متعلق بھی دفتر امارت شرعیہ کو مخصوص طریقہ "کار" "شرعی نقطۂ نظر" کو سامنے رکھ کر اختیار کرنا پڑا۔ جس کو ہم آخر کتاب میں" دفاعی خدمات کے عنوانات کے ماتحت بیان کریں گے۔ اس جگہ ہم تعمیری شعبوں پر مختصر الفاظ میں روشنی ڈالیں گے۔ تفصیلی حالات دفتر امارت شرعیہ کے "بست سالہ رپورٹ میں ملیں گے۔ جس کو دفتر امارت شرعیہ ترتیب دے رہا ہے۔

شعبہ دار القضاء

"امارت شرعیہ" کے مقاصد ہجگانہ میں دوسرا مقصد بقدر امکان قوانین الہیہ کا نفاذ اور اجرا تھا۔ اس لئے بلا تاخیر ایک دن کے سب سے پہلے یہ شعبہ قائم کیا گیا۔ تاکہ اس کے ذریعہ قوانین الہیہ کا مسلمانوں پر نفاذ اور اجرا کیا جائے۔ اور عملاً مسلمانوں کو یہ بتایا جائے کہ شرعاً اسلامی نقطۂ نظر سے یہ جائز نہیں ہے۔ کہ غیر اسلامی حکومت کے غیر اسلامی حاکم کی عدالت میں مسلمان اپنے معاملات پر رجوع کریں۔ کیونکہ مسلمانوں کے لئے مسلمانوں کے خدا کا حکم یہ ہے۔ کہ ان الحکم الا للہ (انعام ع۔ پ) حکومت

صرف خدا کے لئے ہے۔ اس کا فیصلہ یہ ہے اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ (انعام ع) خوب سمجھ لو اللہ ہی حاکم ہے۔ اور بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ اس کا اعلان ہے۔ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ (قصص ع ۹ پ ۱۹) حکومت صرف خدا کی ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔ حاصل یہ کہ قرآن کا نظریہ یہ ہے۔ کہ پوری کائنات عالم پر صرف ایک خدا کی ذات حاکم ہے۔ وہی بادشاہ ہے۔ اسی کی حکومت ہے۔ لہٰذا مسلمان کو اسی کے قانون کے ماتحت اسلامی عدالت میں اپنے معاملات کو فیصلے کے لئے لے جانا چاہیے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے امارت شرعیہ نے جس طرح عملاً دارالقضاء کی بنیاد رکھ دی۔ اسی کے ساتھ اپنے شعبۂ تبلیغ کے مبلغوں کو بھی ہدایت کی کہ وہ تمام مسلمانوں کو اس فریضہ سے باخبر کریں۔ اور بلاخوف مسلمانوں میں اس کی تبلیغ کریں۔ پھر اسی کے ساتھ دارالقضاء کے عملی کارروائی کی ابتدا اس سے کی گئی۔ کہ مدعی کے مقدمہ کو دائر نمبر کرلنے کے بعد فریقین کو پہلی اور ابتدائی اطلاع جس اطلاع نامہ کے ذریعے سے دی جائے وہ مطبوعہ فارم ہو۔ جس میں ان کے لئے اس اسلامی مسئلہ کی ہدایت ہو۔

چنانچہ دارالقضاء سے فریقین کے نام جو اطلاع جاتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے۔

اسلام کا ایک اہم مسئلہ

اسلام کی تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے معاملات کے غیر مسلموں کی طرف رجوع نہ کرنا چاہئے ایک موقع پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (النساء)

یعنی کیا آپ نے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعوی کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو آپ پر اور آپ سے پہلے نازل کی گئی، مگر وہ اپنے مقدمات شیطان (کافروں) کے پاس لے جانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ

اطلاع

بنام

مدعا علیہ

عدالت دار القضا پھلواری شریف
پٹنہ

خصومت / مقدمہ نمبر ــــ سنہ ۱۳ ھ

ساکن

ساکنان

مدعی

مدعیان

بنام

ساکن

ساکنان

مدعا علیہ

مدعا علیہم

مدعی نے ایک دعویٰ آپ پر اس دار القضا (عدالت شرعیہ) میں دائر کیا ہے جسکی نقل صحیح اطلاع کے ساتھ آپ کے پاس جاتی ہے۔ رفع خصومت (ادخال بیان تحریری)

ان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے
یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کو (حکم و حاکم)
تسلیم نہ کریں (لیکن) شیطان ان
(مسلمانوں) کو بہکا کر بہت دور لے
جانا چاہتا ہے۔

اس آیت کا مفہوم و مقصد یہ
ہے کہ کافروں کو حکم و حاکم نہ بنانا چاہئے
ان کے پاس مقدمات فیصلہ کیلئے
لے جانا گمراہی و ضلالت ہے۔

اس آیت سے پہلے ارشاد
ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا
اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ
مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ
فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلَی الرَّسُوْلِ
اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ ط

یعنی اے ایمان والو اطاعت
کرو اللہ کی۔ اطاعت کرو رسولؐ کی
اور صاحب امر (امیر) کی بھی جو
تم (مسلمانوں) میں سے ہو۔ اور

کے لئے تاریخ ...... سنہ ۱۳ھ
مقرر کی گئی ہے۔ آپ تاریخ مذکور
تک بیان تحریری ......
...... داخل کیجئے۔

دستخط قاضی شریعت ......

تاریخ تحریر ...... سنہ ۱۳ھ

جب کسی امر میں نزاع ہو تو اللہ اور رسول یعنی اللہ اور محمد رسول اللہ صلعم کے احکام کی طرف رجوع کرو جس کا مفاد یہ ہے کہ اپنے معاملات اور مقدمات کا فیصلہ اسلامی احکام کے مطابق ان مسلمانوں سے طلب کرو جو اس کے اہل ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نزاعات جھگڑوں کو ختم نہ کرنا یا اپنے مقدمات جماعت مسلمین کو چھوڑ کر غیر مسلموں کے پاس لے جانا معصیت اور گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی فقہ نے غیر مسلموں کی حکومت میں قاضی شرع اور امیر مسلم کے قیام کو ضروری قرار دیا تاکہ مسلمان اس گناہ اور ذلت سے محفوظ رہیں اور خدا کے نافرمان نہ بنیں۔ گناہ و عذاب کے استحقاق کے علاوہ دنیاوی لحاظ سے بھی امر نامناسب ہے کہ جو بات آسانی سے مسلمانوں کو اپنی قومی عدالت (دارالقضاء) سے حاصل ہو جائے۔ اس کے لئے زیر باری، پریشانی، بیعزتی اور ذلت برداشت و گوارا کی جائے۔ اس لئے مسلمان کا فرض ہے کہ دارالقضاء میں اپنے معاملات پیش کرے اور اللہ اور رسول کے حکم کے آگے اپنا سر جھکائے۔ دین و دنیا کی سرخروئی اور بھلائی کا صرف یہی سیدھا راستہ ہے اور نفس امارہ کے حکم پر نہ چلے کہ وہ ہمیشہ بری بات کی طرف چلاتا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ نفس امارہ تو بری ہی باتوں کا حکم کرتا ہے۔

اس شعبہ کے قیام میں غیر معمولی سہولت یوں حاصل ہوئی۔ کہ علماء بہار کی جمعیۃ کے دوسرے اجلاس میں جو ۲۴ شعبان ۱۳۳۸ھ کو پھلواری شریف میں منعقد ہوا تھا۔ دارالقضا کی تجویز منظور ہوئی تھی۔ اور ۲۶ شعبان ۱۳۳۸ھ کو جلسہ منتظمہ علماء بہار نے یہ تجویز منظور کی تھی کہ

ارکان انتظامیہ کی یہ مجلس تجویز کرتی ہے کہ حسب تجویز نمبر ۸ اجلاس دوم منعقدہ ۲۵ شعبان ۳۸ھ ایک دارالقضا پھلواری شریف میں قائم کیا جائے۔ جس کے قاضی جناب مولانا نور الحسن صاحب ہوں۔ الخ

اس تجویز کی بنا پر حضرت مولانا قاضی سید نور الحسن صاحب نے عملاً دارالقضا کا شعبہ قائم کر دیا۔ اور آپ کی خداداد قابلیت اور بصیرت سے یہ شعبہ اپنی خدمت کو بہ احسن وجوہ انجام دے رہا تھا۔ امارت شرعیہ کے قیام کے بعد جمعیۃ علماء بہار کے اس شعبہ دارالقضا کو امارت شرعیہ کی طرف منتقل کر دیا گیا جو آج تک حضرت مولانا قاضی سید نور الحسن صاحب مد ظلہ کی ذمہ داری میں اپنی خدمت انجام دے رہا ہے۔ اور بحمد اللہ یہ شعبہ نہایت کامیاب ہے۔ جس کا اندازہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے اس مضمون سے ہو سکتا ہے جو "تحدیث نعمت" کے عنوان سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جریدہ امارت جلد ۵ نمبر ۳۳ ۱۳۴۷ھ میں تحریر فرمایا ہے۔ اور امارت شرعیہ کے تقریباً کم وبیش سات آٹھ سال کی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

خدمات دارالقضا

قیام ولایت وامارت شرعیہ کا ایک نہایت اہم دینی مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی بعض وہ شرعی ضرورتیں انجام پائیں۔ جو حکومت غیر مسلمہ کی عدالتوں سے انجام نہیں پاسکتیں۔ ان ہی میں سے ایک اہم مسئلہ قیام محکمہ قضا کا ہے۔ یہی ایک ایسا شعبہ ہے۔ جس کی بابت لوگوں کو شکوک وشبہات تھے کہ حکومت کافرہ کی موجودگی میں چل نہیں سکتا۔ لیکن اب تجربہ کے بعد یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے۔ کہ دین ومذہب سے بے رغبتی کے باوجود۔ اگر لائق کارکن اس شعبہ کو میسر آجائیں تو نہایت کامیابی کے ساتھ یہ شعبہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ہم واقفیت عام کے لئے دارالقضا پھلواری شریف کے مقدمات کی تعداد بہ تفصیل نوعیت مقدمہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اس سے صحیح اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مقدمات فسخ نکاح بوجوہ شرعی | خیار بلوغ۔ وعدم کفو وعذر جنون وغیرہ کی بنا پر فسخ نکاح وتفریق کے لئے اس اثنا میں چوالیس (۴۴) مقدمات دائر ہوئے۔ اور ستائیس (۲۷) فیصل ونافذ ہوئے۔ اور تین آخر ۴۶ھ میں زیر سماعت تھے۔

(۱۶۲)

خصومۃ الحقوق یعنی دیوانی | اس صنف کے ایک سو باسٹھ مقدمات دائر ہوئے۔ جن میں سے بیاسی (۸۲) خارج اور اُناسی (۷۹) فیصل و نافذ ہوئے۔ باقی زیر سماعت تھے۔

مقدمہ جنایات یعنی فوجداری | اس صنف کے سترہ (۱۷) مقدمات دائر ہوئے۔ جن میں نو خارج اور آٹھ فیصل ہوئے۔

مقدمہ تولیت مساجد | سات مقدمات اس صنف کے دائر ہوئے۔ جن میں سے دو خارج اور پانچ فیصل ہوئے۔

مقدمہ ولایت نکاح صغار | اس صنف کا ایک مقدمہ دائر ہوا۔ اور وہ فیصل و نافذ ہوا۔ یہ مقدمہ نہایت اہم تھا۔

مقدمہ زوجہ مفقود الخبر | اس صنف کے چار مقدمات دائر ہوئے۔ جن میں سے ایک خارج، چار فیصل ہوئے۔

مقدمات منتقل از انگریزی عدالت | تین مقدمات دیوانی کے انگریزی عدالت سے منتقل ہو کر آئے۔ وہ تینوں فیصل ہوئے۔

ان تمام مقدمات کی مکمل مسل موجود ہے۔ اور اس لائق ہے کہ اہل علم حضرات ان کو دیکھیں۔ اور پھر دار القضا کی کارگذاریوں کو غور سے پڑھیں۔ تو اُن کو صحیح اندازہ ہوگا کہ یہ محکمہ کس قدر ضروری ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوگا کہ کم از کم فیصدی پچاس مقدمات تو یقیناً فیصل اور نافذ ہو سکتے ہیں۔ اور بے دینی اور الحاد میں اس قدر کامیابی ایک حیرت انگیز امر ہے۔

مذکور الصدر تفصیلی اعداد سے معلوم ہوا کہ مقدمات دائر شدہ کی تعداد دو سو اڑتیس (۲۳۸) ہے۔ اور خارج شدہ کی تعداد ایک سو آٹھ (۱۰۸) اور فیصل شدہ کی تعداد ایک سو چھبیس (۱۲۶) ہے۔ زیر سماعت کی چار (۴) ہے۔ اگر یہی مقدمات انگریزی عدالت میں دائر ہوتے تو علاوہ شرعی قباحتوں اور گناہوں کے نہ معلوم کئی ہزار روپے برباد ہوتے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر اس محکمہ کو وسعت دی جائے اور اس کے اسباب و ذرائع اختیار کئے جائیں تو ہزاروں ہزار مسلمان آج بھی موجود ہیں۔ جو صرف خدا اور رسول کے احکام کی اطاعت کرنے کو آمادہ ہیں۔ اور کم از کم یہ ہے کہ اس محکمہ کو قائم کر کے مسلمانوں کے ارباب حل و عقد۔ خدا اور رسول کے نزدیک۔ نہ صرف یہ کہ جواب دہی سے سبکدوش ہو گئے ہیں بلکہ انھوں نے خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کر لی ہے۔ انتہیٰ

آج برطانوی ہند کے تمام اسلامی جماعتوں میں یہ فخر صرف بہار میں

امارت شرعیہ کو حاصل ہے۔ کہ وہ قوانین الٰہیہ کے نفاذ کے لئے عملاً یہ خدمت انجام دے رہی ہے۔ اور اس کا یہ نصب العین شرمندہ عمل نہیں ہے۔ بلکہ بقدر امکان وہ اس کے لئے ساعی ہے اور اسکی سعی مشکور ہے فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

شعبۂ دار الافتاء

یہ شعبہ دینی مقاصد کے اعتبار سے ہمیشہ اہم رہا ہے۔ خصوصاً اس زمانے میں جب کہ معاملات تیزی کے ساتھ نئی نئی صورتیں اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اور تمدنی ضرورتیں معاملات کی نئی شکل میں ڈھل ڈھل کر کاروبار میں دخیل ہو رہی ہیں۔ اور ملک میں آئے دن ان کے عمومی پرچار اور تشیوع سے نئے نئے سوال اور نئی نئی بحثیں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور دیندار مسلمان اس کے حل اور اس کے متعلق اسلامی احکام کے جاننے کے لئے استفسار کرتے ہیں

پھر مزید براں اس شعبہ کی اہمیت اس وجہ سے اور زیادہ ہو گئی ہے کہ آئے دن جدید ماحول کے اندر مختلف قسم کے گروہ اور مختلف قسم کی جماعتیں دین اور اسلام کے نام پر پیدا ہو رہی ہیں۔ جو مسلمانوں میں دین کے نام سے غلط معتقدات غلط نظریوں کا نشر کرتی ہیں۔ جنکی پوری نگرانی یہ شعبہ کرتا ہے۔ اور ان کے متعلق مسلمانوں کے لئے صحیح مواد فراہم کرتا ہے جسکی تفصیل آپ کو بست سالہ رپورٹ میں ملے گی اس شعبہ کی اہمیت اور خدمت کے متعلق تحدیث نعمت میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مختصراً جو کچھ لکھا ہے ان کے الفاظ میں یہ ہے۔

خدماتِ دارالافتاء

امارتِ شرعیہ کے ماتحت ایک نہایت ضروری صیغہ دارالافتاء کا ہے جہاں تمام صوبہ بلکہ بیرونِ صوبہ سے آئے ہوئے استفتاؤں کا جواب دیا جاتا ہے اس صیغہ میں چند جید فقیہ علماء کی ضرورت ہے، مگر مالی دقتوں کی وجہ سے اس صیغہ کے لئے جو لائحہ عمل ہے وہ ابتک پورا نہ ہو سکا تاہم اس صیغہ کا کام جاری نہ کرنا۔ غیر ممکن تھا، اس لئے اب تک نہایت دقتوں کے ساتھ اس کام کو بھی انجام دیا گیا۔ جب کاموں کی کثرت ہوئی تو انتظامی مصالح کی بنا پر جو دفتر گیا میں قائم کیا گیا تھا۔ فتویٰ نویسی کی خدمت دارالقضاء گیا کے بھی سپرد کی گئی۔ اس طرح پر چند سالوں تک فتویٰ نویسی کا کام پھلواری شریف اور گیا دونوں جگہوں میں جاری رہا۔ افسوس ہے کہ صیغۂ دارالافتاء کے دونوں جگہ کے رجسٹر اس وقت ہمارے پاس نہیں ہیں صرف پھلواری شریف کے دارالافتاء کا رجسٹر ہمارے سامنے ہے جس میں اکثر فتاویٰ مسائل کے جواب دفتر سے روانہ کئے گئے ہیں۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۴۶ھ تک ایک ہزار تین سو نو (۱۳۰۹) مسائل کے جواب دفتر سے روانہ کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے ایسے فتاوے بھی دفتر میں ہیں جنکی نقل نہ ہو سکی (انتہی)

اس کے علاوہ قرب وجوار اور دوسرے اضلاع سے سفر کر کے بھی دارالافتاء میں ایسے حضرات زبانی استفتاء کے لئے آتے ہیں جو

اپنی طمانیت اس میں سمجھتے ہیں۔ کہ معاملات کے ہر گوشہ کو وہ مفتی صاحب کے سامنے خود سے رکھیں۔ اور اس کا حل اور جواب سنیں۔ اور اس میں بھی شبہات ہوں تو ان کا بھی ازالہ کریں۔۔ بعض موقع میں غیر مسلم بھی آتے ہیں۔ اور اسلامی مسائل کے متعلق اپنی طمانیت کرتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ ان کے رشد کا ذریعہ اور ہدایت کا سبب بن جاتا ہے وَ ذٰلِکَ فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم ؕ

شعبۂ تنظیم

اس شعبہ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی تنظیم خالص اسلامی اصول پر ہو، ان مقصد کو انجام دینے کے لئے دفتر امارت شرعیہ سے منتظم صاحب بھیجے جاتے ہیں۔ ان کو دفتر امارت شرعیہ سے سند تنظیم ملتی ہے، اس پر ناظم امارت شرعیہ کے دستخط اور دفتر امارت شرعیہ کی مہر ہوتی ہے اور ان کی سند تنظیم میں خصوصی ہدایات ہوتی ہیں۔

منتظم صاحب ہر گاؤں میں پہنچ کر وہاں کے مسلمانوں کو جمع کرتے ہیں، اور ان کو بتاتے ہیں کہ شرعی تنظیم کیا ہے؟ اور جماعتی زندگی جو شرع کا مطلوب و مقصود ہے، اور جس میں منسلک ہو کر زندگی گذارنا ہر مسلمان کا فریضہ شرعی ہے، اس کی شرعی صورت کیا ہے؟

اس سلسلہ میں امارت امیر، امیر کی اطاعت اور اس کے ساتھ وابستہ ہو کر دینی فرائض وواجبات کی ادائیگی، کی اہمیت

ضرورت، اور اس کی شرعیہ حیثیت بتائی جاتی ہے۔ اور ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ لوگ اپنے گاؤں کا ایک سردار منتخب کریں جس کا لقب "نقیب" ہوگا، اور یہ نقیب صاحب اپنے گاؤں کے مسلمانوں اور امیر شریعت مدظلہ کے درمیان واسطہ رہیں گے۔ جو آپ کی دینی ضرورتوں کو حضور امیر شریعت تک بواسطہ دفتر امارت شرعیہ پہنچائیں گے اور امارت شرعیہ کے احکام اور حضور امیر شریعت کے فرمان کو آپ تک پہنچائیں گے۔

اس کے بعد وہاں کے مسلمانوں کی تنظیم کرکے اور ان پر قومی محصول تشخیص کرکے رجسٹر تنظیم دفتر بیت المال میں بھیج دیتے ہیں۔ پھر دفتر بیت المال سے تنظیم کردہ اور تشخیص کردہ قومی محصول کی وصولی کے لئے "عامل" بھیجے جاتے ہیں۔ ان کو بیت المال سے سند ملتی ہے، جس پر ناظم بیت المال کے دستخط اور بیت المال کی مہر ہوتی ہے اور اس میں بھی ان کے لئے خصوصی ہدایات ہوتی ہیں۔

ہر گاؤں میں یا شہر کے محلہ میں جو "نقیب" منتخب ہوتے ہیں ان کے لئے بھی خاص ہدایات ہوتی ہیں۔ کہ وہ کس طرح مسلمانوں کو متحد رکھیں اور مقامی مسلمانوں کی کیا کیا خدمتیں انجام دیں ان کا ایک مفصل پروگرام ہوتا ہے۔ جس کی ان کے "سند نقابت" میں تصریح ہوتی ہے۔ سند نقابت کا مضمون یہ ہوتا ہے۔

(صفحہ ۱۶۵ پر ملاحظہ ہو)

سند نقابت کا مضمون یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اطاع الامیر فقد اطاعنی ومن عصی الامیر فقد عصانی

نقابت

تاریخ ماہ

امارت شرعیہ
پھلواری شریف

برادر محترم جناب ..... نقیب موضع ..... ڈاکخانہ ..... ضلع ..... تھانہ

زاد لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبرہ واحسانہ

جناب کو اس عریضہ کے ذریعہ بتانا چاہتا ہوں کہ نقابت کیا چیز ہے اس کی اہمیت کیا ہے، نقیب کا مرتبہ کیا ہے اور اس کے فرائض کیا ہیں ہمارے آقائے نامدار سردار دوجہاں نبی اکرم رسول معظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کرنے سے قبل مدینہ

کے لئے وہاں کے بارہ قبیلوں میں سے ایک ایک شخص کو نقیب کا خطاب اور عہدہ دیکر حضرت سعدؓ بن ربیع، سعدؓ بن خثیمہ، سعدؓ بن عبادہ۔ امیہؓ بن حضیر اسعدؓ بن زرارہ، منذرؓ بن عمر۔ براءؓ بن معرور، ابوالہیثمؓ۔ عبداللہؓ بن رواحہ عبداللہؓ بن عمرو بن حرام، عبادہؓ بن صامت۔ رافعؓ بن مالک رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کو (بارہ نقیب مقرر کئے۔ یہ حضرات اپنے اپنے محلہ کے نقیب اور اپنے اپنے موضع کے سردار تھے، باوجود اپنے دنیاوی تعلقات وضروریات کے اپنے اپنے مذہبی خدمات کو باعث فخر سمجھ کر بجا آوری میں اپنی جانیں لڑا دیتے تھے۔ اور کسی کے خوف اور لومۃ لائم وغیرہ کا خیال نہ کرتے تھے۔

ان مقدس حضرات نے مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اطاعت وفرماں برداری کی بیعت اس کی وقت کی تھی جبکہ تمام کفار ومشرکین کا غلبہ تھا اور زبان سے خدا کا نام لینا ایک سخت جرم اور بدترین معصیت سمجھی جاتی تھی، مگر ان کی ہمت اور شجاعت اور الوالعزمی کو دیکھنا چاہئے کہ ایسے نازک وقت اور کٹھن گھڑی میں انھوں نے فقط اس بات کا عہد وپیمان کیا تھا اور صرف اس امر پر بیعت کی تھی کہ اپنے مقدس دین اسلام کی حفاظت اور بقا کے لئے اگر قیصر وکسریٰ جیسی باجبروت سلطنتوں کا مقابلہ کرنا پڑے تو ہم پروا نہ کریں گے۔ اور دنیا کی کسی طاقت سے ہرگز خوف زدہ نہ ہوں گے اور ہماری راہ میں جو روڑے حائل ہوں گے اُن کو ہٹا کر اپنے دینی اور اسلامی مقاصد کی انجام دہی میں اپنی جان توڑ کوششوں سے

باز نہ آئیں گے۔ اللہ اکبر، چنانچہ اِن حضرات نے مدینہ جاکر خدا و رسول کے
جملہ احکام کی پابندی اور فرماں برداری کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی عدم موجودگی میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں محض لوجہ اللہ نہایت خلوص
اور مستعدی کے ساتھ ہر طرح کی قربانی اور ایثار کر کے اپنی جان توڑ اور
بلیغ کوششوں سے کام لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہتیرے لوگوں کو اسلام کی
طرف پورے طور پر مائل اور متوجہ کر کے مدینہ کی سرزمین کو آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے لئے بالکل ہموار کر دیا رضی اللہ عنہم
ورضوا عنہ) مقدس اسلام کی ان مبارک ہستیوں نے جس، اخلاص
جاں نثاری، جانفروشی اولوالعزمی کے ساتھ اسلامی خدمات انجام
دئے۔ اس کا ہزارواں حصہ بھی اگر آج کوئی نقیب انجام دیدے
تو بسا غنیمت ہو۔ اور روز افزوں اسلام کی ترقی اور تمام ادیان پر
دین اسلام کا غلبہ ہو جائے۔

"نقیب" ایک ایسا عہدہ ہے۔ اور اس میں وہ شرف ہے
کہ ابتدائے عہد نبوت اور تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال گذرنے کے بعد
اس کا اعادہ آپ کی مبارک سرزمین صوبہ بہار میں ہوا ہے۔
نقیب ایک طرف اپنی قوم اپنی جماعت اپنے موضع اور اپنے محلہ کا
منتخب سردار ہوتا ہے۔ جو اپنی قوم کی برائی، بھلائی کا ذمہ دار
ہوا کرتا ہے اور دوسری طرف وہ اپنے امیر (شریعت) کا معتمد علیہ اور
قوم و امیر کے درمیان ایک ذریعہ اور واسطہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہر ایک

نقیب کو چاہئے کہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں غفلت نہ کرے اور اس کے فرائض کے امور دہی میں جو اس کی قوم نے اور اس کے امیر نے خدا اور رسول کے حکم کے مطابق تبائے اور اسے انجام دینے کو سپرد کئے ہوں. اور اس کا نصب العین وہی ہے جو نقبائے سابق کے عہد و پیمان میں مذکور ہے۔

پس بشارت اور سرخروئی و سربلندی ہے اولوالعزم اور عالی ہمت نقیب کے لئے جو ہمارے سردار دو جہاں شفیع مجرماں حضرت رسول خدا۔ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے نقبائے انصار کی پیروی کرتے ہوئے ہر قسم کی نصرت و اعانت کر کے محض لوجہ اللہ باوجود دنیاوی تعلقات اور ضروریات کے نہایت خلوص و ہمدردی کے ساتھ اسلام کی اشاعت و حفاظت اور اس کی بقا کے لئے اپنی بلیغ کوششوں سے کام لے کر اسلامی خدمات کی انجام دہی کے واسطے ہر طرح مستعد و تیار رہے۔ ٥

شمس کی مانند عالم میں بسر کر زندگی + تاکہ تیری ذات سے سارے جہاں میں نور ہو

آج بہ حکم حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی اس خط کے ذریعہ نقیب کے تفصیلی فرائض سے ہم آپ کو آگاہ کرتے ہیں تاکہ آپ اس کو اپنے پاس رکھیں جس سے آپ کی یاد تازہ رہے۔ اگرچہ مبلغین کی زبانی بھی آپ کو معلوم ہوئے ہوں گے، اور دفتر کے بعض خطوط سے بھی آپ کو اطلاع ملی ہو گی، مگر نقیب کے فرائض کا قلم بند رہنا نہایت ضروری ہے۔ پس اس پرچہ کو بہ غور ملاحظہ فرما کر بطور سند اپنے پاس بحفاظت رکھیں اور ضایع نہ ہونے دیں۔

نقبائے صوبہ بہار واڑیسہ کے فرائض!

چونکہ ہر ایک نقیب اپنے حلقہ یا موضع کی مسلم آبادی کا مذہبی حیثیت سے ایک ممتاز سردار ہوا کرتا ہے اس لئے اُس کا فرض ہے کہ :-

(۱) ہمیشہ احکام شریعت کا پابند رہے اور اس امر کی کوشش کرے کہ اس کی ذات سے کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

(۲) دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ بالکل مساویانہ اخوتِ اسلامی کا برتاؤ رکھے۔ (۳) مسلمانوں میں نفاق اور پھوٹ نہ ہونے دے (۴) اپنا انداز ہر ایک سے غیر جانبدارانہ رکھے (۵) جب کسی محلہ میں دو شخصوں یا دو گھروں میں اختلاف ہو تو پہلے صلح کرانے کی کوشش کرے اگر وہ صلح پر رضامند نہ ہوں تو پھر کوشش کرے کہ شرعی عدالت میں مقدمہ جائے (۶) اگر خود اس میں ان کو ناکامی ہو تو پھر دفتر امارت شرعیہ میں اس کی اطلاع دیں (۷) اگر اس کے حلقہ یا موضع میں مسلمانوں کے متعلق کوئی اندیشہ ناک واقعہ پیش آگیا ہو یا پیش آنے کا خوف ہو تو فوراً "دفتر" کو مطلع کرنا چاہئے (۸) اپنے حلقہ یا موضع کے ہر شخص سے ہر سہ ماہی کا "قومی محصول" زکوٰۃ وعشر وصول کرنا اور اس کی رسید دے کر رجسٹر میں لکھنا (۹) قومی محصول کی جمع شدہ رقم مع تفصیل دفتر بیت المال کے ناظم صاحب کے پاس بھیجنا (۱۰) مقامی مذہبی ضروریات کی اطلاع دفتر امارت شرعیہ میں دیتے رہنا (۱۱) دفتر مبلغ صاحب یا عامل صاحب یا خط کے ذریعہ جو ہدایت بھیجی جائے یا فرمان بھیجا جائے اس کے مطابق عمل کرنا۔

(۱۲) کافروں کی سازشوں سے ہوشیار رہ کر غیر مسلموں کو اسلام کی طرف مائل کر کے حلقہ بگوش اسلام کرنے کی کوشش کرنا۔ اور اپنی کامیابی کی اطلاع دفتر کو دیتے رہنا (۱۳) مسلمانوں کو ترغیب دینا کہ صحت جسمانی کے لئے ورزش کیا کریں۔ و نیز اپنی ذات اور اپنی قوم اپنے پڑوسیوں کی جان و مال کی حفاظت کے لئے لاٹھی، لکڑی وغیرہ اور قانوناً دیگر جائز اسلحہ کی مشق کرنا اور دشمنان دین کے حملہ سے محفوظ رہنے کی نیت سے ایسا کرنا واجب اور عبادت ہے (۱۴) شادی و دیگر تقریبات میں فضول خرچی سے سب سے پہلے خود بچنا اور دوسرے مسلمانوں کو بھی روکنا۔ نیز مسلمانوں کو تجارت و حرفت کی ترغیب دینا۔ اور بستی میں جو مسلمان تاجر ہو اس سے سودا خرید کر کے اس کی حوصلہ افزائی کرنا۔ اور تمام دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کی حوصلہ افزائی کی طرف توجہ دلائیں۔

آپ کو چاہئے کہ ان امور کو محفوظ رکھیں۔ اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ اپنے فرائض انجام نہ دیں گے تو پھر کیونکر یہ انجام پا سکیں گے، اور آئندہ جو اہم اسلامی مقاصد انجام دینے ہیں وہ کیونکر پورے ہوں گے۔

دستخط حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی

دستخط نائب امیر شریعت۔

منتظم صاحب جو دفتر امارت شرعیہ سے تنظیم کے لئے جاتے ہیں ان کو دفتر امارت شرعیہ سے جو سند اور ہدایات ملتی ہیں انکے الفاظ یہ ہیں:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین!

سندِ ناظمِ قومی محصول از شعبۂ تبلیغ دار الامارۃ صوبہ بہار

برادران اسلام کو معلوم ہونا چاہئے کہ جناب .... ساکن .... کو میں نے منتظم قومی محصول وعشر وزکوٰۃ مقرر کیا۔ منتظم صاحب موصوف حسب ہدایت امارت شرعیہ مسلمانوں کی فلاح وبہبود اور اصلاح کیلئے کام کریں گے۔ ان کی باتوں کو سننا اور تسلیم کرنا۔ اور ہر دعوت حق کو قبول کرنا آپ پر لازم ہے۔ منتظم صاحب کو ان کے کاموں کے متعلق ہدایتیں لکھ کر دیدی گئی ہیں۔ اس ہدایت کے ماتحت جن امور کو وہ پیش کریں اُن سب کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

دستخط
ناظم امارت شرعیہ صوبہ بہار

ہدایت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و آلہ وصحبہ اجمعین

ناظمین قومی محصول وعشر وزکوٰۃ کو ان ہدایات کا لحاظ رکھنا اور ان پر پوری طرح سے کاربند و معمل رہنا چاہئے۔ ان ہدایات کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کیا جائے، اور ان ہدایات کے علاوہ وقتاً فوقتاً جو ہدایتیں زبانی یا تحریری دی جائیں۔ ان پر عمل کرنا لازم سمجھیں۔

(۱) مسلمانوں کو اپنے معاملات اسلامی دارالقضا سے فیصل کرانا اور صوبہ بہار کے امیر شریعت کے تقرر سے آگاہ کرنا چاہئے۔ اور نماز باجماعت کی تاکید اور ترک منکرات ومنشیات و رسوم قبیحہ و صرف بیجا سے احتراز پر خصوصیت سے زور دینا چاہئے۔

(۲) شہر کے محلوں اور دیہاتوں کی مسلم آبادی کی حسب حیثیت وہاں کے باشندوں سے مشورہ کرکے سالانہ ایک رقم معین قومی محصول کے نام سے بیت المال کے لئے مقرر کردینا۔ اور اس کی منظوری جلسۂ عام میں وہاں کے باشندوں سے لینا چاہئے۔ بعدہٗ کتاب تنظیم قومی محصول پر وہاں کے چند باا ثر مسلمانوں سے مضمون سرنامہ سنا کر دستخط لینا چاہئے۔ اور خانہ پری کر لینا چاہئے۔

(۳) زکوٰۃ و عشر نکالنے اور اس کو بیت المال بھیجنے یا عامل کے حوالہ کر دینے پر زور دینا چاہئے۔

(۴) خوش اسلوبی سے بیان کرنا چاہئے کہ احکامات امارت شرعیہ و جمعیۃ علماء کو ماننا چاہئے۔

(۵) ہر اعلان جو ملک میں شایع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کو بغیر امیر سے دریافت کئے ہوئے نہیں ماننا چاہئے۔ کیونکہ بعض اعلانات غیر شرعی ہوتے ہیں، اس کو بھی خوش اسلوبی سے بیان کرنا چاہئے۔

(۶) جو کوئی مسئلہ دریافت کرے اس کو ہدایت کرنی چاہئے کہ دارالافتاء پھلواری شریف لکھ کر بھیجدو۔

(۷) ہر مقام میں کتاب المعلومات کی خانہ پری نہایت تحقیق سے کرنی چاہئے۔

(۸) اپنی روزانہ کارروائی کا خلاصہ روزنامچہ (ڈائری میں لکھ لینا چاہئے۔ اور ہر ہفتہ اس کی روئداد رپورٹ) دفتر میں بھیج دینی چاہئے۔

(۹) نقباء کو ہدایت کرنی چاہئے کہ قومی محصول وصول کرکے برابر دفتر میں بھیجتے رہیں۔ اور کوئی نقیب دس روپیہ سے زیادہ اپنے پاس نہ رکھے۔ اور تمام وصولی کو ناظم قومی محصول اپنے رجسٹر میں لکھیں، اور اور اس کی نقل ہر ہفتہ دفتر میں بھیجدیں۔

(۱۰) منتظم صاحب موصوف فلاں جگہ اور فلاں اطراف کی تنظیم کریں گے

(دستخط ناظم امارت شرعیہ صوبہ بہار)

منتظم صاحب تنظیم کر کے جب رجسٹر تنظیم امارت شرعیہ کے دفتر بیت المال میں بھیجدیتے ہیں، تو بیت المال سے تنظیم کردہ قومی محصول کی وصولی کے لئے "عامل" بھیجے جاتے ہیں۔ اور بیت المال سے ان کو سند ملتی ہے۔ جس پر ناظم بیت المال کے دستخط ہوتے ہیں اور دفتر بیت المال کی مہر ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ خصوصی ہدایات بھی ہوتی ہیں۔ جن کے الفاظ یہ ہوتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سَنَدِ عَامِلِ الْاِمَارَتْ صُوبَہ بِہَارْ

برادران اسلام کو معلوم ہونا چاہئے کہ .... صاحب .... ساکن ... کو میں نے عامل منجانب امارت شرعیہ مقرر کیا ہے ...... صاحب موصوف حسب ہدایات امارت مسلمانوں سے زکوۃ وصدقات اور عشر و قومی محصول وصول فرمائیں گے۔ اور بیت المال میں داخل کریں گے۔ جہاں سے اسلامی ضروریات میں صرف کیا جائے گا ... صاحب موصوف کو ان کے کاموں کے متعلق ہدایتیں لکھ کر دیدی گئی ہیں اور ہدایت کے ماتحت جن امور کو وہ پیش کریں۔ ان سب کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان کو لازم ہے۔

دستخط ناظم بیت المال

ہدایت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عاملین کو چاہئے کہ ان ہدایات کا لحاظ رکھیں۔ اور پوری طرح ان پر کاربند وعمل ہوں، ان ہدایات کے خلاف کبھی کوئی کام نہ کیا جائے

(۱) قومی محصول محلہ یا بستی کے ان محترم حضرات کے ذریعہ وصول کریں۔ جنہوں نے کتاب تنظیم قومی محصول پر دستخط کئے ہیں۔

(۲) زکوۃ وعشر نکالنے اور بیت المال میں داخل کرنیکی ترغیب دینا چاہئے۔

اور جو لوگ زکوۃ وعشر دیں ان سے لے کر رسید دینا چاہئے

(۳) جو لوگ مستحق زکوۃ کو زکوۃ دیا کرتے تھے۔ ان سے کہنا چاہئے کہ وہ فہرست لکھ کر دیں تاکہ بیت المال سے مناسب طریقہ پر دیا جائے اور از خود بلاواسطہ بیت المال کسی کو نہ دیں۔

(۴) جو رقم وصول کی جائے اس کی رسید دیجائے۔ کوئی رقم بلا رسید نہ لی جائے۔

(۵) مبلغ پچیس روپیہ حسب وصول ہوجائے تو اس کو بیت المال

میں بھیجدیں۔ کسی عامل کو پچیس روپے سے زیادہ اپنے پاس نہیں رکھنا چاہیئے۔ ہمیشہ اس کا خیال رکھیں۔

(۶) ہر شخص سے حسن اخلاق سے پیش آنا چاہئے۔ اور کسی سے مناظرہ نہیں کرنا چاہئے۔

(۷) جو کوئی مسئلہ دریافت کرے ان کو ہدایت کرنی چاہیئے کہ دارالافتاء پھلواری شریف لکھ کر بھیجدیں

(۸) اپنی روزانہ کارروائی کا خلاصہ روزنامچہ (ڈائری) میں لکھ لینا چاہئے۔ اور ہر ہفتہ میں اس کی روئداد (رپورٹ) اور وصولی رقم کی تفصیل دفتر میں بھیجنی چاہئے۔

(۹) ان ہدایات کے علاوہ اور جو ہدایتیں وقتاً فوقتاً زبانی یا تحریری دفتر سے دیجائیں ان پر عمل کرنا لازم سمجھیں۔

(۱۰) جس بستی میں جائیں۔ لوگوں کو نماز کی ترغیب دیں۔ اور جب تک مقیم رہیں۔ زبانی لوگوں کو نماز پڑھنے کو سکھائیں۔

دستخط ناظم۔ بیت المال المرکزی
صوبہ بہار

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے "تحدیث نعمت" کے اس مضمون سے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ

اس شرعی تنظیم کے ساتھ مسلمانوں کی وابستگی کے متعلق ادارہ امارت شرعیہ نے کیا خدمات انجام دئے اور اس سلسلہ میں کس طرح پوری جدوجہد سے کام لے کر کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مسلمانوں تک اس شرعی تنظیم کو پہنچایا حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں :-

شعبۂ تنظیم کے خدمات

اس وقت تک اس صوبہ کے تیرہ اضلاع کے دیہات و شہر میں یہ تنظیم و تشخیص مبلغین و منظمین کے ذریعہ عمل میں آئی ہے۔ ان شہروں اور گاؤں کی تعداد ۱۳۴۶ھ جس میں تنظیم و تشخیص ہوئی ہے۔

دو ہزار آٹھ سو ستر (۲۸۷۰) ہے۔ جن میں دو ہزار تین سو چوبیس (۲۳۲۴) نقبا مقرر ہیں، پھر چند حلقہ یا ایک تھانہ یا ایک ڈویزن ملاکر۔ ایک لائق اور محنتی شخص کی سیادت میں دیا جاتا ہے جسکو "صدر النقیب" کہتے ہیں۔

امارت شرعیہ کے کاموں میں یہ کام سب سے اہم ہے کیونکہ جماعتی نظام کے لئے اسی اصول سے مسلمانوں کی تمام متفرق آبادیوں کو باہم مربوط رکھنے کی ضرورت ہے۔ لیکن نہایت افسوس ہے کہ چند اضلاع میں تو یہ کام باضابطہ طور پر ابھی تک شروع بھی نہیں کیا گیا اور جن اضلاع میں یہ تنظیم جس حد تک انجام پا چکی ہے وہ بھی ابھی ناقص ہے۔

اور اس باب میں سب سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ اکثر جگہوں
میں ہمارے مسلمان بھائی مقامی طور پر اپنے فرائض کو غالبًا بہت کم
محسوس کرتے ہیں۔ اور اس لئے وہ از خود کوئی خدمت انجام نہیں دے سکتے
جب تک کہ ان کے پاس صدر سے کوئی خاص آدمی نہ پہنچے اور بار بار
ان کو مختلف طریقوں سے آمادہ کار نہیں کیا جائے۔ ان میں سے
بہت سے لوگ تو غالبًا اس امر کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ کہ ہر ہر
گاؤں میں بار بار صدر یا ضلع سے آدمی بھیجنے میں کیا کیا دقتیں ہیں
اس لئے مختصر طور پر آج عامہ مسلمین کی واقفیت کے لئے ہم ظاہر
کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ کہ جب ایک مرتبہ کسی جگہ کی تنظیم کر دی
جائے۔ تو پھر اس کے بعد تمام کام مقامی حضرات کے توسط سے ہونا
چاہئے۔ اور برابر خط و کتابت سے جو امور مشورہ طلب ہوں ان کو
طے پا جانا چاہئے۔ اگر گاہے گاہے، کسی وقت سال دو سال کے اندر
کسی مبلغ کی یا عامل کی یا اور کسی کارکن کی ضرورت محسوس ہو، تو طلب
کرنا چاہئے۔ بغیر اس طریقہ کار کے آپ اپنے مذہبی ادارے کے کسی
شعبہ کو بھی نہیں چلا سکتے۔ مثال کے طور پر۔ آپ یہ سمجھئے۔ کہ اس وقت
صوبہ بہار کے اکیس اضلاع میں نئے تنظیمی و تبلیغی کام صرف
تیرہ اضلاع میں کسی نہ کسی طرح انجام دیا جا رہا ہے۔ اور دو تین
ضرورت اڑیسہ کے اضلاع میں بھی کوئی مبلغ محض تبلیغ کے لئے جاتا ہے
گو ابھی وہاں مستقلاً تنظیمی کام شروع نہیں ہوا ہے۔

اب ان تیرہ اضلاع میں قصبات و دیہات کی مجموعی تعداد چون ہزار آٹھ سو بانوے (۵۴۸۹۲) ہے۔ جن میں ہنود کی خالص آبادی علیحدہ کردیجئے۔ تو کم ازکم بیالیس ہزار قصبات و دیہات ان تیرہ اضلاع میں ایسے ہیں۔ جن میں مسلمانوں کی آبادی ہے۔ اب اگر سال میں صرف ایک مرتبہ بھی مبلغ یا کسی کارکن کو ان تمام گاؤں اور شہروں میں بھیجنا چاہیں تو کم ازکم اس کے لئے ہمارے پاس دو سو اسی مبلغ چاہئے۔ کیونکہ ایک مبلغ زائد سے زائد ایک ماہ میں پندرہ مقام میں جاسکتا ہے اور وہ بھی صرف چوبیس گھنٹے کے لئے۔ اس طرح ایک مبلغ بارہ ماہ میں زائد سے زائد بغیر حرج ومرض سال میں ایک سو اسّی گاؤں جاسکتا ہے۔ اس حساب سے ہم کو صرف ان تیرہ اضلاع کے لئے کم ازکم دو سو اسّی مبلغ چاہئے۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ گذشتہ سالوں میں اوسط تعداد باوظیفہ مبلغین کی چودہ سے زیادہ نہیں رہی ہے۔ اور اب تو مالی دقتوں کی وجہ سے اور بھی کم کردئے گئے ہیں۔ (انتہیٰ)

شعبۂ تبلیغ

اس شعبہ کے دو مقصد ہیں۔ اِصلاح[۱] اور اشاعت[۲]

اصلاح سے۔ مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر جو مذہبی کمزوریاں

پیدا ہوگئی ہیں اور جس کی وجہ سے وہ رسمی اور قومی مسلمان بن کر رہ گئے ہیں ان کو دور کیا جائے۔ ان کے عقائد کی تصحیح کی جائے۔ ان کے خیالات فاسدہ کی اصلاح کی جائے۔ مراسم قبیحہ کا انسداد اور معاشرتی برائیوں کا ازالہ کیا جائے۔ نیز مشرکانہ رسم ورواج بدعات ومنکرات اور غیر اسلامی شعار اور عادات سے ان کو بچایا جائے اور اس پر تنبیہہ کی جائے۔ شرائع اسلامیہ کا ان کو پابند کیا جائے اور ان کو اس پر مستعد کیا جائے۔ کہ بقدر امکان قوانین الٰہیہ اور احکام شرعیہ کو اپنے اوپر نافذ کریں، اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کریں۔ نیز اقتصادی حالت کو سدھارنے اور سنبھالنے کی تلقین کی جائے۔ مسلمان بچیوں کی مذہبی تعلیم پر زور دیا جائے اور امکانی صورت سے اس کا نظم کیا جائے۔

اسی طرح کے اور بھی تعمیری اور اصلاحی امور اس شعبہ سے متعلق ہیں جن کا واحد مقصد یہ ہے۔ کہ آج کا مسلمان آج کا بن کر نہ رہے بلکہ اپنے تمام امور میں اور اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی میں چاہے اس کا تعلق نظریہ وعقائد سے ہو، یا معاشرت وسیاست سے ہو۔ انفرادی زندگی سے ہو۔ یا جماعتی زندگی سے ہو۔ اس کی نگاہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کی زندگی پر ہو، جو قرون اولیٰ کی زندگی تھی۔ جس کی اتباع اور پیروی کا حکم ہے۔ اور جس پر دینی اور دنیاوی سعادتوں کا انحصار ہے۔

اشاعت سے مراد یہ ہے کہ غیر مسلموں میں اسلام کے محاسن بیان کئے جائیں، اور اسلامی زندگی سے ان کو متاثر کیا جائے نیز یہ کہ مرتدین کو دوبارہ حلقہ بگوش اسلام بنایا جائے۔ اور قریب الارتداد اصحاب کو ارتداد سے محفوظ رکھا جائے۔

مبلغین کو بھی دفتر امارت شرعیہ سے سند تبلیغ ملتی ہے جس پر ناظم امارت شرعیہ کے دستخط اور دفتر امارت شرعیہ کی مہر ہوتی ہے اور خصوصی ہدایات ہوتی ہیں، سند تبلیغ کی عبارت تقریباً وہی ہوتی ہے جو سند تنظیم کی ہوتی ہے۔ ہدایات میں ان دفعات کے علاوہ بھی کچھ دفعات ہوتی ہیں۔ جو منتظمین کی ہدایات میں ہوتی ہیں مبلغین کی مزید دفعات میں سے چند خصوصی دفعات یہ بھی ہیں۔

ہدایات مبلغین کے چند خصوصی دفعات

(الف) مسئلہ امارت کی تفہیم اور اسلامی زندگی کے لئے اس کی ضرورت کی توضیح کرنی، اور مسلمانوں کو اپنے معاملات اسلامی دارالقضا سے فیصل کرانا، اور صوبہ بہار کے امیر شریعت کے تقرر سے آگاہ کرنا اور ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے ان کی اطاعت کے وجوب اور ان کے احکام سے انحراف کی معصیت کو وضاحت سے بیان کرنا چاہئے۔ لیکن بیان میں کسی طرح کی سختی نہیں ہونی چاہئے۔ نماز باجماعت کی تاکید ترک منکرات و منشیات، اور رسومات قبیحہ، و اسراف بیجا سے

احتراز پر خصوصیت کے ساتھ زور دینا چاہئے۔

(ب) مختلف فیہ مسائل بیان میں نہ آنے چاہئیں اور کسی شخص سے مناظرہ نہیں کرنا چاہئے، اور صاف کہدینا چاہئے کہ میں مامور ہوں مجھکو مناظرہ کی اجازت نہیں۔

(ج) زکوۃ وعشر نکالنے پر بھی زور دینا چاہئے بعض مقامات سے شکائتیں موصول ہوتی ہیں کہ مبلغین زکوۃ وعشر کی ہدایت نہیں کرتے ہیں، اس لئے آپ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ زکوٰۃ وعشر کے لئے بہت زور دینا چاہئے۔ اور تاکید کرنی چاہئے۔

(د) نذرانہ ہرگز ہرگز نہ لیا جائے۔

مبلغین اور شعبہ تبلیغ کے عملی خدمات کیا ہیں۔ اور اس شعبہ کے مقاصد کو ادارہ امارت شرعیہ صوبہ بہار نے کہاں تک پورا کیا اس کے متعلق میری گذارش یہ ہے کہ ادارہ کے "بست سالہ" رپورٹ کا انتظار کیا جائے "مشتے نمونہ از خروارے" کے اصول پر دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ سے رسالہ " اہم خدمات " منگوا کر مطالعہ کیا جائے۔ اس سے مجملاً اس کا اندازہ ہوگا۔ کہ امارت شرعیہ نے اس سلسلہ میں کس قدر گراں قدر خدمات انجام دیئے ہیں۔ ہم اپنے ناظرین کے لئے اس سلسلہ میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعبہ کے متعلق اور شعبہ تحفظ مسلمین کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔

ان ہی کے الفاظ میں اس جگہ لکھ دیتے ہیں۔

شعبہ تبلیغ و اشاعت کے خدمات

دورہ ابتدائے ۱۳۴۱ھ سے آخر ۱۳۴۶ھ تک امارت شرعیہ کے مبلغین اور منتظمین نے بہ غرض ہدایت و ارشاد وغیرہ جتنے گاؤں اور شہروں کا دورہ کیا۔ ان کی مجموعی تعداد آٹھ ہزار آٹھ سو اکاون (۸۸۵۱) ہے۔

تعداد تبلیغ ان مواضعات و شہروں میں انفرادی تبلیغ کے علاوہ جو تبلیغ و اشاعت بذریعہ جلسہ وعظ ہوئی ان کی مجموعی تعداد چھ ہزار انسٹھ (۶۰۵۹) ہے۔

بے نمازیوں کی توبہ مبلغین اور بعض دیگر کارکنوں کے وعظ و پند اور سعی و کوشش سے جن لوگوں نے شہر و دیہات میں ترک نماز سے توبہ کی، اور پابندی نماز کا عہد کیا۔ ان کی مجموعی تعداد چوبیس ہزار ایک سو پینتالیس (۲۴۱۴۵) ہے اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ، ان میں سے بہت سے لوگوں نے توبہ شکنی بھی کی ہے۔ اللہ تعالےٰ پھر ان کو تائب بنا دے اور اس پر قائم رکھے۔ اور جن لوگوں نے مبلغین و دیگر کارکنوں کی سعی سے

ازالہ رسم قبیحہ اس سال میں شادیات و تقریبات کی قبیح رسموں اور محرم کی تعزیہ داری۔ و

ہندو کے تہواروں اور میلوں میں شرکت وغیرہ سے توبہ کی ہے
ان کی تعداد چھ ہزار پانچ سو باون (۶۵۵۲) ہے۔

ازالۂ بُت و شعار بت پرستی یا شرک اس سات سال کے دوران میں الملات شرعیہ
کے مبلغین منظمین کی سعی و کوشش اور نقبار امارت کی مدد سے جتنے بُت
اور شعار بت پرستی کو مسلمانوں سے مٹایا گیا ہے، ان کی تعداد پانچ ہزار
تین سو پچیس (۵۳۲۵) ہے۔

بت سے مراد یہ ہے۔ کہ جو جاہل مسلمان اپنے گھروں میں ہندوؤں
کی طرح "پنڈا" رکھتے اور ان کو خاص خاص ہنود کی دیویوں کے نام سے
موسوم کرتے تھے، یا یہ کہ سونری گائے کی دُم کے بالوں کو ایک
خاص ہیئت و شکل کے ساتھ رکھتے اور اس پر چڑھاوا چڑھاتے تھے
یا دیو یا پری کی شکل کسی دھات پر کندہ کرا کے کمر یا گلے میں اعتقاد
سے ڈالتے ہیں، کہ یہ ان کے محافظ ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے بھی
خاص خاص اغراض و مقاصد کے لئے مختلف دیوتاؤں کے نام
چھوڑ رکھیں۔ جن کی تفصیل انشاء اللہ تعالےٰ روداد میں کسی وقت
عبرت و موعظت کے لئے شایع کی جائے گی۔ بتوں کے اقسام سے
بعض بعض چیزیں دفتر میں دکھلانے کے لئے اکثر مبلغین لاتے رہے ہیں
چنانچہ اسی وقت بھی چند چیزیں موجود ہیں۔ اور بہت سی ضایع ہو گئیں
اور شعار بت پرستی سے مُراد مسلمانوں کا ہندوؤں کی طرح ٹیک رکھنا وغیرہ ہے۔

دیگر معاصی سے توبہ ان اصلاحات کے علاوہ، جنازہ بغیر نماز کے دفن کرنا، دو حقیقی بہنوں کو عیش پرستی یا لاعلمی کی وجہ سے زوجیت میں رکھنا۔ اور اسی قسم کی ناگفتہ بہ معاصی سے بہت سے لوگوں کو توبہ کرائی گئی ہے۔ اور رپورٹوں میں اس کا تذکرہ بھی ہے۔ بلکہ بعض مرتبہ خاص اسی قسم کے مفاسد کے ازالہ کے لئے مبلغین نے سود خواری سے بھی توبہ کرائی ہے، مگر ان سب کے لئے ابواب مقرر کرکے اندراج کا اصول نہیں رکھا گیا تھا کیونکہ ہر ایک معاصی کی اصلاح کی علحدہ خانہ پری اور اس کا اندراج نہایت طول عمل ہے، اس لئے ہم اس قسم کے اعداد و شمار پیش کرنے سے معذور ہیں۔ لیکن بعض اہم واقعات کے نوٹ ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ روداد میں غالبًا شائع ہو سکیں گے اگر مصالح وقت نے اجازت دی۔

رفع نزاعات امارت شرعیہ کے مبلغین و منظمین نے اپنے دورہ میں مسلمانوں کے باہمی نزاعات اور جھگڑوں کو کس قدر رچکا یا ہے، اور آپس میں میل جول کرایا ہے۔ یا ہندو مسلمانوں کے فساد کو روکا ہے۔ اس کی کل تعداد موجودہ کاغذات سے ایک سو اکہتر (۱۷۱) تک پہنچتی ہے۔ مگر دفتر کی غفلت کی وجہ کر ہم کو اس کی اصل تعداد نہیں معلوم ہو سکی کیونکہ اس سلسلہ کے بہت سے کاغذات ضایع ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جدید قبول کنندگان اسلام اس سات سال کے عرصہ میں آخر ۶۸ھ تک امارت شرعیہ کے مبلغین و دیگر کارکنوں کی سعی و کوشش سے جتنے مرد و عورت مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں، ان کی تعداد سات سو ترسٹھ (۷۶۳) ہے اور بحمد اللہ یوماً فیوماً یہ تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ صوبہ کے ہر شہر وں میں جو ہمیشہ کچھ نہ کچھ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔ (انتہیٰ)

شعبۂ تحفظِ مسلمین کی خدمات

ارتداد سے حفاظت اس سلسلہ میں آگرہ، فرخ آباد وغیرہ کے حلقۂ ارتداد میں مبلغین بھیج کر وقتی مدد دینے کے علاوہ سب سے اہم کام جو صوبہ بہار میں امارت شرعیہ نے کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ضلع چمپارن کے تقریباً دس ہزار "گدیوں" کو مرتد ہونے سے بچایا جن پر اغیار کا بہت سخت نرغہ تھا، اور وہ صورتاً و عملاً اور کسی حد تک اعتقاداً بھی اسلام سے دور ہو چکے تھے، ان کی اصلاح بہت بڑی قربانیوں سے ہوئی ہے۔ اور سچ یہ ہے۔ کہ ابھی تک ہم پورے طور پر ان کی طرف سے مطمئن بھی نہیں ہوئے ہیں۔ آپ کا

ہم کو ان کی مردم شماری کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔ مگر ہم نے اس حلقہ
کے گدیوں کی مردم شماری بھی شروع کردی ہے۔ انشاء اللہ
تعالیٰ اس کے بعد صحیح تعداد معلوم ہوگی۔

اور اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے۔ کہ چمپارن کے
گدیوں کی برادری ضلع گورکھپور میں بھی ہے، جو ضلع چمپارن سے
ہم سرحد ہے۔ اور وہاں بھی گدیوں کی بہت بڑی تعداد ہے
اور ارتداد کی ابتدا پہلے وہیں سے شروع ہوئی۔ اور یہ سیلاب
وہیں سے بہتا ہوا ضلع چمپارن تک آیا تھا۔ اس لئے مجبوراً
ہم کو وہاں اس کے روک تھام کے لئے جانا پڑا، اور جو کچھ
خدمت ہوسکی انجام دی گئی۔ ہم جناب شاہ صاحب آہرولی
کے شکرگزار ہیں کہ وہ ہماری درخواست پر علاقہ تمکوہی ضلع گورکھپور
میں اس فتنہ کے انسداد کے لئے آمادہ ہوگئے اور جناب شاہ صاحب نے
اس معاملہ میں ہماری بڑی مدد فرمائی۔ اور مولوی سبحان اللہ خاں صاحب
رئیس گورکھپور بھی مستعد ہوگئے۔ آخر میں تبلیغ الاسلام انبالہ کے مبلغین
علاقہ تمکوہی پہنچ گئے۔ اور کام کرنے لگے۔ ہم ان حضرات کے شکر
گزار ہیں۔ کہ وہاں کے کاموں سے امارت شرعیہ صوبہ بہار کو سبکدوش کر
دیا۔ اور ہم کو ضلع گورکھپور میں کام کرنے کی حاجت نہیں رہی
لیکن اب پھر اطلاع آرہی ہے۔ کہ وہاں فتنہ ہنوز بند نہیں ہوا ہے
اس لئے بہت ممکن ہے کہ امارت شرعیہ کو پھر وہاں کچھ دنوں کام کرنا پڑے

مرتدین کی توبہ

اس صوبہ میں علاوہ چند قوموں کے کچھ افراد مرتد ہو چکے تھے۔ جن میں ضلع ہزاری باغ میں پانچسو مرتد ہوئے تھے۔ اور الحمد للہ کہ وہ سب مبلغین امارت شرعیہ کی سعی سے تائب ہوئے۔ اور کچھ متفرق طور پر مظفر پور اور ضلع چھپرہ میں بھانٹ اور آوارہ روزگار مسلمین مرتد ہوئے، جن کی تعداد دو سو سے زائد ہوگی، ان میں سے بھی سوائے بھانٹوں کے سب تائب ہو گئے، بلکہ بھانٹوں میں سے بھی کچھ لوگ تائب ہوئے ہیں (ملخصاً)

نگرانی و امداد مقدمات مذہبی

قبرستان، مساجد کی بابت، جہاں جہاں ہنود نے فساد کیا اور اس کی بابت فوجداری اور دیوانی مقدمات کی نوبت آئی۔ یا بقرعید کے موقع پر قربانی گاؤ پر فساد یا قتل اور غارتگری کیا۔ یا دیگر مواقع کہیں مسلمانوں کو لوٹا، مارا۔ یا نومسلمین کو زبردستی مرتد کرنا چاہا، ان تمام مواقع پر امارت شرعیہ نے کسی نہ کسی طرح پر مدد کی، اور اکثر مواقع تو ایسے آئے کہ حالات کے لحاظ سے پورا بوجھ اسی کو اٹھانا پڑا۔ اس قسم کے تمام مقدمات کی تعداد پچاس ہے۔

اعانت وقت مصیبت

تحفظ مسلمین کے سلسلہ میں مذکور الصدر مستقل کاموں کے علاوہ گاہے گاہے دیگر مصائب میں بھی امارت شرعیہ کو مسلمانوں کی خبرگیری کرنی پڑی سنہ ۴۳ھ میں جو سیلاب ضلع آرہ، ضلع پٹنہ، ضلع مونگیر، ضلع گیا

میں آیا تھا، اس وقت امارت شرعیہ نے نہایت مستعدی کے ساتھ
ان مصیبت زدوں کی وقت پر مدد کی، اور چند کارکن اُس وقت
صرف ان کی اعانت ہی کے لئے وقف کر دیے گئے۔ اور بیت المال
کے علاوہ کلکتہ کے مسلمانوں کے ذریعہ مالی امداد پہنچانے کی پوری کوشش
کی گئی، اس طرح پر تقریباً تیس ہزار (۳۰۰۰۰) سے زائد کی رقم نقد، کپڑا
غلہ کی صورت میں تقسیم کرائی گئی۔ بعض موقعوں پر گدیوں کے حلقہ میں
وبائی امراض کے وقت دوائیں بھی تقسیم کی گئیں۔

شعبۂ بیت المال

یہ شعبہ اسلامی اصول اور اسلامی احکام کی رو سے نظام اجتماعی کیلئے
جتنا اہم ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ اس لئے شعبۂ بیت المال
کی بنیاد ابتدا، جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ میں رکھی گئی اور اس کے لئے
باضابطہ رجسٹر مرتب کیا گیا۔ اور شرعی اصول پر اس کے مدات مقرر
کئے گئے۔ اور صدقات واجبہ اور صدقات نافلہ کے اندراج اور
خرچ میں آئین اسلامی کے اصول پر بیت المال شرعی کے نظام کا
پورا پورا لحاظ رکھا گیا، یہ شعبہ اپنے مالیات کے حساب و کتاب میں
اتنا مکمل ہے کہ ہمیشہ ملاحظہ کرنے والوں سے خراج تحسین حاصل کرتا
رہا ہے۔ اور صوبہ اور بیرون صوبہ۔ اور سرکاری اور غیر سرکاری
فرم کے آوڈٹ کرنے والوں نے حساب جانچ کرنے کے بعد اپنے

ملاحظہ میں انتہائی اعتماد کا اظہار کیا ہے۔

اس کے آمد و خرچ کے رجسٹر اور اس کے ووچر بک، اس کی رسیدیں اس کے قبض الوصول، اور دوسرے کاغذات جن کو مالیات سے تعلق ہے ان کا بیان۔ ان کے نقشے۔ اس موقع میں ناظرین کی بصیرت کے لئے ہم پیش کرتے اگر اس رسالہ کے تحمل سے باہر نہ ہوتا۔ اس لئے اس کے متعلق میری سفارش یہ ہے کہ اہل نظر بیت المال میں تشریف لاکر اس کا ملاحظہ فرمائیں، کیونکہ اس کی خوبیوں کا صحیح احساس ملاحظہ ہی پر موقوف ہے۔

مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی "تحدیث نعمت" کے مضمون سے جو کم و بیش ہفت سالہ خدمات کی مختصر روداد ہے، اس سے اس جگہ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امارت شرعیہ صوبہ بہار کے بیت المال سے بیوہ گان، یتامیٰ، مساکین، نومسلمین تعمیر و مرمت مسجد، مکاتب مدارس۔ کی کیا خدمات ہوئی۔ اور کتنی رقم سے ان کی امداد کی گئی؟ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

خدماتِ بیتُ المال

وظائف بیوگان، و یتامیٰ و مساکین، و نومسلمین و امداد مسافرین کے مد میں گیارہ ہزار ایک سو تیئس روپے ساڑھے چودہ آنے صرف ہوئے۔ اور وظائف مکاتب و مدارس کی مد میں سات ہزار

پانچسو ستانوے روپے سوا دس آنے صرف ہوئے۔ اور مرمت اور
تعمیر مساجد پر تین سو باون روپئے صرف ہوئے۔ ان چند اخراجات
کی مجموعی میزان چھیالیس ہزار تین سو چودہ روپے سوا آٹھ آنے ہوئی
اس کے علاوہ دفتر امارت شرعیہ، دفتر بیت المال۔ دفتر
دارالقضاء، دارالافتاء، تبلیغ، تنظیم۔ انسداد ارتداد، اصلاح
مسلمین اشاعت اسلام۔ نگرانی مقدمات مذہبی مصیبت زدگان
سیلاب وغیرہ جو اہم امور ہیں۔ ان میں کیا کچھ صرف ہوا۔ اور کس طرح
یہ سب کام انجام دئے گئے۔ ان سب کی تفصیل امارت شرعیہ کے
بست سالہ رپورٹ" میں ملے گی۔ جو زیر تالیف ہے۔

دعوتِ اسلام اور مسلمانانِ ہند کا موقف

ہمارے لئے اب اس کا موقع آگیا ہے۔ کہ امارت شرعیہ کے مقاصد
اور اس کے لائحہ عمل کے پیش نظر ہو جانے کے بعد ہم ان ارباب نظر سے
جنہوں نے اسلام کے نظریہ، اور اس کے نظام کا غور و فکر سے مطالعہ کیا ہے
اور اسلام کی دعوت اور اس کے مقتضا کو سمجھا ہے، یہ دعوت نظر دیں
کہ امارت شرعیہ کی دعوت، بلاکم و کاست وہی دعوت ہے یا نہیں؟
جس کی طرف اسلام اپنے پیروؤں کو دعوت دیتا ہے، اس کے مقاصد
عین وہی مقاصد ہیں یا نہیں؟ جو وحی الٰہی نے دین اسلام کے مقاصد
قرار دیئے ہیں۔ اس کا نظام اور اس کا لائحہ عمل اپنے اندر وہی کردار

وہی انداز رکھتا ہے یا نہیں؟ جو قرون اولیٰ کے نظام میں جاری و ساری تھا
امکان اور استطاعت کی حدود میں گفتار سے آگے بڑھکر کردار کی حدیں
عملی حیثیت سے اس کا قدم اسی طرح آگے بڑھ رہا ہے۔ یا نہیں؟ جو
ضعفاء، معذورین، ناچاروں کے لئے ابتدار نبوت میں وحی الٰہی کے
پیامبر کی زبان شریعت نے ہدایت فرمائی تھی۔ میرے ان جملوں کا
خطاب ان سے ہے جن کی نگاہ قرآن پر، حدیث پر، تاریخ
اسلام پر ہے۔ ان ارباب نظر کے لئے جو غور و فکر کی دولت سے تو
مالا مال ہیں۔ لیکن براہ راست کتاب و سنت اور اس کے پیامبر
کی تاریخ سے واقفیت نہیں رکھتے ہیں۔ ان کے لئے ہم اس موقع میں
تو اس کے لئے جگہ نہیں نکال سکتے کہ قرآن کی آیات اور حضور صلعم کے
ارشاد۔ اور آپ کی عملی زندگی کے واقعات کو جمع کردیں اس لئے کہ
کتاب اندازہ سے زیادہ طویل ہوگئی ہے۔ لیکن پہلی فرصت میں حالات نے
مساعدت کی تو یہ تحفہ ہم پیش کریں گے۔ یہاں ہم ان سے صرف یہ عرض
کردینا چاہتے ہیں کہ امارت شرعیہ اپنے مقاصد اور لائحہ عمل کے متعلق
زبان حال سے اگر یہ کہے۔ تو بلا فرق کسی ایک نقطہ کے صحیح ہوگا۔ کہ

انچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

اس کے بعد اب ہم اس قابل بھی ہیں۔ کہ ارباب نظر سے پوچھیں؟ کہ
امارت شرعیہ نے مقاصد کے حصول کے لئے جو مخصوص طریقہ کار

اور لائحہ عمل اختیار کیا ہے۔ وہ صحیح چارہ کار کی حیثیت رکھتا ہے؟ یا نہیں؟ اور ہندوستان کی موجودہ حالت میں عملاً مفاد اسلامی کے نقطۂ نظر سے یہی طریقہ صواب بلکہ صواب تر ہے؟ یا نہیں؟

امارت کے مقاصد۔ اور اس کے لائحہ عمل۔ اور اسی کے ساتھ اس کے وہ عملی نتائج جو چند سالوں کی روئداد (رپورٹ) میں مذکور ہیں۔ اس اندازہ اور فیصلہ کے لئے کافی ہے۔ کہ انقلاب حال کیلئے یہ تنظیم، اور تبلیغ۔ نہایت موثر ہے۔ بشرطیکہ عمل پیہم کیلئے حالات مساعد ہوں، اور موانعات سد راہ نہ ہوں۔

پس آج کے مسلمانان ہند کا شرعی حیثیت سے ہندوستان میں جو "دینی موقف" ہو سکتا ہے۔ اور جس پر وہ اسلامی مقاصد کی بنیاد رکھ سکتے ہیں، اور اسلام کی پوری عمارت کھڑی کر سکتے ہیں وہ صرف قیام امارت شرعیہ ہے۔ اور ہم پوری بصیرت کے ساتھ اس اعلان کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے لئے تمام ہندوستان میں عموماً۔ اور صوبہ بہار اور دیگر اقلیت کے صوبہ میں خصوصاً اسلامی احکام اور اسلامی قوانین کو بقدر امکان بروئے کار لانے۔ اور انجام دینے کے لئے امارت شرعیہ کا قیام اہم اور ضروری ہے۔ اور مسلمانوں کو غیر شرعی نوزدیت کے مواخذہ سے بچانا اور غیر شرعی زندگی سے نکالنے کے لئے "نصب امیر" دینی

فریضہ اور اہم واجبات سے ہے۔

اور اس سلسلہ میں ہم یہ بھی گوش گذار کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ ضرورت جس طرح آج ہے۔ جب کہ انگریزی حکومت موجود ہے کل کے آنے والے دنوں میں بھی اس کی ضرورت ایسی حالت میں بھی ہوگی۔ جب کہ بالفرض ہندوستان میں ہندوستانیوں کی مشترکہ حکومت ہوگی۔ بلکہ تقسیم ہند کے اصول پر اکثریت والے صوبہ میں اس وقت بھی اس کی ضرورت ہوگی، جب کہ پاکستان جیسی حکومت ہوگی۔ جس میں دوسری قوموں کو حکومت میں غیر معمولی اور اہم حصہ دیا جائے گا۔ اور ان کا بڑا اثر رہے گا۔ جو بہرحال اسلامی حکومت نہیں ہوگی۔

ے پاکستان کانفرنس منعقدہ ۲۵ مارچ لاہور میں مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنی صدارتی تقریر میں سکھوں کو اطمینان دلاتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے "عصر جدید" کلکتہ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۴۱ء کے الفاظ یہ ہیں:۔

سکھوں کے اندیشہ کا ذکر کرتے ہوئے جناح صاحب نے کہا۔ ہندوستان کی تقسیم کی اسکیم میں بلاشبہ سکھوں کی پوزیشن غیر معمولی اہمیت حاصل کرلے گی اور وہ صرف پنجاب ہی میں نہیں، بلکہ شمالی مغربی منطقہ کے اندر بہت ہی بڑا اثر حاصل کرلیں گے، ایک متحدہ ہند کے دستور اساسی میں سکھ ایک سمندر میں قطرہ کی حیثیت سے ہونگے۔ لیکن پاکستان کی تجویز اور مطالبہ کے مطابق وہ سب کچھ حاصل کرلیں گے۔

خلاصہ یہ کہ موجودہ ارتقا اور موجودہ ذہنیت کو دیکھتے ہوئے۔
جس میں ہندو، اور مسلمان قوم مبتلا ہے۔ یہ ناگزیر امر ہے کہ مسلمان
تمام صوبوں میں چاہے وہ اقلیت کا صوبہ ہو، یا اکثریت کا شرعًا
اور مذہبًا مجبور رہوں گے۔ کہ وہ اپنے دینی اور شرعی احکام کے انجام
دینے کے لئے اپنا خاص نظام ہمیشہ قائم رکھیں۔ یہاں تک کہ حالات
سازگار ہوں اور ہندوستان کی دنیا اس سمجھنے پر مجبور ہو جائے۔
کہ حقیقی فلاح اور بہبودی، واقعی طمانیت اور امنیت صحیح مدنیت
اور عدل وانصاف، ان ہی اصولوں میں ہے۔ جس کی تعبیر "خلافت
راشدہ" ہے اور وہ بروئے کار آجائے جو امارت شرعیہ کا مطلوب و مقصود ہے

دفاعی خدمات

اس کے پہلے صفحہ میں ہم یہ لکھ آئے ہیں کہ :۔
کچھ دنوں کے بعد حالات کے اقتضا نے مجبور کیا۔ کہ تعمیری
کاموں کے ساتھ کچھ "دفاعی کام" بھی مفاد اسلامی کے
نقطۂ نظر سے کیا جائے۔ جو موجودہ دور میں ناگزیر ہیں۔ تو ان کے
متعلق بھی دفتر امارت شرعیہ کو "مخصوص طریقہ کار" شرعی نقطۂ
نظر کو سامنے رکھکر اختیار کرنا پڑا۔ جس کو ہم آخر کتاب میں
"دفاعی خدمات" کے عنوان کے ماتحت بیان کرینگے

یوں تو حقیقۃً اسلامی معاشرت، اسلامی تمدن، اسلامی کلچر (شعار) اسلامی قوانین کے لئے اسی دن اماں اٹھ گیا تھا۔ جس دن انگریزی نظام حکومت اور اس کی پالیسی کی ہندوستان میں بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ فکرمند حساس قلوب نے اس کا احساس کیا اور ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا اور امارت شرعیہ کے قیام کا اعلان کیا۔ جیسا کہ ہم "تاریخ امارت کا پہلا دن" کے عنوان کے ماتحت لکھ آئے ہیں۔

لیکن محسوسات کی خوگر نگاہوں کو بھی اس حقیقت کے سمجھنے کے لئے کچھ زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں یہ حقیقت افعال کے پیکر میں ان کی آنکھوں کے سامنے آنے لگی۔ اور انھوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے باہمی معاملات مثلاً نکاح، طلاق، وراثت وغیرہ کے مقدمات کے فیصلہ کے لئے شاہ عالم کے معاہدہ کی رو سے جس محکمہ دار القضاء کا قائم رکھنا لازم تھا۔ اس اسلامی محکمہ کو توڑا گیا ۱۸۵۰ء میں مسلمانوں کے احکام وراثت میں یہ تبدیلی کی گئی۔ کہ تبدیل مذہب کا کوئی اثر وراثت پر نہیں پڑے گا۔ یعنی مسلمان عورت کا ترکہ اسلامی قانون کے خلاف اس کے مرتد اور کافر رشتہ دار کو ملے گا۔ اور یہ ایک ہی نہیں بلکہ انگریزی عدالتوں کے ہائیکورٹوں کے غیرمسلم ججوں کے ذریعہ "اسلامی قانون کو" "انیگلو انڈین لا" بنا کر اسلامی قوانین کی تحریف و تنسیخ کی گئی۔ لیکن یہ مصیبت اس وقت ناقابل تحمل ہو گئی۔

جب ہندوستان میں اصلاحات کے نام سے مجالس مقننہ کی بنیاد

پڑنے لگی۔ اور خدا کے بندوں پر خداوندان مجالس مقننہ نے قانون نافذ کرنا شروع کیا۔ حتی کہ دستور ۱۹۱۹ء کے بعد جب جدید انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کا دستور ہندوستان پر نافذ کیا گیا تو اسلامی روح چیخ اٹھی۔ کہ مسلمانوں کو اب اس کے بعد عملاً مرتدانہ زندگی گزارنا پڑے گا اور ان کے لئے اس باب میں ان کے ہاتھ میں کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ اسی لئے کہ

دستور جدید ۳۵ء کی رو سے مجالس مقننہ میں انسانی زندگی کے ہر شعبے کے متعلق قانون بنائے جا سکیں گے۔ اور خداوندان مجالس مقننہ کو اس کا پورا اختیار ہوگا کہ وہ ہمارے نکاح کے متعلق طلاق کے متعلق۔ حج کے متعلق۔ مقامات مقدسہ کے متعلق۔ قبرستان کے متعلق۔ عبادت گاہ کے متعلق۔ اوقاف کے متعلق۔ وراثت کے متعلق۔ اسی طرح کی اور دوسری چیزوں کے متعلق جس طرح کا قانون چاہیں بنائیں اور ہم پر نافذ کریں اور ہم کو حکومت کی طاقت سے عملاً مرتدانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کریں اور ہم اس کی خلاف ورزی کریں تو قید و بند اور جرمانہ کی سزا بھگتیں۔

مجالس مقننہ کے متعلق مولانا محمد سجاد صاحب کا نظریہ

ان حالات میں مجالس مقننہ کے متعلق شرعی نقطۂ نگاہ سے حضرت

مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ نے اپنی خداداد بصیرت سے یہ فیصلہ کیا کہ
دفاعی نقطۂ نظر سے غیر الٰہی نظام رکھنے والی مجالس مقننہ میں خصوصی پابندیوں
کے ساتھ ممبروں کو بھی بھیجا جائے جو وہاں پہنچ کر دفاعی خدمات انجام دیں
اور ان تمام بلوں اور تجویزوں کی مخالفت کریں جن سے مسلمانوں کے
مذہبی احکام و قوانین کی ترمیم۔ تنسیخ - تبدیل و تغیر ہوتی ہو۔ یا غیر شرعی
پابندی لازم آتی ہو۔ یا جس سے مذہبی احکام کی ادا کاری میں مشکلات
پیدا ہوتی ہوں اور یہ سب اس حقیقت کے یقین کے ساتھ کریں کہ
یہ غیر الٰہی باطل نظام کی مجالس ہے۔ صحیح نظام دنیا کے لئے وہی ہے
اور وہی ہو سکتا ہے جو دنیا کے خالق کا ہے اور جو دنیا والوں کو
اس کی طرف سے بلا ریب ملا ہے اور بلا ریب محفوظ ہے۔ یہاں
آنے کا اصل مقصد دفع مضرت ہے۔ جلب منفعت نہیں ہے۔ نیز
اسلامی روح سے اس کے احکام سے اس کے قوانین سے۔ ان
درندوں کو جو اس کو برباد کرنے اور مسخ کرنے کے لئے حملہ آور ہیں
اسی طرح بقدر امکان مدافعت کرتے ہیں اور مدافعت کرنا
جائز سمجھتے ہیں جو ہمارے مادی جسم پر حملہ آور ہوتا ہے۔"

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نظریہ ایسا تھا کہ ارباب فتاویٰ
کے حضور میں بھی تسلیم کیا گیا۔ اور ارباب تقویٰ کے حضور میں بھی
قابل قبول سمجھا گیا۔ اور شبہات و اعتراض کا مورد نہیں قرار
دیا گیا۔ اور آج بھی کسی اسلامی جماعت کو اس نظریہ سے انکار نہیں ہے۔

مجالسِ مقننہ کے متعلق سب سے پہلا اعلان

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کے متعلق ہم جو کچھ عرض کر آئے ہیں۔ اس کا صحیح اندازہ اس "اعلان" سے ہوگا جو مجالس مقننہ کے سلسلہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح خیال کے نقطۂ نظر سے سب سے پہلے مسلمانوں کے ہاتھ میں دیا تھا۔ جو بڑے سائز پر تین ورق میں تھا۔ ہم بہ نظر اختصار اس پر مجبور رہیں کہ اس جگہ صرف اس کے چند اقتباس پیش کر دیں۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعلان کی ابتدا "نظام حکومت" کے عنوان کے ماتحت اس مضمون سے کیا ہے۔

یورپ کے جمہوری نظام حکومت کی تقلید میں ہندوستان میں بھی قانون ساز مجالس (یعنی صوبجاتی کونسلیں۔ اسمبلی۔ اور کونسل آف اسٹیٹ) قائم ہوئی ہیں۔

جن میں بحالت موجودہ ہر قوم کے کچھ نمائندے اسی قوم کی رایوں (ووٹوں) سے منتخب ہو کر ممبر ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس قسم کا گراں بار اور پُر پیچ نظام حکومت ہندوستان جیسے ملک کے لئے نہ صرف یہ کہ غیر موزوں بلکہ تباہ کن بھی ہے اسی کے ساتھ موجودہ دستور آئین کی رو سے ان قانون ساز مجالس کے اختیارات بھی نہایت محدود اور ناقص ہیں

اسلئے تمام ہندوستانیوں کی یہ فطری خواہش ہونی چاہئے کہ ایک ایسا بہتر نظام حکومت قائم ہو جو ہندوستان کے حسب حال ہو۔ اور جس کا مقصد فرمانروائی نہ ہو۔ بلکہ محض خدمت خلق۔

اگر ہندوستان کا کوئی بدنصیب فرد اس جذبۂ حق و صداقت سے محروم ہو تو ہو۔ مگر کسی مسلمان کا دل اس حقیقت کے اعتراف سے کیونکر خالی ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کا وجود ہی دنیا میں صرف معرفت حق اور خدمت خلق کے لئے ہے۔ بلکہ اسلامی اصول سے اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی حکومت کے قائم ہونے کی سعی کرے جو اس مقصد رفیع کو پوری کرتی ہو۔ تا آنکہ تمام لوگ چین و آرام کی زندگی بسر کر سکیں۔ اور ظلم و عدوان کا انسداد ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات	ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ
وانزلنا معھم الکتاب والمیزان	بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب و میزان
لیقوم الناس بالقسط الخ	اتارا، تاکہ تمام لوگ عدل و انصاف کے
(سورہ حدید)	ساتھ قائم رہیں۔

گویا بعثت انبیاء کرام کا اہم مقصد یہ ہے کہ ظلم و عدوان ناپید ہو کوئی شخص نہ اپنے نفس پر ظلم کرے۔ نہ کسی دوسرے پر یعنی ظلم کے تمام انواع و اقسام کا ازالہ ہو، نہ روح و جسم پر ظلم ہو۔ نہ مال و دولت پر نہ کسی کی آبرو عزت پر۔

پھر دوسرے صفحہ پر لکھا گیا ہے۔

ان حالات میں اسلامی اصولوں اور قرآن مجید اور احادیث کی تعلیم کی رو سے مسلمانوں پر فرض ہے۔ کہ اگر تمام ملک اور حکمرانوں کے دل خدا کے خوف سے خالی ہوں۔ اور عدل و انصاف کے وہ تمام قوانین پس پشت ڈال دیئے گئے ہوں۔ جنہیں حقیقتہً ملک میں رائج ہونے چاہیئے۔ تو کیا مسلمان بھی اِن اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ۔ (دین کو قائم کرو اور اس میں متفرق نہ ہو) کے دوامی حکم اور مستحکم اصول کی پابندی سے کسی حال میں سبکدوش ہو سکتے ہیں؟ اسی بنا پر ان کا فریضہ ہے، کہ وہ اپنا ایک نظام ملت قائم کر کے باہمی عدل و انصاف کے کم از کم ان اصولوں اور شرعی قوانین کو اپنے اوپر نافذ کریں۔ جو موجودہ حالات میں کر سکتے ہوں جیسا کہ شریعت اسلامیہ نے اس کی تعلیم دی ہے۔ اور برابر اس کو قائم رکھیں، تا آنکہ پورے ملک میں ایک ایسی بہتر حکومت قائم ہو جائے۔ جس کے ذریعہ اس نظام ملت کے فرائض بھی ادا ہونے لگے۔

اس کے بعد صفحہ چار پر وہ عہد نامہ ہے جس کا اقرار اور جس پر دستخط مولانا رحمۃ اللہ علیہ مجالس منفعنہ کے امیدواروں سے لیئے تھے

اس عہد نامہ کے چند دفعات یہ ہیں:۔

میں اقرار واثق کرتا ہوں:۔

(الف) تمام ان بلوں اور تجویزوں کی مخالفت کروں گا جس سے مسلمانوں کے مذہبی احکام و قوانین کی ترمیم، تنسیخ یا تغیر و تبدل دیا غیر مشروع پابندی لازم آتی ہو۔ یا جس سے مذہبی احکام کی ادا کاری میں مشکلات پیدا ہوتی ہوں۔ اور اس قسم کی تمام تجویزوں کے متعلق امارت شرعیہ صوبہ بہار اور جمعیۃ علماء دہلی کی رہنمائی کے مطابق عمل کرونگا اور نیز یہ امر کہ مسودہ قانون مذہب کے متعلق ہے یا نہیں؟ امارت شرعیہ اور جمعیۃ علماء ہند دہلی کے فیصلہ پر کاربند ہوں گا۔

(ب) اور میں ہر ایسے بل اور تجویز کی تائید کروں گا۔ جو ہندوستان کی حیات سیاسی اور اقتصادی آزادی کے لئے پیش کی جائے۔ بشرطیکہ اس قسم کی تجویزیں، کسی ایسے امر کے متعلق نہ ہوں جس سے ملت اسلامیہ کے مفاد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

(ج) اور میں انتخاب میں ووٹ حاصل کرنے کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کروں گا۔ جو شرعاً اور اخلاقاً درست نہیں ہو

بہرحال اس نظریہ کو سامنے رکھ کر دفاعی خدمت کے لئے مجالس مقننہ کی کارروائیوں پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کڑی نظر رکھتے تھے اور

پورے تیقظ کے ساتھ وہ نگرانی رکھتے تھے، کہ کوئی تجویز ملت اسلامی کے خلاف مجالس مقننہ میں منظور نہ ہونے پائے۔ جس کی بنا پر مسلمان عملاً مرتدانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں کیا کیا خدمتیں انجام دیں۔ ان کی روئداد پیش کرنی نہیں ہے۔ اور نہ اس کا موقع ہے۔ برسبیل تذکرہ چند خدمات کا تذکرہ کر کے ہم اس باب کو اسی پر ختم کرتے ہیں وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین علیہ نتوکل وبہ نستعین وصلی اللہ تعالیٰ علی سید الرسل خاتم الانبیاء محمد ن المصطفےٰ وعلی الہ المجتبےٰ واصحابہ المقتدیٰ وعلی جمیع اعوانہ وانصارہ واتباعہم اجمعین۔ آمین۔

مجالس مقننہ میں چند دفاعی خدمات

(الف) اسمبلی میں حکومت کے اغراض ومفاد کے لئے "زرعی جائداد" پر جب ٹیکس لگایا جانے لگا۔ تو اس میں جائداد وقف بھی شامل تھی حالانکہ اسلامی قانون کی رو سے اغراض حکومت کے لئے "جائداد وقف" پر کوئی جدید ٹیکس لگایا جانا درست نہیں تھا۔ امارت شرعیہ نے اس کی مخالفت کی، اور سول نافرمانی کی دھمکی دی۔ جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ اس صوبہ میں تمام زرعی اوقاف کو بحیثیت زرعی اوقاف کے زرعی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

بخلاف دوسرے صوبوں کے جہاں امارت شرعیہ قائم نہیں ہے وہاں

اس قسم کا قانون بغیر اس کے کہ اوقاف کو مستثنیٰ قرار دیا جائے پاس ہو گیا اور وہاں کے مسلمانوں پر ایک غیر شرعی قانون نافذ ہو گیا۔ مگر صوبہ بہار کے مسلمان امارت شرعیہ کی وجہ سے محفوظ رہے۔

(ب) اسمبلی میں ایک مسودہ قانون "ڈاوری بل" کے نام سے پیش ہوا جس کی رو سے شادیوں میں جہیز اور مہر تک جرم قرار پایا تھا۔ امارت شرعیہ ہی کی کوششوں نے اس غیر شرعی قانون سے مسلمانوں کو بچا لیا اور اس ترمیم کے ذریعہ کہ اس قانون کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں ہو گا۔ اس غیر شرعی قانون سے مسلمانان صوبہ بہار کو مستثنیٰ کرا لیا گیا۔

مگر یہ مسودہ قانون بمبئی کے اسمبلی میں پیش ہوا۔ جہاں امارت شرعیہ قائم نہیں ہے۔ وہاں یہ بل بغیر اس کے کہ مسلمانوں کو مستثنیٰ قرار دیا جائے پاس ہو گیا۔ اور ایک غیر شرعی قانون مسلمانوں پر نافذ ہو گیا۔

(ج) اسمبلی میں حکومت کی طرف سے "کانسٹیٹیوٹ اسمبلی" کی تجویز پیش ہوئی، جو مسلمانوں کے جماعتی مفاد کے نقطۂ نظر سے اپنی مرتبہ شکل میں صحیح نہیں تھا۔ امارت شرعیہ ہی نے اپنی مساعی سے اس میں "بہار مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی" کے ذریعہ ترمیم پیش کرائی۔ اور حکومت کو منظور کرنی پڑی۔ بخلاف اس کے دوسرے تمام صوبہ میں یہ تجویز بغیر ترمیم کے منظور ہو کر پاس ہوئی۔

(د) صوبہ بہار کے اسلامی اوقاف کی بربادی کے پیش نظر قانون کے ذریعہ اوقاف کی حفاظت اور نگرانی کی شدید ضرورت تھی۔ مگر

۳۶ء تک کوئی قانون وقف اسمبلی سے پاس نہ ہو سکا۔ آخرکار اسمبلی میں امارت شرعیہ نے اپنی ہدایت اور رہنمائی میں اسلامی اوقاف کی حفاظت کے لیے ایک مسودہ قانون وقف، اسلامی اصول کی کامل رعایت کے ساتھ مرتب کر کے بہار مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی کے ذریعہ پیش کرایا۔ اس بل کے نوٹس کے بعد حکومت بہار نے ایک وقف بل پیش کیا۔ جس کو امارت شرعیہ کے ذمہ دار افراد نے پورے انہماک اور کوشش سے بڑی حد تک اسلامی اصول کے مطابق بنوایا۔ اور بہار کی حکومت نے اس کو منظور کیا۔

(۱۱) صوبہ بہار کی عدالتی زبان "ہندی" تھی۔ جس کی وجہ سے اردو داں طبقہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً بہت زیادہ دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ امارت شرعیہ کی مساعی سے صوبہ بہار کی عدالتی زبان میں اردو کو بھی جگہ مل گئی۔ اور مسلمانوں کے لیے یہ دقت اٹھ گئی۔

(۱۲) صوبہ بہار میں حکومت کی پالیسی جب یہ قرار پائی کہ ابتدائی تعلیم کو عام اور جبری کیا جائے، اور اس کو تعمیر قومیت کا ذریعہ بنایا جائے اور مجالس منتظمہ سے اس کو نافذ کیا جائے۔ تو امارت شرعیہ نے فوراً اس طرف توجہ کی۔ کہ ابتدائی تعلیم میں مسلمان بچوں کی مذہبی تعلیم بھی لازماً داخل کی جائے۔ اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے ۳۱ اکتوبر ۳۷ء مطابق ۲۵ شعبان ۵۶ھ کو ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب صدر واردھا تعلیمی کمیٹی کو حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے

ایک خط لکھا۔ کہ

ابتدائی اور جبری تعلیم کا جو خاکہ آپ کو تیار کرنا ہے اس میں ابتدائی درجہ سے مذہبی تعلیم کے لئے بھی کافی گھنٹے رکھنے چاہئیں امید ہے کہ اس پر آپ کی نظر ہوگی، لیکن بطور یاد دہانی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرا دی جائے کمیٹی کو یہ بھی بتا دینا چاہئے کہ اگر ایسا نہ ہوگا تو مسلمانوں میں بے چینی ہو جائے گی۔

پھر رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ میں وزیر تعلیم صاحب سے اس مسئلہ پر زبانی گفتگو کی گئی، اور ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ کو وزیر تعلیم صاحب کے نام مولانا مرحوم نے خط لکھا، پھر ۱۸ محرم ۱۳۵۶ھ کو ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب سے بانکی پور میں ان کی قیام گاہ پر حضرت مولانا محمد سجاد صاحب نے ملاقات کی، اور اس مسئلہ پر ڈاکٹر صاحب موصوف اور ڈاکٹر عابد حسین صاحب۔ ڈاکٹر عبد الحق صاحب اور مولانا سید سلیمان صاحب ندوی سے باتیں کیں۔ اور اس سلسلہ میں مسلسل حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے پوری جد و جہد سے کام لیا۔ تا آنکہ ۱۹ فروری ۱۹۳۹ء کے دیہات سدھار کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے آنریبل ڈاکٹر سید محمود صاحب وزیر تعلیم نے یہ اعلان کیا۔ کہ

حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت کے کہنے پر میں نے تعلیم گاہوں میں مذہبی تعلیم اصولاً منظور کر لیا ہے۔

(۱۴) اسی سلسلہ کی ایک چیز کانگریسی حکومت میں دیہات سدھار اسکیم تھی۔ اس اسکیم پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت سخت اعتراضات کئے کہ اس کے ذریعہ گاندھی ازم کی اشاعت ہوگی، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی گرفت سے مجبور ہوکر آنریبل وزیر تعلیم صاحب ممدوح نے اسی جلسہ میں اس کے متعلق بھی اعلان کیا۔ کہ

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے دیہات سدھار کی اسکیم پر اعتراض فرمایا تھا، کہ اس کے ذریعہ گاندھی ازم کی اشاعت ہوگی۔ تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دیہات سدھار کی اسکیم میں "گاندھی ازم" کا ذکر غلطی سے آگیا ہے۔ حضرت مولانا کے توجہ دلانے پر اس کو اسکیم سے نکال دیا گیا۔

حضرت مولانا محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے سب سے زیادہ بے چین رکھنے والی چیز جس سے ان کا دماغ کسی وقت مطمئن نہیں رہتا تھا وہ اسمبلیوں اور کونسلوں کے ہاتھوں اسلامی احکام کی تحریف کا مسئلہ تھا، وہ چاہتے تھے، کہ جس طرح بھی ہو یہ دروازہ بند ہوجائے۔ چنانچہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف مسٹر جناح کو بھی اپنے اس خط میں توجہ دلایا تھا۔ جو ۱۳۵۷ھ میں لکھا تھا۔ مولانا کے الفاظ یہ ہیں:

ایسی صورت میں کہ جب مسلم لیگ انگریزی نظام حکومت میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے آمادہ نہیں اور اس کے سامنے صرف آئینی طریقہ سے اسلامی حقوق و مفاد کا تحفظ پیش نظر ہے اسے یہ چاہئے تھا

کہ اس وقت کوئی ایسی اسکیم تیار کرتی جس سے موجودہ قانون حکومت کے ماتحت مجالس قانون ساز کے ذریعہ مسلمانوں کے پرسنل لا کی حفاظت ہوتی اور اس کے لئے کوئی مسودہ قانون بنانے کا فیصلہ کرتی۔ اور تمام صوبہ جاتی اسمبلیوں اور کونسلوں میں پیش کرنے کے لئے مسلمان ممبروں سے درخواست کرتی۔ اور سب سے پہلے اس مسودہ قانون کو پنجاب بنگال میں پاس کرانے کی سعی کرتی تاکہ قانون سازی کے ذریعہ اسلامی احکام کی تحریفات کا دروازہ جس حد تک ممکن ہو آیندہ کے لئے بند ہو جائے۔ اور مسلمانوں کا اندرونی تمدنی نظام بھی صحیح اصول پر قائم ہو جائے مگر افسوس ہے کہ مسلم لیگ اجلاس پٹنہ میں اس مسئلہ پر بھی قطعاً غور نہیں کیا گیا۔

امارت شرعیہ صوبہ بہار نے ان ہی مصالح کو موجودہ حالات میں پیش نظر رکھ کر گذشتہ اوائل ۳۸ء ایک مسودہ نظارت امور شرعیہ تیار کیا گیا تھا، اور بماہ اپریل ۳۸ء ملک کے بہت سے اہل الرائے حضرات کی خدمت میں بغرض مشورہ اور استصواب رائے بھیجا تھا اور اس کی ایک کاپی آپ کے پاس بھی بھیجی گئی تھی،

(اسلامی حقوق اور مسلم لیگ ص۲۴

عبدالصمد رحمانی

تمت بالخیر

خطبات جمعہ

اس کو ادارہ امارت شرعیہ صوبہ بہار و اڑیسہ نے افادہ
عام کی غرض سے شایع کیا ہے۔ جس میں عیدالفطر، عید اضحی کے
خطبات کے علاوہ اہم مسائل پر

جمعہ کے آٹھ خطبات

ں اور ان کا اُردو ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے تا کہ وہ لوگ جو خطبہ میں اُردو کو جائز
وہ خطبہ مسنونہ کے بعد ترجمہ سنا دیں۔ آخر میں خطبہ نکاح۔ دعاء قربانی۔ دعاء عقیقہ
ی مسائل بھی لکھدیئے گئے ہیں۔

یر شریعت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی اسکے متعلق یہ ہے:۔
ے خطبات جمعہ کو دیکھ لیا ہے نہایت مفید اور اہم ہیں مسلمانوں کو چاہیے
یں اسی خطبہ کو پڑھا کریں اور مولف کی ہدایت کا خیال رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اسکو قبول
ایت فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد محی الدین قادری پھلواری

قیمت فی جلد صرف ۱۲/

ملنے کا پتہ

بہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ